لا الٰہ

الا ھو

الحمد للہ رب العالمین علی الرحمن الرحیم

کہ

مباحثہ

الہامی کتاب

دربارہ وید اور قرآن مابین مولانا ابوالوفا ثناء اللہ

امرتسری (مولوی فاضل) مصنف تفسیر ثنائی و تفسیر القرآن

وغیرہ اور ماسٹر آتمارام جی امرتسری مترجم ستیارتھ پرکاش

شایع کردہ

منیجر دفتر اخبار اہلحدیث امرتسر

سنہ ۱۹۲۳ء

مطبوعہ اردو بازار امرتسر میں مابہ محمد اسمٰعیل صاحب

قیمت صرف عہ

ہفت روزہ اخبار

اہلحدیث

یہ اخبار کیا ہے؟ مجمع البحرین ہے یعنے دین و دنیا کا مجموعہ
۱۸×۲۲ تقطیع کے ۱۶ بڑے صفحوں پر ہر جمعہ کے دن ہفتہ وار امرتسر
سے شائع ہوتا ہے جس میں مضامین مذہبی اخلاقی مسائل دعاوی
اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات وغیرہ درج ہوتے ہیں ایک
دو صفحوں پر دُنیا بھر کی چیدہ چیدہ خبریں بھی درج ہوتی ہیں
غرض یہ اخبار توحید و سنت کا حامی، شرک و بدعت کا دشمن
مخالفین کے سامنے ڈھال کا کام دینے والا دنیا کی چیدہ
اور عمدہ خبریں بتانے والا ہے۔

قیمت سالانہ پانچ روپیہ۔

المشتہر:- مینجر اہل حدیث امرتسر (پنجاب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

التماس

دیانت داری اور نیک نیتی سے جو کام ہو اُسی میں خیر ہوتی ہے آج کل کے مباحثات میں جو ایک دوسرے کی ذاتیات تک حملے ہوتے ہیں محض بدنیتی کا ثبوت دیتے ہیں لیکن شکر ہے کہ ہمارے اس مباحثہ میں اس بدخصلت کا اظہار نہیں ہوا۔ یہ مباحثہ ابتدا سے آریوں کے ماہواری رسالہ آریہ مسافر جالندھر شہر ۱۹۰۷ء میں چھپتا رہا ہے شائقین کی درخواست پر کتابت کی صورت میں کیا گیا ناظرین باتمکین سے امید ہے کہ بغور ملاحظہ کر کے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر لیں گے اور مناظرین کی محنت کی داد دیں گے ۔

مینجر

مباحثہ

دربارہ الہامی کتاب

مابین

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری

و

ماسٹر آتمارام صاحب آریہ امرتسری

مولوی صاحب ۱ خدا کے نام سے شروع

اے خدا! تو ہم کو اپنی سچی کتاب کی راہ دکھا

الہامی کتاب کے لئے میرے نزدیک بلکہ کل اہل الرائے کے نزدیک ضروری ہے کہ جس کتاب کو ہم الہامی کہیں اُسنے خود بھی دعوے الہام کیا ہو بعد اُس کے اُس کے لانیوالے یا دوسرے لفظوں میں مہم کے حالات معلوم ہوں تاکہ ہم اُس کے جمال چلن کے مطابق اس کے اس دعوے کو سمجھ سکیں تیسرے درجہ پر تعلیم ہے یعنے تعلیم بھی اس کتاب کی ایسی ہو کہ بداہت عقل اس کے مخالف نہو اگر ہم اس تقریر کو بصورت مقدمہ بیان کریں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ الہامی کتاب مدعی ہے اور شخص الہامی کے حالات اور اس کی تعلیم دو گواہ

پس کون نہیں جانتا کہ جب تک مدعی دعوے نہ کرے گواہ کسی کام کے نہیں اور جب تک گواہ گواہی نہ دیں مدعی کا دعوے غیر ثابت پس اسی اصول سے ہم الہامی کتابوں کی تحقیق کرتے ہیں اس وقت ہمارے سامنے تین کتابیں پر قوموں کا دعوے الہام ہے قرآن۔ بائیبل اور ویل بائیبل کا تو یہ حال ہے کہ اُسنے خود دعوے الہام نہیں کیا نہ ہی اس کے ملہم کا ٹھیک پتہ ہے بلکہ انجیل کی بابت تو یہ بھی تحقیق نہیں کہ وہ کون سی زبان میں تصنیف ہوئی تھی چونکہ میرے مخاطب کو ان باتوں کی چنداں ضرورت نہیں اس لئے میں ان سے درگزر کر کے وید کی طرف آتا ہوں۔ وید نے خود بھی دعوے الہامی ہونے کا نہیں کیا اور جو رگوید کے بعض منتروں میں مرقوم ہے کہ رگ وید۔ سام وید۔ یجروید خدا کے پاس سے ہیں اس سے بھی بجا دعوے الہام کا نہیں ہو سکتا وید کے محاورہ میں سب لوگ خدا سے ہیں۔ برہمن اُس کے منہ میں چھتری اس کے بازو سے شودر اُس کے پاؤں سے یہ لفظ کوئی الہام کے معنے نہیں رکھتا اور نہ وید کے ملہموں کا حال معلوم ہے کہ کون صاحب تھے؟ اُن کی سوشل لائف کیا تھی؟ بلکہ اگر وید کے عالموں کا حال دیکھیں تو وہ ان کی تعیین میں بھی مختلف ہیں کروڑہا اہل ہنود وید کا پرکاش برہما جی پر مانتے ہیں آریہ اگنی۔ وایو۔ ادت۔ انگرا پر کہتے ہیں اور خود وید کی تحدید میں بھی اختلاف ہے عام ہندوؤں کی نسبت آریہ سماجی نصف کو مانتے ہیں یعنے برہمن بھاگ کو الہامی نہیں کہتے۔ اللہ ہندو لوگ اس کو بھی وید کا ایک حصہ کہتے ہیں پس یہ کتنی بڑی حیرانی کی بات ہے کہ جب مدعی ہی کا پتہ نہیں بلکہ دعوے کی بھی تحدید نہیں تو گواہ کیسے؟ اور کس کے؟

اب قرآن کو دیکھئے! جا بجا دعوے سے کہتا ہے کہ میں خدا کے الہام سے ہوں بلکہ للکارتا ہے کہ اگر تم کو میرے الہامی ہونے میں شبہ ہے تو مجھ جیسا کلام بے آؤ اور قرآن کے ملہم کے حالات بھی ہمیں ایسے معلوم ہیں کہ ذرا ذرا مسلمانوں کی شہادت نہ سہی مخالفین کی گواہی بھی موجود ہے کہ کس شرح وبسط سے انہوں نے لائف آف محمد لکھی ہیں کو بعض نے اپنے تعصب سے غلط واقعات یا اپنی

سمجھ کے مطابق نوٹ چڑھائے ہیں تو ان کا جواب تاریخی واقعات سے دیا جاسکتا ہے میری غرض اس سے بھی ثابت ہے کہ ہم قرآن (حضرت محمد علیہ السلام) کے حالات سب کو معلوم ہیں برخلاف ہمارے ویدکے کہ اُن کی ٹھیک تعیین بھی نہیں کہ کون صاحب تھے ان دونوں مراتب کے بعد تعلیم کا درجہ ہے جو پھر عرض کرونگا ؛

ماسٹر صاحب! جناب من! آپ نے جو یہ بیان فرمایا ہے کہ الہامی کتاب وہ ہوسکتی ہے جو الہامی ہونے کا لاکار کر دعوے کرے میری رائے میں یہ کمزور دلیل ہے کیونکہ اگر گل بکاؤلی یا اندر سبھا کی کتاب زور سے یہ دعوے کرے کہ میں الہامی ہوں کیا ہم اسکو الہامی مان سکتے ہیں؟ آپکی دلیل کے مطابق تو ان کو الہامی مان لینا چاہیئے دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ عموماً جو زور سے ناجائز دعوے کیا کرتے یا قسمیں کھایا کرتے ہیں وہ سچے نہیں ہوتے کسی نیک و بد کی پہچان کبھی اُس کا زوردار دعوے نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر دعوے کے لحاظ سے ہی ایک کو ہم نیک کہیں تو پھر دنیا بھر کے چور۔ بدمعاش سب ہی نیک مان لینے چاہئیں کیونکہ ہر ایک چور ساہوکاری اور پارسائی کا زوردار دعویٰ کرتا ہے جس عطار کے پاس عمدہ عطر ہے وہ محض للکار کر دعوے نہیں کیا کرتا بلکہ عطر کا وجود ہی اپنی عمدگی کی زندہ اشتہار ہے آجکل آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں جتنے بُرے سب لوگ اشتہار دیتے ہیں لیکن آپکو تجربہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ زور سے ناجائز دعوے کرنیوالے یا اشتہار دینے والے عموماً ٹھگ اور ناقص اشیاء کے بیچنے والے ہوتے ہیں پس میرے خیال میں اشتہار بازی ناجائز دعوے یا قسم کھانا کمزوری اور خرابی کی نشانیاں ہیں؟ کہ کسی چیز کے اعلیٰ و افضل ہونے کی؟ اسطرح ہم کسی کتاب کو محض اسوجہ سے الہامی نہیں کہہ سکتے کہ یہ الہامی ہونے کا اشتہار دیتی ہے یا زوردار دعوے کرتی ہے پرانوں جیسی فضول کتابیں شائد ہی دنیا میں ہوں لیکن طرفہ یہ ہے کہ کل پران اس بات کا بخوشی دعوے کرتے ہیں کہ ہم اعلےٰ درجہ کی مقدس کتابیں ہیں اس دعوے کو پرانک مانتے ہیں

گنجۂ حاتم کے نام سے پکارا ہے اگر واقعی قرآن کو مسلمان لوگ معجزہ الہامی مان رہے ہیں کہ وہ الہامی ہونیکا دعوے کرتا ہے تو میرے خیال میں وہ سخت غلطی پر ہیں۔

(ب) "لانے والے یا مہم کے حالات معلوم ہوں۔" یہ فقرہ مہمل ہے مہم کے حالات کہاں تک معلوم ہونے ضروری ہیں؟ لیکن اگر کوئی حد بھی مقرر کر دی جائے تو پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان خارجی حالات کا الہام سے کیا تعلق ہوگا؟ ہاں یہ درست ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اسکا چالنجنگ ہونا جس سے اس کی قابلیت ظاہر ہو سکے۔*

(ج) تیسرے درجہ پر آپ اس کی تعلیم مانتے ہیں گو میرے خیال میں اس کی تعلیم کو پہلا درجہ دینا چاہیئے تھا کیونکہ خارجی شہادت بناوٹ کے لئے زیادہ تر درکار ہوتی ہے تعلیم ہی در اصل اس کی شہادت ہے۔

اب جو آپ نے لکھا ہے کہ وید نے الہامی ہونے کا دعوے تک نہیں کیا یہ سراسر غلط ہے البتہ وید نے اشتہار بازی کا سا بیہودہ دعوے نہیں کیا۔ لیکن وید نے اس بات کو صاف کھلے لفظوں میں بیان کر دیا ہے کہ وید خدا کیطرف سے ہے افسوس تو یہ ہے کہ آپنے الہام کے معنے مقرر نہیں کئے لیکن لفظ کا استعمال خواہش شروع کر دیا۔ کیا مولوی صاحب! آپ کسی ہندو سے مباحثہ کر رہے ہیں آریہ سے؟ ہندو لوگ مانتے ہیں کہ براہمن اس کے منہ سے اور چھتری اس کے بازو سے پیدا ہوا لیکن آریہ پرش ہرگز ایسا نہیں مانتے بہتر تو یہ تھا کہ اس بارہ میں آپ مجھ سے پوچھ لیتے کہ کیا ہم مانتے ہیں لہذا اس سوال جواب دینا میرا فرض نہیں ہے آپنے سرشل لائف کا بیچ میں ذکر کر دیا لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ سرشل لائف کیا ہوتی ہے؟ اور اس کا تعلق نفس مضمون سے کیونکر ٹھیرتا ہے۔

اگر آریہ لوگ۔ اگنی۔ وایو۔ آدیتہ۔ انگرہ کے ذریعہ وید کا اظہار مانتے ہیں تو اس پر آپنے اعتراض کیا کیا؟ آپ فرماتے ہیں کہ خود وید کی تعیین میں بھی اختلاف ہے لیکن افسوس یہ دعوے یا بیان بلا ثبوت ہے میرے خیال میں دعوے کیلئے ثبوت

* آپنے تو آخیر تک اتنا بھی نہ دکھایا۔ (مینجر)

بھی درکار ہے جو کہ آپ نے نہیں دیا آپ کو اس سے کیا جھگڑا کہ ہم ریویو کرتا ہے یا پبلک کو؟ یہ تو ہندو لوگ ہم سے مباحثہ کر سکتے ہیں آپ کو چاہیئے کہ جتنا ہم مانتے ہیں اتنا تسلیم کریں اور ہم کو چاہیئے کہ جس کتاب کو آپ جتنا مانیں اتنا ہم آپ کا عقیدہ تسلیم کریں۔ میں آپ سے یہ سوال کرنا فضول سمجھونگا کہ آپ کیوں قرآن کے تیس ہی پارے مانتے ہیں؟ اکتیس کیوں نہیں مانتے؟ اس کا جواب آپ دے سکتے ہیں کہ قرآن کے تیس ہی پارہ ہیں۔ پس ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ ستر منگتا ہی وید ہیں نہ کہ برہمن گرنتھ جیسا کہ بعض خود غرض ہندو لوگ کہا کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ شائد آپ خارجی گواہیوں کی کثرت تعداد سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اگر یہ طریق درست مان لیں تو دنیا میں بت پرست زیادہ ہیں اس لئے چاہیئے کہ آپ بھی بت پرستی کو تسلیم کر لیں ہندو لوگ ویدوں میں بت پرستی اپنے وہم کے مطابق مان رہے ہیں لیکن اُن کے توہمات کو آپ کا دھکڑنا میرے خیال میں لاحاصل ہے آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں کہ ہندو لوگوں کے وید کی نسبت یہ ترجمہ ہیں۔

قرآن کے الہامی ہونے کے بارہ میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ بار بار للکارتا ہے کہ میں الہامی ہوں میرے خیال میں اگر قرآن نہ بھی للکارتا لیکن اسمیں جو لکھا ہے وہ بالکل راست ہوتا تو میں بڑے شوق سے سب سے پہلے قرآن کو خدا کا کلام کہنے کو طیار ہوتا لیکن افسوس کہ ایک بھی سچائی کی تعلیم کما حقہٗ قرآن کریم نہیں دیتا جب یہ حالت ہے تو اسکا للکارنا بے سود ہے اگر کوئی آدمی روزمرہ للکار للکار کر ہمارے کان کھاجائے کہ میرے پاس سونا ہے لیکن دراصل اُس کے پاس ملمع ہو تو کیا ہم اسکے للکارنے کا خیال کرتے ہوئے اس کے ملمع کو سونا تصور کر لیں؟ سونے کا سود اگر جہاں جائیز وعوے سونے کا بطور بیان کے کرتا ہے وہاں للکارنے کی بجائے اُس کا زور اس بات پر ہوتا ہے کہ میرا امتحان کر لو لیکن جو دعوے کرتا جائے اور امتحان سے ڈرے کیا وہ کبھی سونا ہو سکتا ہے؟ علم و عقل کی کسوٹی سے اگر ہم قرآن کی تعلیم کا امتحان کریں تو یہ تعلیم ناقص ثابت ہوتی ہے پس اس کا محض دعوے اس کے عمدہ ہونیکی کوئی دلیل نہیں قانون قدرت

اور عقل الہامی کتاب کے گواہ ہیں نہ کہ ملہم کے حالات۔

اب رہا یہ کہ مجھ سا کلام لے آؤ۔ یہ دعوے تو دُنیا بھر کی کتابوں پر گھٹتا ہے ہر ایک کتاب اپنا ثانی نہیں رکھتی کیا اس سے وہ الہامی ہو سکتی ہے ؟ مولوی صاحب ذرا غور کیجئے کہ فیضی نے بے نقط قرآن بنایا اور یوکلڈ نے اقلیدس بنائی اور کیا فیضی کے قرآن کا ثانی کوئی ہے ؟ اور کیا یوکلڈ کی برابری کسی نے کی ؟ یا اگر سنسکرت کے علم ارب کی کتابوں کو دیکھیں تو ان میں سے ہر ایک لاثانی ہے اور وید کی بابت تو عقل تسلیم کرتی ہے کہ اس کی بناوٹ اور فصاحت لاثانی ہے لیکن قرآن کی نسبت عقل یہ نہیں کہہ سکتی کہ یہ فصیح ہے کیونکہ جس طرح مکھن دودھ کا نتارہے عطر پھولوں کا سارہے اسیطرح فصاحت کا نچوڑ منتظم ہے لیکن دین اسلام میں نظم اور راگ کو کوئی درجہ نہیں دیا گیا وید کی فصاحت کا اعلےٰ ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہے۔ کہ وید نظم میں ہیں یعنی راگ سے بھرے ہیں وید کو ہم گا سکتے اور سُر تال سے ہر ایک وید سنا گایا جا سکتا ہے لیکن قرآن میں یہ باتیں فصاحت کی ڈھونڈنا گویا چڑیوں سے دودھ مانگنا ہے

قرآن جس زبان میں ہے وہ مصنوعی اور ناقص زبان ہے اور ساتھ ہی سب سے اوّل یا پرانی زبان بھی نہیں دیکھئے عربی میں پہلا حرف الف ا ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ حرف تین حرفوں کا مجموعہ ہے ؟ یعنے اس کو ا۔ل۔ف (الف) بولا جاتا ہے مگر سنسکرت میں अ ہی بولا جاتا ہے نہ کہ الف سنسکرت میں अ ب ہی بولا جاتا ہے نہ کہ بے (ب۔ے) کہاں تک لکھوں۔ عربی سے ناقص اور غیر فصیح زبان شائد ہی کوئی ہو پھر وہ کتاب جو ناقص زبان میں لکھی ہوئی ہے وہ کس طرح سے مکمل یا خدا کی طرف سے ہونے کا دعوےٰ یا دلیل کر سکتی ہے ؟

جس وقت قرآن بقول مسلمانوں کے نازل ہوا اس وقت عرب میں عربی زبان بول جاتی تھی اور عربی زبان کیا ہے بدویا عرب کے لوگوں کی زبان ہے جس کو خدا کی کلام مسلمان کہتے ہیں اسکو انسانی سہارے کی ضرورت پڑی دوسرے لفظوں میں خدا کی کلام ملک عرب کے وحشی لوگوں کی ناقص کلام یعنے عربی زبان کی محتاج ہوئی کیونکہ قرآن عربی میں ہے

لیکن وید کسی ملک کے باشندے کی زبان نہیں شاید آپ سنکر کہدیں کہ وید سنسکرت میں ہے جو کہ ہندوستان کی زبان تھی میں کہونگا ہرگز نہیں تمام پنڈت باتفاق رائے مانتے ہیں کہ وید کی زبان سے سنسکرت نکلی ہے اور جب وید نازل ہوا تھا تو اسوقت روئے زمین پر کوئی زبان نہ تھی گویا ابھی بہت ادی دنیا بن چکی اور انسان پیدا ہوئے اسیوقت وید کا الہام ویدانی میں یعنے خدا کی کلام میں (جو کہ وید منتروں کے لفظات کی شکل میں موجود ہے) ہوا تھا میرے خیال میں جو الہام کسی انسانی زبان کا محتاج ہے۔ وہ الہام کہلانے کا مستحق نہیں کیونکہ انسان ایک بہت محدود العقل ہوتا ہے۔ اس لئے انسان کی تمام بنائیں ناقص اور نامکمل ہوا کرتی ہیں قرآن کا ملک عرب کی زبان میں اور انجیل کا ملک مصر کی زبان میں ہونا ہی انکے بنائی ہونے کا کافی ثبوت ہے۔ اشارہ کے طور پر یہ ذکر کر دینا مناسب ہے کہ اس وقت بھی سوائے ویدک سنسکرت کے کوئی مکمل اور مدلل زبان صفحہ ہستی پر نہیں ہے اور یہ بھی بیان کر دینا غیر ضروری نہیں کہ عربی فارسی لاطینی عبرانی چینی وغیرہ سب زبانیں وید کی زبان یعنی ویدک سنسکرت سے بگڑی ہوئی یا مصنوعی شکلیں ہیں جیسا کہ تمام دریا بارش کے پانی سے بنے ہیں۔ یا جیسا کہ کرسی میز وغیرہ تمام قدرتی لکڑی سے بنے ہیں لیکن اگر کرسی کو دیکھ کر کوئی کہہ دے کہ یہ انسانی بناوٹ ہے۔ تو ایک درجہ تک یہ بات درست ہے لیکن بالکل درست نہیں کیونکہ خاص شکل انسان نے لکڑی کو دی ہے نہ کہ لکڑی کو بھی بنایا ہے اسیطرح ویدک سنسکرت بمنزلہ لکڑی کے ہے اور باقی زبانیں اسکے مصنوعی کھلونے یا چیزیں ہیں موجودہ علمی عالم بھی ویدک سنسکرت کے قائل ہو رہے ہیں اگر آپ مہرشی سوامی دیانند کی ستیارتھ پرکاش میں میرے اس مضمون کو جو میں نے الہام کے بارے میں لکھا ہے بغور ملاحظہ فرمادیں تو آپ کو پتہ لگ جائیگا کہ کہاں تک دنیا کے عالم لوگ وید کو دی جانے کو تیار ہو رہے ہیں جو کہ ہم آریہ لوگ دے رہے ہیں (دیکھو ستیارتھ پرکاش سنہ ۹۱۴ تا نہایت ۹۲۴

میں نہیں سمجھتا کہ لائف آف محمد سے قرآن کے الہامی ہونیکا کیا تعلق ہے خدا نخواستہ اگر سکندریہ کی لائبریری کی طرح لائف آف محمد کہیں ضائع ہو جائے تو کیا مسلمان قرآن کا ماننا چھوڑ دیں گے؟ اور اگر کوئی تعلق ہے تو بھی میرے خیال میں قرآن الہامی نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت محمد کی لائف ایک معمولی لائف تھی اس سے بڑھ کر عیسیٰ شنکراچاریہ بدھ کی زندگیاں

ہیں۔ لیکن تمام سے بڑھ کر سوامی دیانند کی لائف ہے تو کیا ہم ستیارتھ پرکاش کو الہامی مان لیں؟ جو شخص اپنے نفس پر غالب نہیں آسکتا اور ایک شادی کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری کر رہا ہے اس کا سوامی جی جیسے برہمچاری کے ساتھ مقابلہ کرنا گویا لائل پور کی سانگلہ پہاڑی کا ہمالہ کے سرسبز اور عالیشان پہاڑی سے مقابلہ کرنا ہے وہ رشی جنکو وید کا الہام ہوا تھا اس نے اپنی زندگی کے تمام اور قدرت کے پہلے پاکیزہ اور بے لوث بچے جن کا مقابلہ صرف آئندہ پیدائش کے اول موقع پر ہی کوئی کر سکیگا اس سے پہلے ہرگز نہیں۔

مولوی صاحب آپ ہمالہ کو قدموں سے ناپنا چاہتے ہیں سمندر کی گہرائی ہاتھ سے ٹٹولنا چاہتے ہیں کیا الہام ہمالہ یا سمندر کی طرح نہیں ہے؟ جس کو کہ کوئی انسانی کتاب (لائف آف محمد وغیرہ) یا انسانی بناوٹ نہیں جانچ سکتی اور نہ اس قابل ہے کہ انسانی شہادت سے سکے خدا کی کلام کو آپ کسی تاریخی واقعہ سے نہیں جان سکتے کسی انسانی پیمانہ سے ہرگز نہیں ناپ سکتے خدا کی کلام کو خدائی کلام ثابت کرنے کیلئے کوئی خدائی پیمانہ لیجئے کوئی قدرتی رشوت نہ لینے والا گواہ ڈھونڈیئے اور اگر آپ اس گواہ کا نام پوچھنا چاہتے ہیں تو میں کہہ دیتا ہوں کہ وہ قوانین قدرت ہیں جس آدمی کی کلام اُس کے افعال کے مطابق ہو وہ آدمی سچا ہوتا ہے یا جس آدمی کے افعال ہم کو معلوم ہو جاویں تو اسکی کلام کو جاننے کا اور کوئی ذریعہ نہیں بجز اس کے کہ اسکے افعال سے اس کی کلام کو ملالیں قدرت آپ

لہ تعجب ہے کہ اسٹرجی اسی پرچہ میں صدق و کذب کی بنیاد قوانین قدرت کی مطابقت اور عدم مطابقت پر کہتے ہیں باوجود اس کے پھر یہاں شادی کرنیوالوں پر اعتراض کرتے ہیں کیا مسٹر صفا! کیا شادی کرنا فطرت انسانی کا تقاضا نہیں؟ کیا یہ تقاضا انسان کی ذاتی بناوٹ نہیں چاہیئے تو یہ تھا کہ اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہوتے تو تمام عمر مجرد رہنے والوں کو مخالف قانون قدرت سمجھ کر انکی مذمت کرتے نہ کہ جو انہی قانون پر عمل کریں انکو ہدف بناتے کیا جو لوگ خلاف فطرت اپنی جورِ نشک کر دیتے ہیں آپ کے نزدیک کسی لقب (رشی مہرشی سوامی) کہلانیکے مستحق ہیں؟ نہیں تو کیوں؟ محض اسی لیئے کہ آپکے نزدیک خلاف قانون قدرت عمل کرنا کوئی بزرگی نہیں پس آپ خود ہی انصاف کریں کہ دیانند جی قانون قدرت کی خلاف ورزی کر کے کہاں تک مہرشی رشیرہ وغیرہ کہلانے مستحق ہیں۔ (مترجما)

مانتے ہیں کہ خدا کا فعل ہے اس میں جو قوانین پائے جاتے ہیں وہ گویا خدا کے خیالات ہیں پس ضروری ہے کہ جو خدا کی کلام مانی جائے وہ خدا کے فعل یعنے قدرت اور اس کے قوانین کے مطابق ہو خدا کی کلام گویا قانون قدرت کی تشریح ہونی چاہیئے نہ کہ اور کچھ آؤ ہم اس سچے آعلے اور مدلل بے خطا گواہ کی مدد سے خدا کی کلام کی پڑتال کریں ۔

مولوی صاحب نمبر ۲۰ | میں افسوس سے عرض کرتا ہوں کہ میری گذارش کا مطلب یہ نہیں جس کا آپنے جواب دیا میں یہ بدگمانی تو نہیں کرتا کہ آپنے میرا مطلب سمجھا نہو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ میری عرض کو دیدہ و دانستہ خارج کرنا چاہا ہے میں نے جہاں تک مجھ سے ہو سکا اپنی معروض کو وضاحت سے بیان کیا تھا اور اس کی تمثیل کے لئے بصورت مقدمہ بھی اسکو لکھا تھا مگر نہ معلوم آپنے میرے مقدمہ کو جو بالکل واضح الفاظ میں تھا کیوں اُڑمس کر دیا خیر میں قبل جواب دینے آپ کی طویل تقریر کے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے مطلب کو مکرر ظاہر کردوں جناب کو یاد ہوگا کہ میں نے الہامی کتاب اور اس کے فہم کو بمنزلہ ایک مدعی کے کہا تھا اور اس کے چال چلن اور سوشل لائف (طرز معاشرت) کو ایک گواہ اور اس کی تعلیم کو دوسرا گواہ بتلایا تھا پس آپ کا فرمانا کہ ہم کسی کتاب کو محض اسوجہ سے الہامی نہیں کہہ سکتے کہ یہ الہامی ہونیکا اشتہار دیتی ہے یا زور دار دعوے کرتی ہے" بے موقع ہے کون آپ کو کہتا ہے کہ کسی کتاب کے صرف دعوے پر اس کو الہامی مان لیں ؟ بلکہ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ "جب تک گواہ گواہی نہ دیں ۔ مدعی کا دعوے غیر ثابت ہے" پس آپ کا گل بکاؤلی اور اندر سبھا وغیرہ کا لکھنا بلکہ تضیع اوقات ہے بیشک میں آپکے اس رائے میں متفق ہوں کہ کسی کتاب کا صرف دعوے اور زوردار اشتہار سنکر ہم نہیں مانیں گے جب تک گواہ مذکور گواہی نہ دیں ۔ آپ فرماتے ہیں کہ "تعلیم ہی دراصل اسکی شہادت ہے" بے شک بعد مراتب مذکورہ (دعوے ، پیام اور علامات علم) ورنہ بتلادیں کہ گلستان بوستان جیسی اخلاقی کتابیں جو بوجہ اپنی اخلاقی تعلیم کے نہ صرف ایشیا میں بلکہ کل دنیا میں عزت

کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں آپ یا آپکے ہمخیال الہامی مان لیں گے ؟ ہرگز نہیں پس جس وجہ سے آپ ان کتابوں یا ان جیسی کسی اور اخلاقی کتاب کو الہامی نہیں مانتے اسی وجہ سے ہم بھی کسی کتاب کی فقط عمدہ تعلیم سے اسکو الہامی نہیں کہہ سکتے جبتک کہ اسکا لانیوالا دعوے نہ کرے اور ہم کے حالات معلوم نہ ہوں آپنے وید کیطرف سے مدعی بنکر دعوے الہام تو کیا لیکن کوئی فقرہ وید کا مع ترجمہ لفظی نہ بتلایا تاکہ معلوم ہو کہ بن معنے سے پنڈت دیانند گرو بھاشا بھوسکا میں الہام کی تشریح کرتے ہیں اس کیمطابق وید کا دعوے ہے یا نہیں صرف یہ لفظ کہ وید خدا سے ہے وید کو مدعی نہیں بنا سکتا ہمنے الہام کے معنے اس لئے نہیں کئے تھے کہ میرے نزدیک آپکے الہام کے معنی میں کوئی اختلاف نہیں۔ لیجئے میں بتلائے دیتا ہوں۔ "الہام در دل انگندن" (صراح)

بیشک میں آپ سے گفتگو کر رہا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے مخاطب اس بات کو کہ برہمن خدا کے منہ سے نکلے ہیں ان الفاظ کو نہیں مانتے بلکہ اسکی تاویل کرتے ہیں مجھے اس تاویل کی صحت یا غلطی سے سروکار نہیں میں نے تو صرف یہ جتلانا تھا کہ "جسے" کے لفظ سے الہام کا دعوے بنکا ناصحیح نہیں جبتک الہام یا الہام کے معنے کا کوئی لفظ تصریح نہ کرے آپ پوچھتے ہیں کہ "سوشل لائف کیا ہوتی ہے اور اسکا تعلق نفس مضمون سے کیونکر بھیڑتا ہے؟" جناب من! سوشل لائف طرز معاشرت یا زندگی کے چال چلن کو کہتے ہیں اور اسکا تعلق بھی میں پہلے بتلا آیا ہوں کہ ہم کے حالات ایک گواہ ہیں تاہم آپ کا دریافت کرنا نہیں معلوم کس غرض سے ہے پھر آپ کا فرمانا کہ آپ لوگ اگنی وایو آدیتہ انگرہ کے ذریعہ وید کا ظہور مانتے ہیں تو آپنے اعتراض کیا کیا لیجئے صاحب میں اپنے اعتراض کو پہلے ہی لفظوں میں ہرائے دیتا ہوں۔

"کتنی بڑی حیرانی کی بات ہے کہ جب ہی کا پتہ نہیں بلکہ دعوے کی بھی تقدیق نہیں تو گواہ کس کے ہیں حیران ہوں کہ میرے اس بیان کو کہ وید کی تعیین اور تحدید میں بھی اختلاف ہے بیان بلا ثبوت کہہ کر آگے چل کر آپنے خود ہی مان لیا ہے کہ منتر سنگھتا ہی وید ہیں نہ کہ برہمن گرنتھ جیسا کہ بعض خود غرض ہندو لوگ کہا کرتے ہیں"

میں مشکور ہوں کہ میرے بلا ثبوت بیان کو آپنے باثبوت کر دیا پھر آپ فرماتے ہیں کہ
آپکو اس سے کیا جھگڑا کہ آریہ سماج نصف کو مانتا ہے یا ۱/۳ کو یہ تو ہندو لوگ
ہم سے مباحثہ کر سکتے ہیں آپ کو چاہیئے کہ جتنا ہم مانتے ہیں اتنا تسلیم کریں
بیشک آپ ہندوؤں سے اور ہندو آپ سے اس مسئلہ میں بہت اچھی طرح گفتگو کر سکتے ہیں
اور کئی دفعہ اسی شہر میں ہو لی بھی ہے۔ لیکن میرے مطلب کو اس سے بھی کسی قدر
تقویت ہوتی ہے کہ اگر وید نے دعوئے الہام کیا ہوتا تو اس کے معتقد اس کو ابتدا سے
ایسی حالت میں نہ چھوڑتے کہ اسکی تحدید اور تعیین میں بھی اختلاف ہوتا میرے ہندوؤں کی
شہادت دربارہ تحدید وید لینے سے آپ کا مجھ پر الزام لگانا کہ۔
شاید آپ خارجی گواہوں کی کثرت تعداد سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اگر یہ طریق
درست مان لیں تو دنیا میں لوگ بت پرست زیادہ ہیں اسلیئے چاہیئے کہ آپ بھی بت پرستی کو تسلیم کریں
میرے پیارے ماسٹر! امر متواتر میں شہادت کا ماننا اور شے ہے اور خیالات میں جن کو دوسرے
لفظوں میں فہم کہتے ہیں اور شے دو تین لاکھ مسلمان مل کر آپ کو ایک خبر بتلا دیں کہ
فلاں شہر فلاں دریا کے کنارے بستا ہے تو آپکے اس کے ماننے میں کچھ شک رہیگا؟ اگر شک ہو
تو بتلایئے کہ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کے وجود میں بھی آپ کو شک ہے؟ ہرگز نہیں حالانکہ کروڑہا
مسلمان آپ کو اپنے خیالات کی طرف بلاتے ہیں اور ان خیالات کی صحت کی خبر دیتے
ہیں مگر آپ نہیں مانتے کیوں؟ میں جب تک آپ کو خود صحت معلوم نہ ہو لے؟ پس اسی طرح ہندوؤں
کا بیک زبان بتلانا کہ وید سنگھتا اور برہمن دونوں حصوں کا نام ہے بالکل اسکے مشابہ ہے
کہ مسلمان آپ کو شہر مکہ کے وجود سے خبر بتلا دیں اور میرا ہندوؤں کی بت پرستی کو صحیح نہ
ماننا بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ آپ کروڑہا مسلمانوں سے مخالف ہیں وجہ فرق یہ ہے کہ کسی
شے مرئی (دیکھی ہوئی) یا مسموع (سنی ہوئی) کی خبر بتلانے میں آدمی جھوٹ نہیں کہتا
اگر کہے تو ایک دو تین چار مل کر جھوٹ گھڑ سکیں گے کروڑہا کا جھوٹ پر اتفاق کر
لینا اور ایک خبر کو بلا وجہ یکے بعد دیگرے غلط پہونچانا کسی طرح عقل کے نزدیک بھی جائز
نہیں فہم اور سمجھ کی غلطی جو ہر انسان کو ایک دوسرے سے مذہبی خیالات میں جدا کرتی ہے اسی کو ٹٹلے

مخالف بھی بیک زبان ہو کر کیوں نہ میرے مخالف ہوں صرف انکی کثرت تعداد اپنے خیالات کو قابل
نہ کرینگا ہاں یہ اعتراض اس شخص پر ہو سکتا ہے جو مسلمانوں کو بطور الزام کے کہے۔ کہ

"مسلمان سب مذہبوں کو غلط جانتے ہیں حالانکہ جن بات کو ہزاروں لاکھوں
مانتے ہوں اُس کو غلط کہنا عقل کے خلاف ہے"

غالباً اس قائل کا نام آپ سمجھ گئے ہونگے مضمون سے اجنبی نہ ہوتا تو میں خود ہی اسکا نام عرض کر دیتا آپ لکھتے ہیں کہ

"اگر قرآن نہ للکارتا لیکن اسمیں جو لکھا ہے بالکل راست ہوتا تو میں بڑی خوشی
سے سب سے پہلے قرآن کو خدا کا کلام کہنے کو تیار رہوتا"

افسوس کہ میں نے ابھی تعلیم کا مقابلہ کیا ہی نہیں میرا بیان ہنوز ابتدائی مراتب پر تھا جسے ابھی تک آپنے صاف نہیں فرمایا اور تعلیم کی طرف چلے گئے اچھا اس کا جواب بھی اخیر پرچہ میں لکھیگا جہاں میں تعلیم کا مقابلہ کرونگا۔ آپ کا فرمانا کہ ۔۔

"اگر کوئی آدمی روزمرہ للکار للکار کر ہمارے کان کھا جائے کہ میرے پاس سونا ہے لیکن
دراصل اسکے پاس مع ہی تو کیا ہم اسکے للکارنے کو خیال کرتے ہوئے اسکے مع کو سونا تصور کرلینگے"

ہرگز نہیں۔ میں بھی پہلے پرچہ میں اور اس پرچہ کے اوّل میں لکھ آیا ہوں کہ بغیر گواہوں کے دعوے غیر ثابت ہے جب ہی تو کہتا ہوں کہ آپنے میری عرضی کو دیدہ و دانستہ ڈسمس کر دیا ہے لیکن یاد رکھیں کہ ع کلاگر تو مے ندہی داد روز داد دہت۔ آگے جو آپنے عربی زبان کے متعلق بے فائدہ طویل تقریر کی ہے میرے مضمون سے خارج ہے اس لئے میں اس کا جواب دینا اپنا فرض نہیں جانتا اس کا جواب لینا ہو تو مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب منن الرحمٰن[۲] ملاحظہ کریں میں نے یہ کہا تھا کہ قرآن نے آواز بلند اپنے آپ کو الہامی کہا ہے۔

---

[۱] سوامی دیانند جی بانی فرقہ آریہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ ستیارتھ پرکاش سمولاس نمبر ۱۴ فقرہ نمبر ۳۱ میں لکھتے ہیں

"جو مذہب اور سب مذہبوں کو کہ جنکے ہزاروں کروڑوں آدمی متفق ہیں جھوٹا بتلاوے اور اپنے کو سچا
ظاہر کرے اس سے بڑھ کر جھوٹا اور مذہب کون ہو سکتا ہے؟
بتلایئے بت پرستی کے کتنے کروڑ قائل ہیں صاحب۔

[۲] مرزا صاحب نے اشتہار دیا تھا کہ میں اس کتاب میں ثابت کرونگا کہ عربی زبان سب زبانوں کی اصل ہے نہ معلوم کیا کیوں نہیں کیا
(مرتب)

نہ صرف کہا ہے بلکہ للکارا ہے کہ اگر تم کو میرے الہامی ہونے میں شبہ ہے تو مجھ جیسا کلام عربی کا دعوے جس سے میری غرض یہ تھی کہ قرآن مدعی الہام ہے وید اور بائبل کی طرح چھپا ہوا نہیں کہ معتقد بے تعقل شخصے پیرانے پرندو مرید آں ہمے پرانند۔ جبرًا اس کو الہامی بنائیں ہاں آپکا یہ فرمانا بھی خالی از حیرت نہیں کہ

میں نہیں سمجھتا کہ لائف آف محمد سے قرآن کے الہامی ہونیکا کیا تعلق ہے خدانخواستہ
اگر اسکندریہ کی لائبریری کی طرح لائف آف محمد کبھی ضائع ہوجائے تو کیا مسلمان قرآن کو ماننا چھوڑ دینگے

جناب من! لائف آف محمد کو جو تعلق ہے وہ تو میں نے بارہا بیان کر دیا ہے اگر آپ اسپر غور نہ کریں تو میرا کیا قصور میں تو الہامی کے حالات کا دریافت ہونا اس کے دعوے کی شہادت جانتا ہوں بے شک اگر لائف آف محمد ضائع ہوجائے تو جو مشکلات ہمارے ہموطنوں کو ملہموں کے حالات بتلانے میں پیش آرہی ہیں وہ ہم کو بھی آئینگی۔ لیکن "آرہی ہیں" اور "آئینگی" میں بہت بڑا فرق ہے اس بے تقلید پنڈت لیکھرام بالخصوص اسکندریہ کے کتبخانہ کا نام لینے سے جو آپکی غرض ہے، اس کا دفعیہ تصدیق* اور کتبخانہ اسکندریہ مصنفہ مولانا شبلی صاحب نعمانی سے ہوسکیگا ملاحظہ فرمادیں پھر آپ کا دوتین اشخاص سے سیدالانبیا کی زندگی کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے اخلاق سے بڑھ کر چوٹ کرنا میرے گمان کے موجب میں آپکی نسبت رکھتا تھا) مخالف ہے۔ جس کا جواب میں اس وقت دونگا جب آپ صریح لفظوں میں میری تمہیدی مضمون کو مان کر پیغمبر خدا (صلعم) کی سوانحعمری سے سوال کریں گے اور میرے بیان پر بصورت سوال اعتراض اٹھائیں گے اس حال میں جبکہ آپ میری تمہیدی مضمون سے مخالف ہیں تو اس چوٹ کا کرنا اور اسکا جواب دینا آداب مناظرہ سے خارج ہیں ہاں آپکا یہ فرمانا کہ تمام سے بڑھ کر سوامی دیانند کی لائف ہے۔ تو کیا ہم ستیارتھ پرکاش کو الہامی ان لیں میں نہیں جانتا کہ میرے کس مضمون کا جواب کیا ہے پرچہ ادل میں نہیں کہا ہے کہ جبتک مدعی دعوے نہ کرے گواہ کس کام کے؟ پس اگر سوامی دیانند کی لائف برہمو دں اور ہندوؤں کے اعتراضوں سے جنپوتی کرکے سب سے اچھی بھی فرض کرلیں تو یہ گواہ بلا دعوے کس کام کا ہوگا؟ پھر ایسی دوسرا گواہ تسلیم قابل دید ہے غنیمت ہے کہ آپنے میری درخواست اپنے ملہموں کے حالات بتلائے کہ وہ قدرت کے پہلے بے لوث پاکیزہ بچے جن کا مقابلہ صرف آئندہ پیدائش کے موقع پر

* تصدیق براہین احمدیہ مصنفہ حکیم نورالدین۔

کوئی کر سکیگا اس سے پہلے ہرگز نہیں"۔ جسپر میں آپ ہی کے الفاظ میں کہوں گا کہ
"افسوس ہے دعوے یا بیان بلا ثبوت ہے میرے خیال میں دعوے کے لئے ثبوت بھی درکار ہے جو آپنے نہیں دیا"
آخر میں جو آپنے کلام الٰہی کی صداقت کے لئے قوانین الٰہی کو گواہ ٹھیرایا ہے میرا
بھی اسپر صاد ہے میں نے تعلیم کے مقابلہ میں یہی کہنا تھا اگر میں کہتا تو شاید آپکو اس میں تردد ہوتا
ہے شکر ہے کہ آپ خود ہی اس کو گواہ ہان گئے لیجئے اب آپ اس گواہ کی گواہی بھی سنئے! لیکن اس شاہد
کی شہادت سے پہلے چند امور کا بطور اصول موضوعہ کے بیان کرنا بھی ضروری ہے:۔
(۱) خدائی مذہب اور تعلیم میں سب بنی آدم شریک ہیں سب کا انمیں مساوی حصہ ہے
جیسا اور قدرتی چیزوں میں سب برابر ہیں بلکہ دین الٰہی کا تقاضا یہی ہونا چاہیئے
کہ مجھے سب لوگ لیں اور میری ہدایت پر عمل کریں،
(۲) جو امر اور کام ایک فرد انسانی کرتا ہے دوسروں سے بھی ممکن ہے۔
(۳) ممکن کے فرض سے محال لازم نہیں آیا کرتا مثلاً ہم فرض کریں کہ زید
جس کی پیدائش ممکن ہے اسوقت پیدا ہو گیا ہے یا اُس کے گھر میں ایک بچہ کا پیدا
ہونا فرض کریں تو اس فرض سے کوئی امر محال لازم نہیں آئے گا؛
پس ان اصولوں کے لحاظ سے ہم ایکہزار سال تک ویدک مذہب کی اشاعت تمام
عالم میں فرض کریں اور یہ مان لیں کہ تمام بنی نوع انسان ویدک مت کے پابند ہو گئے
ہیں جیسا کہ اصول اول کا منشا ہے چونکہ بعض افراد انسانی کا نیک ہونا ہم دیکھ رہے ہیں کل
افراد انسانی کا نیک ہونا بھی ممکن ہے پس بموجب اصول دوم اگر تمام لوگ ویدک مت
کی ہدایت کے مطابق نیک پرش بنجاویں اور خوب ہی پابندی سے عمر گذاریں تو سوال ہے
کہ ایسی پابندی اور اشاعت تمام کا نتیجہ کیا ہوگا۔ تمام نیک لوگ بوجہ اپنی نیک کرداری کے
جیوناتما کے قالب میں نہیں جائیں گے اور جو گئے ہوئے ہیں وہ اپنی اپنی قید گزار کر بھوگ جونی
(قید خانہ) سے نکل آویں گے جس کا نتیجہ صاف اور صریح یہ ہوگا کہ نظام عالم بگڑ جاویگا
نیک بندوں کو بجائے کسی ارام اور آسائش کے سخت تکلیف ہوگی جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہوگا
کہ ہل جوتنے کو بیل نہ دودھ دینے کو گائے اور نہ شہد کے لئے مکھی نہ سواری کیلئے گھوڑا

وغیرہ جیسے ہونگے ایسی تکلیف کا تصور کرنے سے جو انسان کے دل پر صدمہ ہوتا ہے
ہر ایک شخص اندازہ کر سکتا ہے خدا کسی کو نہ دکھاوے پس یہ کہ ست کی تعلیم کا اثر یا تو
نظام عالم اور قوانین الٰہی کے خلاف ہے یا سب لوگوں کا نیک ہونا اسے منظور ہی نہیں بخلاف
تعلیم قرآن کے ہزار نہیں بلکہ تمام عمر کروڑہا سال تک سب لوگ اس کرنے میں اس سے نظام عالم کا
کوئی تنکا بھی نہیں بگڑتا پس یہ مختصر سا تعلیمی مقابلہ (جو میرے نزدیک بالکل واضح مقابلہ ہے)
سردست آپ کے غور کرنے کو کافی ہے آپ اسپر ضرور غور کریں لیکن براہ مہربانی اصل
تمہید ہی تقریر کو پہلے دیکھ لیں جسے میں آپ کی خاطر پھر عرض کئے دیتا ہوں الہامی کتاب
دعویدار بمنزلہ مدعی کے ہے اور الہامی کے حالات ادلہ کی تعلیم بمنزلہ دو گواہوں کے جبتک
کوئی کتاب خود دعویدار الہام ہو مصنف کے حالات کیسے اطمینان بخش کیوں نہ ہوں
یا تعلیم اس کی کیسی پاکیزہ کیوں نہ ہو وہ کتاب الہامی نہیں ہو گی ہاں یہ ضرور ہو گا
کہ اس کتاب کو اخلاقی کتابوں میں عزت سے رکھا جائے پس اگر آپ کو یہ تمہید ہی
مسلم ہے تو اسکی تسلیم سے اطلاع دیکر وید کا الہامی ہونا ثابت کریں اور قرآن کا الہامی ہونا مجھ سے
سنیں اور اسکی تسلیم سے انکار ہو تو باقاعدہ مدلل جواب دیں لیکن میرے بیان پر کامل غور
شرط ہے ایسا نہ ہو کہ آپ بغیر غور و فکر گل بکاؤلی کا قصہ پڑھنے لگیں + ابوالوفاء

ماسٹر صاحب نمبر (۲)

آپ سوال دوم میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ ا۔
"میں نے الہامی کتاب اور اس کے ملہم کو بمنزلہ ایک
مدعی کے کہا تھا اور اس کے چال چلن اور طرز معاشرت کو ایک گواہ اور اسکی تعلیم کو دوسرا
گواہ بتلایا تھا جب تک گواہ گواہی نہ دیں مدعی کا دعوے غیر ثابت ہے"
اور آگے چلکر آپ لکھتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ تعلیم ہی اس کی شہادت نہیں ہو سکتی
جبتک کہ دعوے الہام اور حالات ملہم ساتھ نہ ہوں ورنہ گلستان بوستان الہامی کتابیں ٹھہر جائینگی کیونکہ
یہ اخلاقی کتابیں ہیں پھر آپ تحریر کرتے ہیں کہ جس وجہ سے آپ گلستان بوستان یا ان جیسی
اور اخلاقی کتاب کو الہامی نہیں مانتے اسی وجہ سے ہم بھی کسی کتاب کی فقط عمدہ تعلیم سے اس کو

الہامی نہیں کہینگے جبتک کہ اُسکا لانیوالا دعویٰ نہ کرے اور مہم کے حالات معلوم نہ ہوں"
میں آپکا مشکور ہوں کہ آپنے دوبارہ اپنے مطلب کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے
آپکا یہ فرمانا کہ "الہامی کتاب اور اسکا مہم بمنزلہ ایک مدعی کے ہے"۔ میری سمجھ میں نہیں آتا
کسی انسان کی عقل الہامی کتاب اور اُس کے مہم کو ایک شے نہیں مان سکتی پس اگر آپ یہ
فرماتے کہ الہامی کتاب اور اس کا مہم دو مدعی ہیں تب تو ٹھیک تھا۔ لیکن الہامی کتاب
اور اسکے مہم کو مترادف سمجھ لینا درست نہیں الہامی کتاب میں جو کلام اور علم ہے وہ
خدا کی طرف سے مانا جاتا ہے لیکن مہم کے خیالات خدا کی طرف سے نہیں کہے جاسکتے پس
الہامی کتاب اور اس کے مہم کو ایک مساوی درجہ مدعی کا دینا درست نہیں ہے ورنہ خدا کی
کلام اور ایک انسان کا درجہ یکساں ہوجاوے گا جو کہ ہرگز نہیں ہوسکتا اس لیے میرے خیال
میں اگر آپ صرف الہامی کتاب کو بمنزلہ ایک مدعی کے قرار دیتے یا دیں تو درست ہے ورنہ
نہیں اول ضرورت تو یہ ہے کہ الہامی کتاب نے خود دعویٰ کیا ہو کہ میں خدا کی طرف سے ہوں
نہ کہ اسکا مہم کہے کہ یہ کتاب خدا کی طرف سے ہے پہلے درجہ پر الہامی کتاب کا دعویٰ ہے اور دوم
درجہ پر مہم یا کسی اور انسان کا دعویٰ ہوسکتا ہے لیکن دوم درجہ کو پہلے درجہ کے برابر بنا دینا
درست نہیں اور اگر آپ دونوں کا دعوے مساوی مانیں گے تو اس کے معنے یہ ہونگے
کہ آپ خدا اور انسان کا درجہ برابر مانتے ہیں یا یوں کہو کہ لاشریک خدا کا انسان کو شریک
ٹھیراتے ہیں خلاصہ مطلب کہ الہامی کتاب خود ایک اعلےٰ درجہ کا مدعی ہونا چاہیئے۔
اگر آپ اس بات کو تسلیم کرلیں کہ الہامی کتاب خود ایک مدعی ہے تو پھر میں آپ سے کہونگا
کہ گواہوں کے مسئلہ پر غور کیجائے آپ دو گواہ مانتے ہیں ایک مہم کے حالات دوسرا الہامی کتاب کی
تعلیم آپ مانیں گے کہ مہم کے حالات خارجی شہادت ہے اور الہامی کتاب کی تعلیم اندرونی
شہادت اور آپ جانتے ہیں کہ اندرونی شہادت جس کا دوسرا نام اصلی شہادت ہے
اور خارجی شہادت بمقابلہ اندرونی شہادت کے کمزور ہوا کرتی ہے میں اس امر کو
تمثیل دے کر عرض کردیتا ہوں اگر عدالت میں ایک شخص خود اقبالی ہوتا ہو
کہ میں نے اس صاحب کے دس روپے دینے ہیں تو حاکم کو ضرورت نہیں پڑتی کہ گواہ طلب کرے

لیکن جبکہ لینے والا کہتا ہو کہ میں نے اس سے دس روپے لینے ہیں اور دینے والا کہتا ہو کہ
نہیں دیئے تب خارجی گواہ کی ضرورت پڑتی ہے اور اس عدالت میں اگر ایک
خارجی گواہ شہادت اٹھی دو تو بیسیوں گواہ طلب کئے جاتے ہیں اور پھر بھی حاکم نہیں کہہ سکتا کیونکہ
وہ گواہ سوال میں اختلاف پاتا ہے) گو دراصل ماجرا کیا ہے کمزور انسان یا حاکم شاذ و قت کے
لئے ذہن سے یا کسی اور وجہ سے فیصلہ جیسا مناسب سمجھے کر دیتا ہے لیکن فیصلہ کر دینے پر بھی اگر حاکم کو قسم
دیکر پوچھا جائے کہ دراصل اس شخص نے اسکے روپے دینے تھے یا نہیں؟ اسکی بابت وہ کچھ نہیں کہہ سکتا
لیکن جب روپے دینے والا لینے والے کے بیان کی تصدیق صرف اپنی ایک اندرونی شہادت سے
کر دیتا ہے تو اس وقت حاکم کو ضرورت نہیں ہوتی کہ خارجی گواہیوں کے پیچھے بھاگے
خارجی گواہ کی طلب کرنے کے معنے یہ ہیں کہ حاکم لینے یا دینے والے کے بیانات میں اختلاف پاتا ہے
اب فرض کرو کہ میں قرآن کی بابت جانچتا ہوں کہ یہ الہامی ہے یا نہیں میں قرآن
کے اوراق الٹتا ہوں تو اس میں فرض کرو کہ لکھا ہوا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اگر مجھے
صرف اتنی بات سے کسی کتاب کو الہامی مان لینا ہو تو بس مجھے مان لینا چاہیئے لیکن اگر
میں شک کرتا ہوں تو مجھے چاہیئے کہ میں اور طرح سے اپنی تسلی کر لوں پھر قدرتی طور پر یہ ہوگا
کہ میں کہونگا کہ اگر تم خدا کی طرف سے ہو تو بتلاؤ کہ خدا کی صفات کیا ہیں؟ خدا نے نجات کا کیا
فلسفہ بتلایا ہے؟ خدا نے دنیا کس سے بنائی وغیرہ وغیرہ یہ سوالات میں قرآن ہی پر کرتا ہوں
اور فرض کرو کہ قرآن ان سوالات کا کچھ جواب دیتا ہے اب وہ جوابات جو قرآن دیتا ہے
درست ہیں یا غلط؟ ان کی آزمائش میں اپنی عقل اپنے علم اور اپنے تجربہ سے کرتا ہوں اگر میں دیکھتا
ہوں کہ قرآن کی تعلیم میری عقل وغیرہ کے خلاف ہے تو میں کہتا ہوں کہ تمہارے کہنے سے کیا ہوتا
ہے؟ تم کہتے جاؤ میں الہامی ہوں کون عقلمند تم کو مان سکتا ہے؟ اس حالت میں جبکہ میں
اپنے لئے قرآن کا فیصلہ کرتا ہوں تو جن سے میں مدد لیتا ہوں وہ عقل علم اور تاریخ وغیرہ
وغیرہ ہیں لیکن اگر علم و عقل یا قانون قدرت کے خلاف تعلیم دیتا ہوا قرآن کہے کہ میرے
ماننے والے سے میری بات پوچھ لو تو میں کہونگا کہ جب ہم سونے کو کسوٹی پر ضرب دے
کر دیکھ لیتے ہیں کہ پیتل ہے تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ جس کا سونا ہے یعنی صرف کی بات کا اعتبار

کردوں کہ یہ سونا ہے نہ کہ پیتل صراف کا کہنا میرے لئے کوئی دلیل سونے کے اصلی ہونے کی نہیں ہو سکتی بلکہ کسوٹی مخالفت کر رہی ہے اس لئے صراف کے ایک بیان کو سچ ثابت کرنے کے لئے دوبارہ صراف کا ہی بیان ضروری نہیں بلکہ کسوٹی ضروری ہے پس قرآن کا لانیوالا اگر کہے تو بھی بیشک کہ قرآن کی اندرونی شہادت یا اس کے اپنے استدلال یعنے اسکی تعلیم کی اپنی عقل وغیرہ کی کسوٹی سے جانچ نہ کرلیں تو نہیں مان سکتے صراف دوسرے صراف کو رشوت دیکر بطور گواہ کے لا سکتا ہے لیکن صراف کسوٹی کو رشوت نہیں دے سکتا اور کسوٹی کیا ہے؟ کسوٹی قدرتی رشوت لینے والا پیمانہ سمجھنا چاہیئے سو صراف ایک طرف کیوں نہ ہوں ان سب کو ایک کسوٹی کا فیصلہ ماننا پڑے گا اس لئے کسوٹی کا فیصلہ قطعی اور سچا ہے کہ صرافوں کی گواہیوں کی تعداد اب قرآن کہتا ہے کہ میں الہامی کتاب ہوں ہم کہتے ہیں کہ اچھی بات

قرآن میں خدا کی طرف سے ہوں اور مثل کھرے سونے کے ہوں۔

محقق[1] بہت خوب۔

قرآن میرے لانے والے لینے صراف سے میری بابت پوچھئے!

محقق اب صراف سے پوچھنے کی دوبارہ ضرورت نہیں ہم رشوت نہ لینے والی بیٹھا کسوٹی لاتے ہیں اور اس سے تمہاری آزمائش کرتے ہیں۔

قرآن جبکہ میرے لانیوالے کی سوشل لائف اور دیگر حالات زندگی بتلا رہے ہیں کہ میں خدا کی طرف سے ہوں تو آپ کسوٹی کیوں لاتے ہیں؟

محقق۔ اگر تم کھرے سونے ہو تو گھبراؤ نہیں قانون قدرت اور علم وعقل کی کسوٹی سے تمہارا امتحان کرتا ہوں اور اگر اس کسوٹی نے فیصلہ کر دیا کہ تم کھرے سونے ہو تو خارجی شہادتوں کی ضرورت نہیں۔

قرآن اگر میری تعلیم کو علم وعقل اور قانون قدرت کی کسوٹی سے پرکھنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی کہیں میرا رتبہ گلستاں بوستاں کا سا نہ کر دینا۔

محقق۔ اگر تم پچاس روپیہ تولہ کے سونا ہو تو تم کو کوئی پندرہ روپیہ درکار نہیں

[1] ناظرین یہ محقق لینے حقہ نوش ہے نہ تحقیق کنندہ (مینجر)

بنا سکتا۔ گلستان بوستان کا خیال مت کرو کسوٹی سب فیصلہ کر دیگی ؛

قرآن۔ بھائی کسی کتاب کو فقط عمدہ تعلیم سے الہامی نہیں کہنا جبتک کہ اس کا لانیوالا دعوے نہ کرے اور علیم کے حالات معلوم نہ ہوں۔

محقق۔ تمہارا لانیوالا اور اس کے حالات تمہارے گواہ بے شک رہیں ہم اسکی پرواہ نہیں کرتے لیکن تم کھرا سونا ہو یا نہیں اس کا فیصلہ تو ہمارا علم و عقل اور قانون قدرت کی کسوٹی کرے گی ؛

قرآن آگے تو جس نے مجھے سونا مانا میرے کہنے اور میرے صراف کے کہنے سے ہی مان لیا۔ لیکن خدایا یہ عجیب آدمی ہے جو علم و عقل اور قانون قدرت کی کسوٹی سے مجھے پرکھنا چاہتا ہے ؛

خلاصہ مطلب یہ کہ علیم کے حالات کو الہامی کتاب کی تعلیم پر ترجیح نہیں دے سکتے پس الہامی کتاب کی تعلیم اُس کے الہامی ہونے کا اندرونی گواہ ہے اور اس گواہ کے بیان کو جانچنے کے لئے قانون قدرت اور علم و عقل ذریعہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب تک گواہ گواہی نہ دیں مدعی کا دعوے غیر ثابت ہے۔ اس کے متعلق میں نے عرض کر دی کہ تعلیم ہی کافی گواہ ہو سکتا ہے اور جب جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ مدعی خود ہی اقبال کرے اور ایک بے خطا گواہ اسکے اقبال کی تائید کرے تو پھر دُنیا بھر کی یا اِدھر اُدھر کی گواہیاں ڈھونڈنا لاحاصل ہو جاتا ہے اور جو آپ نے فرمایا کہ تعلیم ہی اس کی شہادت نہیں ہو سکتی جبتک کہ دعوے الہام درصورت مہم ساتھ نہ ہو اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ تعلیم ہی کافی شہادت ہو سکتی ہے ہاں دعوے الہام کا اس کتاب میں ہونا بھی درست ہے۔ لیکن حالت مہم غیر ضروری ہے اس لئے ان کو رد کر دیا جاتا ہے۔

رہا یہ خطرہ کہ اگر کسی کتاب کا الہامی ہونا محض اُس کی عمدہ تعلیم سے ہی جانچا جائیگا تو پھر گلستان بوستان جو کہ بقول مسلمانوں کے اعلےٰ درجہ کی اخلاقی کتابیں ہیں الہامی ٹھہریں گی میرے خیال میں یہ خطرہ مسلمانوں کے لئے ہے نہ کہ آریوں کے لئے اگر میرے گھر میں سونا ہو اور مولوی صاحب کے گھر میں بھی تو میں دونوں کو سونا کہونگا۔ اگر گلستان بوستان میں

(بقول آپکے) اعلےٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم ہے تو میں اس تعلیم کو اگر وہ بالکل سچ ہو تو اہم کا جزو کہنے کے لئے تیار ہوں کیونکہ اگر گنگا سے نہر نکالی جائے تو میں کہنے کو تیار ہوں کہ اس نہر میں بھی گنگا سا پانی ہے یا گنگا کا ہی پانی ہے ٹھیک اسیطرح گلستان بوستان اخلاق محسنی وغیرہ کوئی کتاب کیوں نہ ہو اگر اس میں بالکل سچائی کی تعلیم ہے تو میں بڑی خوشی سے کہونگا کہ یہ تعلیم وید کے سرچشمہ سے جو کہ جملہ سچائیوں کا منبع ہے نکلی ہے اور اسوجہ سے برابر وید کی ہے ہمارا تو سراسر دعویٰ ہی یہ ہے کہ دنیا بھر کی کتابوں میں جو جو سچائی ہے وہ وید کی ہے اور جو جو جہوٹ یا خلاف علم و عقل باتیں ہیں وہ ان کے بنانے والے مصنفوں کے اپنے انسانی خیالات ہیں میں افسوس کرتا ہوں کہ میں گلستان کو جس میں لکھا ہے کہ "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز" کبھی اعلےٰ درجہ کی اخلاقی کتاب کہنے کو تیار نہیں ہوں لیکن بایں ہمہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ گلستان بوستان میں بھی جو چند سچائیوں کی تعلیم دی گئی ہے وہ وید کی تعلیم ہے اور جو جو ان میں دیگر باتیں ہیں وہ سعدی صاحب کی اپنی طرف سے ہیں خدا کی کلام اور خدا کے علم کا ہی دوسرا نام وید ہے۔

یہاں پر ایک اعتراض میں خود ہی اٹھا کر اس کا جواب دینا چاہتا ہوں فرض کرو کہ کوئی کہے کہ اقلیدس یا علم حساب کی ایک کتاب میں کوئی بھی بات علم و عقل کے خلاف یا جھوٹ نہیں ہے تو کیا اقلیدس بھی الہامی وید کی طرح ہو گئی؟

جس کا جواب یہ ہے کہ اس میں جو سچائی کے اصول ہیں وہ تو برابر وید سے اخذ کئے گئے ہیں اور وید ہی کی تعلیم ہے لیکن وید کے ایک منتر کی تشریح گو وید کے مخالف نہ ہو لیکن وید ہی نہیں کہی جا سکتی پس سچے سائنس اور سچے علم حساب کی کتابوں میں جو سچے اصول بیان کئے گئے ہیں وہ وید کے ہی اصول ہیں۔ لیکن جو ان اصولوں کی تشریح موٹی عقل کے آدمیوں کو سمجھانے کے لئے کی گئی ہے وہ تشریح وہ الہامی وید نہیں ہے جس طرح کہ سوامی جی کی وید کی تفسیر گو وید کے مدعا کو ظاہر کرنیوالی ہے اور اسکے مطابق ہونے سچی ہے لیکن وہ تفسیر وید نہیں ہو سکتی البتہ وید کی تشریح ہے اسی طرح پر جملہ سچے علوم کی کتابیں جو آپ دنیا میں پاتے ہیں وہ سب وید منتروں کی تفسیریں ہیں

اور ان میں جو جو سچائیاں ہیں وہ سب وید کی ہیں۔

اس بات کو پڑھ کر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ کیا وید کے دس منتروں کا لفظی اور ٹھیک ٹھیک ترجمہ کر کے اس کی اگر ایک کتاب چھپوا دی جاوے تو یہ کتاب وید کہلائیگی یا نہیں؟ کیونکہ اس میں جو سچائی کے اصول ہیں وہ سب وید کے اصول ہیں بلکہ یہاں تک کہ لفظی ترجمہ ہی ہیں تو اس حالت میں ہم کہونگا کہ بے شک اس کتاب میں وید کی پوری تعلیم تو موجود ہے لیکن پھر بھی وید نہیں اب معترض پوچھ سکتا ہے کہ یہ کیا بات ہوئی؟ میں کہونگا کہ وید کے شبد ارتھ اور سمبندھ کا نام ہے یعنے ملفوظات ان کے معانی اور ان کا باہم تعلق اس لئے چونکہ اس کتاب میں وید کے شبد (ملفوظات) موجود نہیں ہیں اس لئے یہ وید نہیں ہے۔

میں نے جو مولوی صاحب سے الہام کی تعریف پوچھی تھی وہ اسی غرض سے کہ مولوی صاحب کو سوچنے کا موقع دے سکوں کہ ہم لوگ الہام کو کیا مانتے ہیں دیگر مذاہب کے پیرو یا الہام کے ماننے والے مثلاً محمدی یا عیسائی ہماری طرح الہام کی تعریف نہیں مانتے وہ صرف تعلیم یا ہدایت کو یا دوسرے معنوں میں علم کو تو خدا کی طرف سے مان لیتے ہیں جس کو وہ وحی انگذن وغیرہ یا الہام کے نام سے پکارتے ہیں لیکن ہم جہاں سچے علم کو خدا کی طرف سے مانتے ہیں وہاں اُن زبان یا اس ملفوظات کو بھی جن میں وہ علم ظاہر ہوتا ہے الہامی یعنے خدا کی طرف سے مانتے ہیں گویا ہم علم اور زبان اور ان کے تعلق کو وید یا الہام کہتے ہیں ہمارے مسلمان بھائی زبان کو الہامی نہیں مانتے وید کی تعلیم جہاں الہامی ہے وہاں وہ الفاظ جو وید میں پائے جاتے ہیں وہ بھی الہامی ہیں پس فرض کرو کہ گلستان و بوستان بالکل سچائی کی تعلیم دیتی ہیں تو میں یہ دوبارہ کہتا کہ یہ تعلیم وید کی ہے لیکن گلستان بوستان چونکہ وید کی زبان یعنے الہامی زبان میں نہیں ہیں اسوجہ سے یہ وید یا الہامی نہیں ہو سکتیں لیکن ان کے وید کے مطابق یا وید کی تفسیر یا تشریح ہونے میں (بشرطیکہ ان کی تعلیم بالکل سچائی پر ہو) کچھ شک نہیں۔

آپ وید کا منتر بمعہ ترجمہ کے طلب کرتے ہیں جس سے کہ وید کا دعوے کہ میں خدا

کی طرف سے ظاہر ہوئے جائے یجیے عرض کرتا ہوں ؛

بجروید ادھیائے ۳۱ کا ساتواں منتر دیکھو) منتر یہ ہے ۔

तस्माद्यज्ञात्सर्व हुत ऋचः सामानि जज्ञिरे
छन्दा ꣳ सि जज्ञिरे तस्माद्यजु स्तस्मादजायत॥

وست چت انند وغیرہ اوصاف سے موصوف سب جگہ بھرپور پرش سب کی پرستش اور اوپاسنا کے لائق اور سرب شکتیمان جو گیہ پرماتما ہے اُسی سے رگوید یجروید سام وید اور اتھروید چاروں ویدوں کا پرکاش (الہام) ہوا ؛"

सर्वहुत سرو ہت ۔ یہ لفظ ویدوں کی صفت بھی ہو سکتا ہے اسلئے کہ وے (ویدیں) سب انسانوں کے حاصل کرنے کے لائق ہیں ۔ जज्ञिरे جگیرے اور अजायत اجائت یہ دو کریا (ایک ہی معنے دینی والی) اس لئے آئی ہیں کہ ویدوں میں انیک ودیاؤں کی موجودگی ظاہر کی جاوے ۔

تسمات پد دوبار آیا ہے اس بات کے بتلانے کو کہ ایشور ہی سے ویدوں کی اُتپتی (پیدائش) ہوئی ہے ۔ اس کے علاوہ اتھروید - کانڈ ۱۰ - پرپاٹھک ۲۳ - انوواک ۲ منتر اس بات کو کہ چاروں وید خدا کا گیان اور اُس سے نازل ہوئے ظاہر کرتا ہے (دیکھو رگوید آدی بھاش بھومکا کا اردو ترجمہ مصنفہ لالہ منشی رام صفحہ ۱۱ و ۱۲)

آگے چل کر اب اِدھر اُدھر کی باتیں لکھ کر تحریر فرماتے ہیں کہ - جو آپنے عربی زبان کے متعلق تقریر کی ہے میرے مضمون سے خارج ہے اس لئے میں اس کا جواب دینا اپنا فرض نہیں جانتا ؛

امید ہے کہ مولوی صاحب اس مضمون کو جو میں اوپر لکھ آیا ہوں پڑھتے ہوئے اس میری پہلی تحریر کو دوبارہ پڑھ لیں گے اور ضرورت محسوس کریں گے کہ اس کا جواب دینا ضروری ہے کیونکہ ہم آریہ لوگ زبان کو الہامی مانتے ہیں ہاں اگر آپ جواب نہ دیں گے تو میں سمجھ لونگا کہ آپ ٹالتے ہیں (جس کتاب کا آپنے حوالہ دیا ہے وہ میرے پاس نہیں ہے) آگے چل کر آپ نے لائف آف محمد کا ذکر چھیڑا ہے ۔

حضرت محمد جی کو ہوئے غالباً چودہ سو برس سے زیادہ نہیں گزرے لیکن اس عرصہ میں کوئے کروڑ ارب برس گزر چکے اور کئی کروڑوں برسوں سے حضرت انسان اس سیارہ پر بود و باش رکھتا ہے اگر الہام کی ضرورت گمراہ ملک عرب کو تھی تو لکھوکھا انسانوں کو جو حضرت جی سے پہلے ہو چکے ہیں کیا نہ تھی؟ اگر نہ تھی تو حضرت صاحب کے وقت میں بھی نہ ہونی چاہیئے اس لئے جہاں آپ الہام کے دیگر پہلوؤں کو سوچتے ہیں وہاں اس بات کا بھی خیال کر لیجئے کہ الہام کا کون سا وقت ہو سکتا ہے ہمارا دعوے یہ ہے کہ انسانی پیدائش کے وقت پرانے فنون کو زبان اور علوم اور اُن کے تعلقات جاننے کے لئے الہام کی ضرورت تھی اور وہ ضرورت اس خداوند تعالےٰ نے جس نے ہادی آنکھوں کے لئے سورج کو بنایا پوری کی بقول مسلمانوں کے لکھوکھا آدمی گمراہی میں مر گئے اور درمیان میں اللہ میاں کو الہام کا خیال آگیا وہ کتاب کبھی الہامی نہیں ہو سکتی جو ابتداء آفرینش میں نازل نہ ہوئی ہو قرآن جو کہ انجیل کے بعد بنا ہر گز الہامی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن کی تعلیم سے بڑھ کر علم و عقل کی ترقی دنیا میں موجود تھی سچین ہندوستان مصر یونان وغیرہ وغیرہ نہایت اعلےٰ شائستگی کے معراج پر بغیر قرآن کی خواہ کے پہونچ چکے تھے لیکن وید کی تعلیم ان سب ملکوں کی ترقیوں کا مخزن تھی کیونکہ وہ ابتدائے آفرینش کے وقت پر نازل ہوئی تھی جب حالت یہ تو لائف آف محمد یا لائف آف کرائسٹ کا سچے الہام سے کیا واسطہ ہے؟

میں افسوس کرتا ہوں کہ آپ سوامی جی اور محمد جی کی زندگی کے مقابلہ سے ڈر گئے میں نے کسی کی زندگی پر حملہ نہیں کیا۔ کیا دن کو دن اور رات کو رات کہنا کسی پر حملہ ہو سکتا ہے؟ کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ محمد جی دنیا دار اور کئی دفعہ شادی شدہ اور اُس کے مقابلہ پر سوامی جی تارک الدنیا[۱] اور مجرد تھے مگر میں اس بات پر زور نہیں دیتا۔ کیونکہ محمد جی یا سوامی جی کی زندگی کا مقابلہ الہام سے کچھ تعلق نہیں رکھتا آپ نے چونکہ لائف آف محمد کا ذکر کیا تھا اس لئے مجھے بھی کہنا پڑا ورنہ مجھے خاص ضرورت نہ تھی۔

[۱] اس کے متعلق نوٹ صفحہ ۹ دیکھو

آگے چل کر جو آپنے چند اصول موضوعہ لکھے ہیں ان کو بغیر بحث کئے قائم کر لینا آپ کے اور میرے لئے دشوار نہیں ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں ہر ایک کے متعلق گفتگو کروں ورنہ رہنے دوں جب میں ان اصولوں کا آپکی طرح قائل نہیں ہوں تو میں کیونکر اس غیر ضروری اور سراسر خارج از بحث مضمون کا جو کہ آپنے چھیڑ دیا ہے جواب دوں لیکن اگر آپ دوبارہ ارشاد فرما دیں تو جواب دینے کو تیار ہوں۔ میں حیران ہوں کہ اس خشک لطیفہ کو جو آپ کا ہی طبزاد ہے آپنے کیونکر "مختصر سا تعلیمی مقابلہ" کا نام دیدیا میں درخواست کرتا ہوں کہ آئندہ مولوی صاحب "قاضی کو خبر کا اندیشہ" کے لطیفے چھوڑ کر اصل مضمون سے باہر نہیں جائیں گے

آپ بے شک قرآن اور وید کی تعلیم کا پہلو بہ پہلو مقابلہ کیجئے لیکن اس کے لئے نادرشاہی طریق جو آپنے استعمال کیا ہے اختیار نہ کیجئے۔ بلکہ حسب ذیل طریق کو پسند فرمائیے:-

فرض کرو کہ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ قرآن اور وید نے خدا اور اُس کی صفات کی بابت کیا تعلیم دی ہے؟

	اس کے مقابلہ پر	
وید منتر جس سے خدا کی صفات ظاہر ہوں۔		قرآن کی آیت جس سے خدا کی صفات ظاہر ہوں۔
وید منتر کا مستند ترجمہ		قرآن کی آیت کا مستند ترجمہ
ترجمہ کی ضروری تشریح منجانب آریہ		ترجمہ کی ضروری تشریح منجانب مولویصاحب
نتیجہ وید منتر کی تعلیم کا آریہ کے الفاظ میں		نتیجہ قرآنی آیت کی تعلیم کا مولوی صاحب کے الفاظ میں

اگر آپ کا دل چاہتا ہے کہ اس بات کا مقابلہ کیا جاوے کہ وید کی اشاعت سے انتظام عالم درہم برہم ہو جائیگا یا ہو جانیکا احتمال ہے اور قرآنی تعلیم سے ایسا احتمال نہیں ہے تو براہ مہربانی قاعدہ مذکور کے مطابق کارروائی کیجئے یعنے اول قرآن کی آیت اور اس کا ترجمہ اور اس کا نتیجہ پیش کر کے بتلا دیں کہ دنیا کے انتظام کی بابت قرآن کیا تعلیم دیتا ہے پھر مجھ سے پوچھئے کہ اس کے متعلق وید کی کیا تعلیم ہے پھر دونوں کا مقابلہ کیجئے! اور علم

سلہ آخری پرچہ میں ترچکے سے مان لئے۔ جو ترمیم کی وہ بھی نہ کرنے جیسی (مینجر)

عقل اور قانون قدرت کی کسوٹی سے آزمائیے! جو ناقص ثابت ہوں اس کو ناقص اور جو افضل ثابت ہوں اس کو افضل کہنے کا حوصلہ رکھیے۔

آپ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ بخلاف تعلیم قرآنی کے ہزار سال نہیں بلکہ تمام عمر کروڑ ہا سال تک سب لوگ اس کو مانیں اس سے نظام عالم کا کوئی تنکہ بھی نہیں بگڑتا اس کے متعلق میرے مختصر سے چند اعتراض ہیں:-

(الف) یہ کس قرآن کی آیت کا ترجمہ ہے؟ براہ مہربانی وہ آیت بمعہ مستند ترجمہ کے پیش کیجیے۔

(ب) نظام عالم کو قائم رکھنا کیا قرآنی خدا کا منشا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی خدا تو سب کو بگاڑتا ہے کیونکہ سورۃ بقرہ میں صریح ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وغیرہ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا لوگوں کو گمراہ کرتا ہے جب اللہ میاں ہی سب کو بگاڑنے والے ہیں تو پھر یہ کہنا کہ قرآنی تعلیم کی رو سے عالم کا انتظام نہیں بگڑتا۔ چہ معنے دارد؟ عالم خونریزی وغیرہ کی تعلیم قرآن شیر مادر کی طرح دے رہا ہے لیکن آپ نظام عالم کو برقرار رکھنے کے لئے اس کی تعریف کر رہے ہیں شیطان اور اسکے کام بھی قابل غور ہیں شیطان اکیلا ہی مسلمانی خدا کے سلسلہ انتظام کو اب تک بگاڑتا رہا اور اس کے بندوں کو گمراہ کر رہا ہے لیکن حسن انتظام کی خوبی ہے یا یہ کہ خدا نا قابل ہے کہ اپنی حکومت سنبھال سکے یا اس کا بال بیکا کر سکے لیے شیطان کی موجودگی میں جسنے خدا کا بھی دم ناک میں کر رکھا ہے آپ کا نظام عالم کا فخر کرنا واقعی حیرت انگیز ہے۔

(ج) آپنے جو اصول مرقومہ گھڑے ہیں بتلایئے؟ کہ قرآن کی رو سے اور شیطان کی موجودگی میں وہ کیونکر قائم ہو سکتے ہیں؟ کیا قرآن میں ان اصولوں کی تعلیم دی گئی ہے؟ ان اصولوں کو کہیں شیطان تو نہیں بگاڑ دیتا؟ اس کا خیال کر لیجیے شیطان کو مان کر نظام عالم بگاڑنا حیرانی ہے[1]۔

(د) اگر بقول آپکے تمام عمر اور کروڑ ہا سال تک سب لوگ اس کو مانیں (حالانکہ شیطان مانع ہے) تو نظام عالم کا تنکا بھی نہیں بگڑے گا تو لازم ہے کہ قرآن کا قیامت کی

[1] کیسے دور از فہم سوال ہیں۔ منیجر

تعلیم دینا غلط ہوا یا تو آپ کا کہنا غلط ہوگا یا قرآن کا ہم تو آج تک سنتے تھے کہ قرآن میں قیامت کا ذکر ہے لیکن یہ نئی ایجاد مسلمانی دنیا میں آپ ہی کر کے دکھائی کہ نظام عالم کا تنکا بھی نہیں بگڑے گا گویا قیامت کبھی نہیں آئے گی اور جب قیامت نہیں ہوگی تو دور کسپر دوروں کو اعمال کا ثمرہ کیسے اور کب ملیگا؟ اور قیامت اگر ہوگی تو آپ کا فخر کردہ نظام عالم ایسا بگڑیگا کہ پھر کبھی سدھر نہیں سکیگا لیکن مسلمانی نظام عالم اس دنیا کیلئے ہی نہیں بلکہ دوزخ اور بہشت میں بھی ہوگا شاید قرآنی خدا کی حکومت کے ماتحت اعلیٰ اسکالرشپ مقابلہ بھی ہوگا اور شاید اس انتظام کی خرابی کا ہی نتیجہ ہوگا کہ ایک آدمی کو جس نے چند سالوں کی زندگی میں گناہ کیا اس کو ہمیشہ کے لئے دوزخ نصیب ہوگا دنیا میں تو جس کا ابتدا ہوتا ہے اس کا انتہا ہوتا ہے۔ لیکن قرآنی منتظم خدا کے کیا کہنے یعنے دوزخ میں لوگوں کے جانے کا تو آغاز ہو خاتمہ کبھی نہیں کسی نے سچ کہا ہے کہ ؎

اندھیر نگری چوپٹ راجہ ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا

مولوی صاحب نمبر (۳)

دعا! اے خدا! ہم کو ظاہری بینائی بخشنے والے! باطنی روشنی بھی عطا کر!

ماسٹر صاحب! پہلے میں ان الفاظ کی نسبت جو آپنے تقلید پنڈت لیکھرام لکھے ہیں افسوس کرتا ہوں۔ ہمارا ارادہ تھا کہ ان الفاظ کی نسبت آرین ریفارمروں سے استفتاء کریں گے مگر افسوس ؎

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کرینگے فریاد وہ بھی کمبخت تیرا چاہنے والا نکلا

چونکہ میں خدا کو وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ مانتا ہوں اسلئے میں آپکے جواب میں آریوں کا خدا۔ ہندوؤں کا خدا۔ کافروں کا خدا۔ وغیرہ وغیرہ ناجائز الفاظ کا استعمال کرنا موہم شرک جانتا ہوں اگر بھولے سے کبھی ہو گیا تو خدا معاف کرے۔

میرے پیارے ماسٹر! آپ جانتے ہیں کہ ہماری گفتگو محض دوستانہ اور ہمدردانہ ہے ایسے موقع پر (چونکہ آپ ماسٹر رہ چکے ہیں) ایسے الفاظ سے کام لینا جو مخاطب کی توجہ

کو انتقام لینے کی طرف مائل کریں اور فہم مطالب سے ہٹا دیں ہرگز درست نہیں ؛

مجھے شبہ ہوتا ہے کہ یا تو (بقول آریہ سماج) پنڈت مذکور کی روح آپ میں حلول کر گئی ہے یا کوئی مشیر خاص آپ کو ایسے الفاظ کے لکھنے پر مجبور کرتا ہے یا آپ چاہتے ہیں کہ یہ خاکسار بھی اپنی عادت کے خلاف اس طرف متوجہ ہو تاکہ اصل مقصود سے دور ہو جائے میں مسیح عرض کرتا ہوں کہ میں بھی ایک انسان ہوں اور عموماً وہی خصلتیں (ایذا دہی وغیرہ مجھ میں بھی ہیں) مگر چونکہ خدا کی سچی کتاب کو اپنا پیشوا جانتا ہوں جو عام طور پر مناظرات میں بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (مناظرہ بہت اچھے طریق سے کیا کرو) کی ہدایت کرکے جو شیلے بندوں کو راہ راست پر لاتی ہے اس لئے میں ایسے الفاظ کو جن سے میرے مخاطب کی دلشکنی ہو استعمال کرنا کسی طرح پسند نہیں کرتا ؛

بہر حال آپکے مضمون کے قطع نظر اس سے کہ آپنے میری کئی باتوں کے جوابات نہیں دیئے یا ناحق رخنے کرکے بالترتیب جواب دیتا ہوں ؛

(۱) الہامی کتاب کا مدعی ہونا ضروری ہے ہم کو اس کے دعوے میں شریک کرنا درست نہیں ورنہ چونکہ الہامی کتاب خدا کا علم ہے اگر اس میں ہم کے دعوے کو جز بنا دیں تو گویا خدا سے شرک لازم آتا ہے ؛

(۲) اندرونی شہادت اصل شہادت ہے مدعی اگر اقرار کرلے تو حاکم کو یقین ہو جاتا ہے گواہ خارجی اگر کتنی ہی گواہی دیں حاکم کو یقین کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا ؛ پس معلوم ہوا کہ اصل شہادت اندرونی شہادت ہے ؛

(۳) سچی کتاب (قرآن ہو یا وید) کی پہچان اس کی تعلیم موافق عقل اور علم ہے اگر اسکی تعلیم درست نہیں تو لاکھوں الہام ہی کیوں نہ دعوے کرے ہرگز صحیح نہیں ۔ دعوے کتاب در بارہ الہام ضرور مگر الہامی شخص کے حالات

دریافت ہونے ضروری نہیں۔

(۴) گلستاں بوستان وغیر اخلاقی کتابیں اگران میں سستی ہے اور نیز تمام دنیا کے سچے قاعدے جتنے اکہ اقلیدس وغیرہ بھی وید ہی سے نکلے ہوئے ہیں۔ چونکہ گلستاں میں دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز کا فقرہ بھی ہے اس لئے میں (ماسٹر صاحب) اُسے اخلاقی کتاب نہیں کہہ سکتا۔

(۵) وید نام ہے لفظ و معانی کا ہمارے نزدیک جو کتاب الہامی ہو اس کی زبان بھی الہامی ہے گلستاں بوستان چونکہ وید کی زبان (سنسکرت) میں نہیں اس لئے وہ الہامی نہیں۔

(۶) وید کا مترجم جس سے وید کا دعوے الہام ثابت ہو وہ لفظ "پرکاش" ہے جس کو بریکٹ میں (الہام) لکھا ہے۔

(۷) پیغمبر اسلام سے پہلے لکھوکھا آدمی گزرے ہیں ان کو الہام کی ضرورت نہ تھی؟ ملک عرب کو ہی حضرت کے زمانہ میں ہوئی؟ پہلے لوگوں کو خدا نے گمراہی میں کیوں رکھا؟ قرآن سے بڑھ کر اس وقت علم کی ترقی۔ ہند۔ چین۔ مصر یونان وغیرہ میں تھی۔

(۸) آپ (مولوی صاحب) نے جو اصول بانده کر قرآن اور وید کا تعلیمی مقابلہ کیا ہے۔ مجھے وہ اصول منظور نہیں اگر آپ اجازت دیں گے تو میں اُنپر بحث کرونگا۔ آپ (خاکسار) نے جو تعلیمی مقابلہ کیا ہے مطلب سے باہر ہے۔

(۹) قرآن اور وید کا مقابلہ کرنا ہے تو خدا کی صفات سے چل کر بالترتیب مقابلہ کریں ہر دعوے پر آیت قرآنی دیں اور وید منتر لیں۔

(۱۰) خدا لوگوں کو گمراہ کرتا ہے شیطان کو پیدا کر رکھا ہے جو خدا سے ہر بات میں مقابلہ کرتا ہے نیز قرآن خونریزی کی تعلیم دیتا ہے کیا اس سے نظام عالم نہیں بگڑتا؟ تعلیم قرآن سے نظام عالم کا نہ بگڑنا کس آیت

نسترآنی کا نتیجہ ہے؟ نظام عالم قائم رہنے سے قیامت کا ہونا غلط ہوتا ہے۔

یہ ہے آپکے مضمون کا خلاصہ۔ اب فقیر کی گزارش سنئے!۔

فقرہ اول کا جواب یہ ہے کہ دعوے تو الہامی کتاب ہی میں ہو مگر چونکہ الہامی کتاب مہم کے منہ سے نکلی ہوگی اس لئے اس دعوے میں مہم کو بھی شریک کہہ دینا صحیح ہے خاص کر منکر کے مقابلہ میں جو اس الہامی کتاب کو اس الہامی شخص ہی کی تصنیف کہتا ہے میرے اس مطلب کا قرینہ میرے پہلے پرچہ میں موجود ہے جہاں میں نے صرف الہامی کتاب کو مدعی کہا ہے آپنے اسپر غور نہیں کیا۔ اصل دعوے تو کتاب ہی کا ہے مگر مہم کے منہ سے نکلنے کی وجہ سے اس کا بھی کہلا سکتا ہے۔

فقرہ دوم میں تو آپنے سخت غلطی کھائی ہے کہ اقرار اور شہادت میں فرق نہیں کیا۔ بھلا بتلا دیں اگر کوئی شخص آپ پر اور اس خاکسار پر نالش کر دے اور یہ عاجز حاکم کے سامنے اقرار کرے کہ بیشک میں نے اور ماسٹر صاحب دونوں نے اس شخص کا دینا ہے تو کیا میرا بیان آپ پر حجت ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں آپ کو اسمیں شبہ ہو تو کسی وکالت پیشہ دوست سے دریافت فرمالیں کہ ایک ملزم کا بیان یا مدعی علیہ کا اقبال دوسرے پر الزام دہ نہیں ہو سکتا۔ الہامی کتاب کی تمثیل میں (جو اپنا بیان دوسروں پر لازم کرنا چاہتی ہے) ایسے شخص کی مثال دینا جسکا بیان دوسرے کے حق میں کچھ بھی اثر نہ رکھتا ہو غالباً فہم سے بعید ہے مجھے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ آپ وقت تحریر انصاف سے کسی قدر علیحدہ ہو کر بیٹھتے ہیں۔ ورنہ ایسی لغزش غلطی آپ جیسے فہیم سے مشکل ہے علاوہ اس کے میں تو خود اندرونی شہادت یعنے تعلیم کو ایک گواہ مان چکا ہوں بلکہ آخری فیصلہ اسی کے بیان پر رکھتا ہوں۔

ماسٹر صاحب! آپ کتنا ہی میرے بیان کی مخالفت کرنا چاہیں انشاء اللہ آپ کو بغیر اس کے راہ نہیں ملے گی۔ میرا بیان بالکل انصاف کی راہ ہے۔

فقرہ سوم میرے کسی طرح خلاف نہیں ہاں الہامی کے حالات بتلانے سے آپ کا انکار بے جا ہے۔ بھلا ماسٹر صاحب! جبکہ آپ صرف تعلیم ہی کو معیار صداقت بتلاتے ہیں اور ملہم کے حالات سے بحث نہیں کرتے تو کیا ایک شخص دنیا دار کے کمانے کی غرض سے کسی کتاب میں سچی تعلیم لکھ کر الہامی ہونے کا دعوے کرے اور آریہ سماج میں ایک نسخہ بھیجکر کے سند پیش کرنے لگے۔ گو اس کے حالات کیسے ہی دنیا دار کے کیوں نہوں تو کیا آپ اس کی کتاب کو صرف اسکی پاکیزہ تعلیم سے الہامی مان لینگے؟ ماسٹر صاحب! آپ اسپر غور کریں کہ کسی کتاب کو الہامی کہنے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ اسکا لانیوالا خدا کا ایسا مقرب بندہ تھا جس کو خدا نے الہام کرکے تمام گمراہ کو گمراہی سے نجات دی اسکی کا اثر لازمی یہ ہے کہ ہم بھی اسپر چلیں اور راہ راست اختیار کرکے خدا کے غضب سے بری ہوں۔ لیکن جب کہ بقول آپکے اس کے حالات ہی معلوم نہیں کہ دیندار بندہ ہونے کی وجہ سے مقرب الٰہی تھا یا صرف دنیا دار کے کمانے والا تو ہم کیونکر اس کے متعلق کوئی رائے لگا سکتے ہیں؟ رہی اس کی تعلیم سو اگر واقعہ میں (نہ کہ کھینچ تان سے) پاکیزہ ہے تو مبارک ہے ایک اخلاقی کتاب ہے نہ کہ الہامی۔ میں حیران ہوں کہ آپ اس سیدھے سادے اصول سے جو بالکل انصاف پر مبنی ہے کیوں سرتابی کرتے ہیں؟

چوتھے فقرہ میں تو آپنے غضب ہی توڑا ہے اس فقرہ کو پڑھ کر مجھے ایک حکائت یاد آئی جو میں ہندوستان میں سنا کرتا تھا کہ ایک مدرس کسی میم صاحبہ پر نرغبتہ ہوگئے وہ بیدلوگر تو اپنا پری پیکر چہرہ دکھا کر نٹن میں مٹھ کر کہیں کی کہیں چلی گئی مدرس بے چارے شامت زدہ اپنے گھر ہی میں رہے ایسے دیوانے ہوئے کہ جب کوئی لڑکا سبق میں زیادہ تحقیق کی غرض سے سوال کرتا تو جھٹ سے کہدیتے کہ یہ بھی اسی ملعونہ کا بھیجا ہوا ہے غرض انکی یہ حالت ہوئی ؎

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم + الا حدیث یار کہ تکرار مے کنیم

میں نے ایک ہندو پنڈت سے جو آریہ سماج کے مخالف ہیں سنا تھا کہ آریوں کا

کیا ٹھیک ہے وہ تو کہیں کہ ریل گاڑی بنانا بھی وید میں لکھا ہے کیا وید کوئی لوہار ونکی کتاب ہے؟ میں اُسوقت اسبات کو پنڈت جی کی معمولی ناراضگی سمجھا تھا مگر آپنے اُسے سچ کر دیا۔ ماسٹر صاحب! ہر کلام کے دو سو کلام کی نسبت چار درجے ہوتے ہیں موافقت مخالفت۔ اشتمال سکوت۔ میں نے اگر چار دونے آٹھ کہے اور آپ نے بھی چار دونے آٹھ بتلائے تو موافقت ہوئی اور اگر آپنے چار دونے نو کہے تو مخالفت۔ اگر آپ میرے کلام چار دونے آٹھ کو سوچکر دو دونے چار کے نتیجے پر پہونچے تو اشتمال ہوگا اور اگر آپ کہیں کہ آج ۲۸ جولائی کو بارش ہوئی جو میرے کلام سے سکوت رکھتا ہے اور میں اُسے غنیمت جانکر دعوے کر لوں کہ میرے کلام ہی سے ماسٹر صاحب نے یہ نکالا ہے کہ آج بارش ہوئی کیونکہ جیسا میرا کلام سچا ہے ویسا ہی یہ بھی سچا ہے، تو کیا میری عقل پر اہل دانش نہ ہنسیں گے؟ اسیطرح وید اگر سچائی کی تعلیم ہے تو تقلید سم اور جبر مقابلہ۔ اصول ٹرین اور تار برقی وغیرہ اُس کے درجہ سکوت میں ہیں جن کو آپ اشتمال کا درجہ دیں گے تو اہل دانش آپ سے وہی معاملہ کرینگے جو مجھ سے کرنے کو ہوتے۔ گلستان پر آپنے جو اعتراض کیا ہے کہ اسمیں نقرہ "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز" ہے اس سے میں اُسے اخلاقی کتاب نہیں کہتا۔ گو مجھے کسی طرح مضر نہیں۔ کیونکہ میری تمثیل تو اس کے اخلاقی حصہ سے جو عام طور پر قبولیت حاصل ہے تاہم میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ نقرہ مذکور سعدی مرحوم کا اپنا نہیں بلکہ اُس نے ایک حکایت میں کسی بادشاہ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ اُس نے ایک بے گناہ کے قتل کا حکم دیا تھا۔ اُسپر مظلوم نے آہستہ آہستہ بادشاہ کو گالیاں دیں۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ کیا کہتا ہے ایک وزیر نے کہا کہتا ہے جو لوگ غصہ کو دبا جاتے ہیں اور لوگوں کا قصور معاف کرتے ہیں خدا اُن سے محبت کرتا ہے دوسرے وزیر نے کہا کہ اس نے جھوٹ کہا ہے وہ آپ کو گالیاں دیتا ہے اعتبار شاہ نے کہا۔ "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز" علاوہ اس کے یہ تو عین اخلاقی تعلیم ہے کہ دو بلاؤں میں سے آسان کو اٹھایا جائے قتل بے گناہ یا شتل

اُس کے اور کوئی بڑا گناہ دفع کرانے کو کسی قدر جھوٹ بولا جائے تو گو جھوٹ ایک بُری بات ہے لیکن یہاں تو مقابلہ میں بُرائی کا اندازہ کرنا ہے چنانچہ فقرہ مذکور میں "بہ از راستی فتنہ انگیز" مقابلہ اچھا کہا گیا ہے نہ کہ فی نفسہٖ اچھا ہے کیا ایک شخص دکام والا سل اور دق والے کی نسبت سے صحیح سالم نہیں؟ حالانکہ وہ بھی فی نفسہٖ بیمار ہے آپ نے اوصاف نسبتی پر غور نہیں کیا؟

پانچواں نقطہ کسی قدر ہمیں بھی مسلم ہے ہم مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ قرآن شریف کے بعینہٖ الفاظ خدا کی طرف سے ہیں لیکن آپ کو مشکل ہوگی کہ پہلے کے وقت وید کا (جو الفاظ معانی سے مرکب ہے) فنا ہونا ماننا پڑیگا۔ حالانکہ سوامی دیانند جی بھی مکاہیں وید کا فنا نہیں مانتے؟

گلستان بوستان کو اخلاقی کتاب مان کر بھی اس عذر سے کہ وید کی زبان سنسکرت میں تصنیف نہیں ہیں الہامی نہ ماننا۔ گویا خدا کو سنسکرت ہی میں بولنے والا اور دیگر زبانوں میں ناواقف بتلانا ہے کیا آپ کے اس دعوے کا کوئی ثبوت بھی ہے؟ کہ خدا وید کی زبان (سنسکرت) کے سوا کسی زبان میں الہام نہیں کر سکتا؟

نقطہ ششم میں آپ نے بڑی کوشش سے لفظ "پرکاش" نکالا جس کو آپ نے اپنے دعوے کے لئے کافی جان کر بریکٹ میں (الہام) کر کے لکھا ہے۔ میرے پیارے ماسٹر اس کھینچ تان سے تو کچھ نہیں ہوگا۔ کہ "پرکاش" کے معنے الہام کے کریں۔ "پرکاش" کے معنے ظاہر کرنا ہے۔ کیا مجھ کو اور آپ کو خدا نے ظاہر نہیں کیا؟ کیا سورج اور چاند خدا نے پرکاش نہیں کئے؟ تمام چیزیں دنیا کی جو بقول آریہ پرلے کی حالت میں بصورت پرمانوں لاجزا التجزی) تھیں ان کو جوڑ جاڑ کر خدا نے پرکاش نہیں کیا کیا آج جو بارش ہوئی ہے پہلے بصورت موجودہ معدوم نہ تھی؟ پھر اس کو خدا نے پرکاش نہیں کیا۔ اسی طرح متکلم وید کے نزدیک چونکہ

سلہ یعنی بالکل مناسب حیات نفخۂ اولیٰ جو آریوں کے خیال میں کئی ارب سال بعد ہوتا ہے (منجر)

دیہ بھی مثل دیگر اشیائے کے ہے اُسنے دید کی نسبت پرکاش کا حکم لگادیا ہے ترکیب آپ دھینگا دھینگی الہام کے لفظ سے ادا کر رہے ہیں ؛ ذرہ قرآن کے الفاظ کو بھی دیکھیے ! تاکہ آپکو معلوم ہو کہ دعوے الہام کس کو کہتے ہیں ۔

اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (بقرہ)	ایک جگہ ارشاد ہے کہ اگر تم کو ہماری اُتاری ہوئی کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے پر اُتاری ہے شک ہو تو اس جیسی کتاب کا ٹکڑا لے آؤ ۔
وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (شوریٰ)	ایک جگہ حکم ہے کہ ہم نے الہام کیا تیری طرف قرآن عربی تاکہ تو ڈرائے مکہ اور اس کے گرد والوں کو ڈرائے ۔
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ (یوسف)	ایک جگہ فرمایا کہ ہم نے قرآن کو عربی کرکے اُتارا ہے تاکہ تم سمجھو ہم بتلاتے ہیں تجھ کو بہت اچھی حکایت بدیں وجہ اُس کے جو الہام کیا ہم نے تیری طرف اے رسول اس اس قرآن کے تحقیق تو اس الہام سے بیشک بیخبر تھا ۔

بغرض اختصار بس کرتا ہوں ورنہ دعوے الہام تو قرآن کے ہر صفحہ سے معلوم ہوتا ہے ۔

فقرہ ہفتم میں آپنے اسلام سے ناواقفی کا ثبوت دیا ہے آپ مجھ سے پوچھ لیتے کہ ہم لوگ قرآن سے پہلے لوگوں کو کیا کیفیت بتلاتے ہیں تو بہتر ہوتا قرآن شریف صاف الفاظ میں کہتا ہے :-

اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر)	ہر ایک قوم میں کوئی پیغمبر خدا کے عذاب سے ڈرانے والا گذر چکا ہے ۔
شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا	ایک جگہ ارشاد ہے کہ ہم نے تم کو وہی راہ بتلائی جسکی بابت نوح کو ہدایت کی تھی جو

وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ (شوریٰ)	تیری طرف الہام کیا ہے اور جسکی ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو ہدایت ہوئی تھی (وہ کیا ہے) یہ کہ دین (یعنے توحید) کو مضبوط رکھو اور اس میں جدا جدا نہ ہو مشرکوں کو تیری پکار بُری معلوم ہوتی ہے۔"

یہ اعتراض عام طور پر ناواقف لوگ کیا کرتے ہیں اصل بانی اس اعتراض کے عیسائی ہیں جس کی غرض ہے کہ "عدم ضرورت قرآن" ثابت ہو جائے لیکن ناداں یہ نہیں جانتے کہ ؎

پراغے راکہ ایزد برفروزد ✦ ہر آنکس تُف زند ریشش بسوزد

مسلمان اس بات کو مانتے ہیں کہ ابتدا سے خدا نے پیغمبروں کو الہام کیے جسے وہ خدا کے بندوں کو پہونچاتے رہے لیکن چونکہ مدت دراز ہونے کے بعد انہوں نے اپنی سچی تعلیم کا نقشہ بالکل ہی بدل دیا تھا جیسا آپ اپنے ہندو بھائیوں کی حالت دیکھ رہے ہیں کہ باوجودیکہ (بقول آریہ سماج) ویدوں میں بت پرستی کا کھنڈن (رد) ہے تاہم ہندو لوگ آریہ سماج کو للکارتے ہیں اور ہر جگہ مباحثہ کیلئے تیار رہتے ہیں بلکہ بقول شاستر دھرم گزٹ و اخبار عام آریہ سماج کو بجز بھاگنے کے کوئی راہ نہیں سوجھتی ایسا ہی عیسائیوں کا حال ہے کہ ایک خدا سے تین بنا رکھے ہیں جو ایک شرمناک الزام ہے جس کا معقول جواب آپ نے بھی اُن سے کبھی نہیں سنا ہوگا۔ اسلیئے جو خدا تعالےٰ بندوں کی حاجتوں کیمطابق اُنکے سامان مہیا کیا کرتا ہے اس سچی تعلیم کو بقالب قرآن بیان کرکے صاف ارشاد کیا ہے کہ :-

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (اعراف)	"جو تمہاری طرف خدا کے ہاں سے اُترا ہے (یعنے قرآن) اس کی تابعداری کرو اور سوائے اس کے اپنے بناوٹی دوستوں اور حامیوں کے پیچھے مت چلو۔"

ایک جگہ ارشاد ہے "کہ یہ قرآن بہت سی ایسی باتیں بنی اسرائیل کو بتاتا ہے جنمیں وہ اختلاف رکھتے تھے"

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (نمل)	

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ (نساء)	ایک جگہ صاف ارشاد ہے کہ ہم نے تم سے پہلی کتاب والوں کو اور تم کو بھی یہی ہدایت کی ہے کہ خدا سے ڈرتے رہو۔"

یہ مختصر سی تقریر ہے جسکی تفصیل تفسیر ثنائی جلد ثانی میں ملاحظہ کیجیگا ہاں یہ خوب کہی کہ قرآن سے پہلے ہند مصر یونان چین وغیرہ میں علمی ترقی ہو چکی تھی۔ کیوں نہ ہو سچ ہے ؎

گل است سعدی در چشم دشمناں خار است

جناب والا ایسی ترقی تھی جیسی کہ آجکل یورپ میں ہے یا اس سے بھی زیادہ جبکہ اس روشنی کے زمانہ میں یورپ مذہبی ضلالت میں دنہ بیر بگری ہے ایک خدا کی جگہ تین اور تین کی جگہ پھر ایک کہہ رہے ہیں اور وید کی تسلیم (جو بقول آپکے بالکل راستی پر مبنی ہے محروم ہیں۔ تو اس پر اس زمانہ کی ترقی کو قیاس کر لیجئے گا مجھے یہ گمان نہ تھا کہ آپ اس درجہ حق سے متنفر ہونگے کہ قرآن کے مقابلہ پر ایک اور ایک رو کھنے سے بھی جی چرائیں گے جناب من! ہند (جو ہمیشہ سے بت خانہ رہا ہے) چین جو آج تک خدا ہی کو جواب دے رہے ہیں) اور مصر (جہاں تثلیث کا ہی راج تھا۔ اور یونان (جو صلیب مسیح اور بت پرستی کا ہمیشہ سے ماجگاہ رہا) ان ملکوں میں آپ علمی ترقی بتلاتے ہیں معلوم نہیں آپکے نزدیک علمی ترقی بت سازی یا صلیب نمائی کا نام ہے یا اور؟ ہاں آپ کے جتلانے سے مجھے یاد آیا ہے کہ آپ کو بتلاؤں کہ انہیں ملکوں میں یعنی فران خداوندی قرآن شریف پہونچا تو اس نے کیا کچھ اثر دکھایا۔ مصر سے صلیب کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکے خدا کی توحید ہادی چین ہیں علیٰ ہذا القیاس ہند وستان میں تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ کہ جو کام آریہ سماج نے مدتوں سے بڑا سرد ھڑی جان کر اٹھایا ہوا ہے (کہ ہم بت پرستی کو اکھاڑ دیں گے جسمیں آج تک ان کو جو کامیابی ہوئی ہے وہ معلوم جس کی وجہ صرف وید کی پابندی ہے کہ بت پرست بحوالہ وید ان کو دم نہیں لینے دیتے اور جہاں سے مورتی پوجا کا منتر وید سے جتلا کر نفی پا جاتے ہیں) اسلام نے اس بڑے کام میں کہاں تک کامیابی کی ہر ایک

کو معلوم ہے چھ کروڑ آدمی ہندوستان میں بت پرستی کے مخالف پیدا کر دیئے میں سچ کہتا ہوں کہ اگر آریہ سماج دل سے بت پرستی کو بُرا جانتا تو اسلام کا دل سے منکر ہوتا جسنے اس کام کو سینکڑوں سال سے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ نہ صرف ذمہ ہی لیا ..... ہوا ہے۔ بلکہ کر کے بھی دکھا دیا پس آپ کا قرآن کے مقابلہ پر ہندو۔ مصر۔ چین وغیرہ کی علمی ترقی کا دعوے کرنا کس قدر انصاف کا خون کرنا ہے۔

بناء مہربانی آئندہ کو علمی ترقی بولیں تو اس کے معنے بھی تبلا دیا کریں تا کہ معلوم ہو کہ وہ علم طبعیات کی ترقی ہے یا الٰہیات کی جس کو دوسرے لفظوں میں خدا شناسی کی ترقی کہیں ؟

فقرہ ہشتم۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپکو اس کے لکھنے کی ضرورت کیوں ہوئی جبکہ میں اور آپ دونوں مباحث ہیں تو آگے کون سی بات آپنے میری اور میں نے آپ کی بلا بحث مان لی ہے جو آپ کو یہ کہنے کی ضرورت ہوئی کہ اگر آپ اجازت دیں تو بحث کروں کیا دیگر امور میں بھی مجھ سے دریافت فرمالیا تھا ؟

جناب والا! ان اصول پر بحث کی گنجائش ہے تو آپ کو صد بار اجازت ہے بے شک دلائل دیں بحث کریں ایک دفعہ نہیں سو دفعہ ہزار دفعہ بلکہ لاکھ دفعہ میں حیران ہوں کہ آپنے میرے تعلیمی مقابلہ کو خارج از بحث کہہ کر ٹالنا چاہا۔ جبکہ آپ بار بار تعلیم تعلیم پکار رہے ہیں۔ تو اس کے جواب میں میرا یہ عرض کرنا بے موقعہ ہے ؟ بیشک سچ ہے ؎

زاہد نداشت تابِ جمال پری رخاں + کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

ہاں میں اس بات پر بے شک فخر کر سکتا ہوں۔ کہ بقول آپکے یہ مقابلہ میرا ہی طبعزاد ہے میں نے کسی کتاب سے نقل نہیں کیا سچ ہے۔

؎ الفضل ماشھدت بہ الاعداء (بزرگی وہی ہے جسکی مخالف بھی گواہی دے)

فقرہ دہم کا جواب پہلے سنئے ! کیونکہ فقرہ نہم کی بحث طویل ہے اس فقرہ میں بھی آپنے غضب توڑا ہے بلا دریافت لکھ دیا کیا آپنے تفسیر ثنائی جلد اول جس سے آپنے خَتَمَ اللّٰہُ والی آیت نقل کی ہے) میں اس آیت کا حاشیہ نہ دیکھ لیا ؟ میرے پاس تو اس

ختم اللہ والی آیت تو ہمارے تجربہ اور ڈاکٹری امتحان سے تحقیق کو پہنچ چکی ہے نظام عالم میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ خدا داد طاقتوں سے قصداً کام نہیں لیتے اور ان کو بیکار اور معطل چھوڑ رکھتے ہیں خدا اُن کی طاقتوں کو مسلوب اور ضائع کر کے بے طاقت اور معطل کر دیتا ہے آپ نے بھی بہتیرے ہندو فقیر دیکھے ہونگے جنہوں نے بغرض دنیا کمانے کے اپنے جوڑوں کو بے کار کر لیا ہوتا ہے اسی طرح جو لوگ خدا کی سچی کتاب اور پاکیزہ تعلیم کو محض ہٹ سے قبول نہیں کیا کرتے تو انکی وہ طاقتیں جن سے انہوں نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے میں کام لینا تھا ایک وقت پر پہنچ کر سلب اور ضائع ہو جاتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ چونکہ آپ کو قرآن سے کسی قدر بغض معدم ہوتا ہے جو ہر بات پر خواہ عقلی ہو یا نقلی مجھ سے قرآن کی آیت مانگا کرتے ہیں اس میری تقریر پر بھی آیت قرآنی کا سوال نہ کریں اس لئے میں خود ہی آپ کو بتلائے دیتا ہوں کہ اس آیت کی تفسیر دوسری جگہ خدا نے خود ہی کر دی ہے جہاں ارشاد ہے کہ

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (مومن) خدا ہر ایک متکبر سرکش کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔

پیارے ماسٹر! یہ مہر کوئی لاکھ کی مہر نہیں ہے۔ یہ مہر اُس حالت کا نام ہے جو عام طور پر خدا سے دور ہو کر غیروں سے تعلق کرنے والوں کو غفلت ہوا کرتی ہے اس کی تفصیل تفسیر ثنائی کے حاشیہ ختم اللہ میں ملاحظہ ہو۔ شیطان کی نسبت آپکی حسن ظنی تقلید پنڈت لیکھرام (جی) ایجاد بندہ کہ وہ خدا کا مقابلہ کرتا ہے خدا کا (معاذ اللہ) ناک میں دم کر رکھا ہے۔ آپنے کوئی آیت قرآنی اسپر نہیں لکھی جس سے یہ بیان آپ کا ثابت ہو قرآن میں تو صاف خبر ہے کہ

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ۔ میرے نیک بندوں پر تیرا (شیطان) کا قابو کبھی نہیں چلے گا۔

پیارے ماسٹر! نظام عالم کے متعلق پر آپنے غور نہیں کیا۔ یا دانستہ تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے میں آپ کو بتلائے دیتا ہوں کہ نظام عالم کس کو کہیں نظام عالم کہیں انسان وغیرہ حیوانات کا باہمی سلسلہ حاجت جو قدرتی بنایا ہے نہ بگڑے یعنے محتاج تو ہوں اور محتاج الیہ (جنکی حاجت ہے نہوں) یا محتاج الیہ تو سب ہوں لیکن محتاج نہوں جیسے کہ

وید کی تعلیم کی پابندی کا نتیجہ لازم آتا ہے جسکی تفصیل اور توضیح میرے پرچہ نمبر ۱ میں ہو چکی ہے اب آپ بتلا دیں کہ اگر شیطان ان تمام لوگوں کو گمراہ ہی کر دے تو جبکہ اُنکی سزا بندوں سے دینے کے قالب نہیں تو نظام عالم میں کیا فتور؟ یا سب کے سب ہندو مذہب اسلام کو اختیار کر لیں۔ (خدا کرے کہ کریں) تو جبکہ انسانی قالب کی بدکاری کی وجہ سے روح نے دیگر حیوانات کے قالب میں نہیں جانا۔ بلکہ ہر جون کے لئے روح الگ الگ ہیں تو نظام عالم کیوں بگڑے گا؟ آپ مجھ سے اس دعوے پر آیت قرآنی پوچھیں تو لیجئے عرض کرتا ہوں۔ پہلی آیت وہ ہے جس کا مضمون ہے۔ کہ

اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ (ابراہیم) تم اور دُنیا بھر کے سب لوگ بھی کافر ہو جائیں تو کچھ نہیں بگڑیگا خدا تم سب سے بے نیاز سب تعریفوں کا مالک ہے

دوسری آیت وہ ہے جس کا مطلب ہے کہ :۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (البقرہ) خدا فرماتا ہے۔ ہم نے تجھ کو (اے رسول!) سب
اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (ھل اتی) ، کے لئے (سیاہ ہوں یا سفید) ہادی کر کے بھیجا ہے
پس تو نصیحت کر دے تو تو بس نصیحت ہی کرنے والا ہے"۔

قیامت سے بھی نظام عالم کو کوئی صدمہ نہیں پہونچتا ایک تو یہ کہ بموجب عقیدہ اہل اسلام قیامت کے شروع میں کوئی جاندار نہیں ہوگا نہ محتاج نہ محتاج الیہ نظام عالم تو جب بگڑے کہ ایک فریق تو ہو پر دوسرا نہ ہو جبکہ دونوں نہیں تو احتیاج ہی کسی اور حاجت کیسی؟ علاوہ اس کے قیامت کا آنا کسی تعلیم قرآنی کی پابندی کا اثر نہیں تو بہرحال آنی ہے یہ نہیں کہ اگر سارے لوگ قرآن کے پابند ہو کر رہیں تو قیامت آویگی جس سے (بقول آپکے) نظام عالم بگڑے گا۔ جیسا کہ پاک تعلیم کی پابندی کا نتیجہ ہے جس کی تفصیل میں پہلے بیان کر چکا ہوں اس فرق پر آپ غور کریں اور قیامت کے دوسرے حصے میں جسکو روز محشر کہتے ہیں سب لوگ خدا کے دربار میں حساب دینے کو حاضر ہونگے اس کے بعد نیک لوگ نجات پا کر بہشت میں ہمیشہ کے لئے آرام پانے کو رہیں گے اور بد اعمال ہمیشہ کے لئے جہنم میں اُن کی حاجت کی چیزیں وہاں ملیں گی چنانچہ آیات قرآنی اسپر شاہد ہیں جنکا مضمون ہے کہ

لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خَالِدِينَ إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ (دخان)	ان جنت والوں کے لئے سب کچھ جو چاہیں گے ملے گا اور جہنمیوں کے لئے تھوہر کا درخت کھانیکو ہے جو گرم پانی کی طرح پیٹ میں کھولیگا

اس سے بھی نظام عالم میں فتور نہیں آں آپ کا یہ سوال کہ دنیا میں جس نے چند سالوں کی زندگی میں گناہ کئے ہیں اس کو دائمی عذاب میں پھنسانا۔ حالانکہ دنیا میں جسکی ابتدا ہے اسکی انتہا بھی ہے" حیرت افزا ہے ایک تو یہ سوال بے محل ہے جنت دوزخ کے بے انتہا ہونے کو یہاں نظام عالم کی بحث میں کوئی دخل نہیں آپ یونہی اس شخص کی طرح جس کو کسی پنڈت صاحب نے اپدیش دیا تھا۔ کہ سندھیا (عبادت) کیا کر اُسنے کہا کہ آپ نے دعوت کی تھی تو نمک زائد ڈالدیا تھا۔ پنڈت جی نے کہا کہ اس بات کو یہاں کیا دخل؟ بولا کہ بات سے ہی بات نکل آتی ہے" آپ بھی بات سے بات نکالنا چاہتے ہیں۔ گو حسب قاعدہ مناظرہ ایسے سوالات کا جواب دینا مجھ پر کسی طرح ضروری نہیں تاہم چونکہ مجھ کو آپ کی خاطر منظور ہے اس لئے بگوش ہوش سنیئے! آپ نہیں جانتے کہ دنیا میں جتنی سزائیں ہیں بدکاری کے محدود وقت سے کئی درجہ بڑھ کر ہوتی ہیں کیا وہ چور جسکو آٹھ دس سال کی سزا تجویز ہوتی ہے یا وہ خونی جسکو کالا پانی ہمیشہ کے لئے نصیب ہوتا ہے اُنکی بداعمالی کا بھی اتنا ہی وقت ہوتا ہے؟ چند منٹ کے ظلم کے بدلے سالہا سال کی سزا دی جاتی ہے بلکہ تمام عمر اگر اس کی عمر کروڑ ہا سال کی ہو جاوے تو تمام عمر کا کالا پانی ہی چنیا ہے گا؟ یا آپ اس کا اپیل کر کے یہ وجوہ بتلا دیں گے؟ کہ جتنا وقت بدکاری میں اُس کا صرف ہوا ہے اتنی ہی سزا دی جاوے میں سچ کہتا ہوں کہ اگر آپ ایسے ہی اپیلانٹ بنیں تو بہت سے مقدمات آپکے پاس آویں بشرطیکہ کوئی اپیل منظور بھی کرا دیں علاوہ اس کے یہ بھی بتلا دیں کہ دنیا کے چند سالوں کے نیک اعمال کیوجہ سے ہمیشہ کے لئے جنت میں چلا جانا اور پھر دنیا کے چکر میں جیسا کہ کرشن جی گیتا میں کہتے ہیں نہ آنا کیا انصاف ہے؟ اگر آپ کہیں کہ پنڈت دیانند جی اس کو نہیں مانتے تو براہ مہربانی کرشن جی کے مخالف وید منتر بتلا دیں پنڈت جی کا پرمان کافی نہیں کرشن جی پنڈت جی کس طرح کم

نہیں۔ قرآن کی خوبی کا جواب آگے آتا ہے۔

فقرہ نہم پڑھ کر تو میں بہت خوش ہوا۔ میری دلی مراد بر آئی خدا آپ کو ہمیشہ کے لئے خوش رکھے یہ دوسری دفعہ ہے کہ آپنے حسب منشا اس فقیر کے سوال اٹھایا ہے جس کا میں آج تک عوض نہیں دے سکا لیجئے! میں حسب درخواست آپ کے مضمون کو شروع کرتا ہوں لیکن اسکے شروع کرنے سے پہلے تمہیدی بیان بھی ضروری ہے اگر آپکو وہ تمہید منظور نہ ہو تو بیشک آپ اسپر بحث کرنیکے مستحق ہیں۔ میری اجازت کی حاجت نہیں۔

تمہید یہ ہے

انسان کی طبعی حالت جسقدر اسکے لئے بنائی ہے کئی پہلو رکھتی ہے ایک تعلق اُسکا خدا یعنی اپنے خالق سے ہے۔ ایک تعلق اسکا بنی نوع انسان سے ہے ایک ذاتی حیثیت سے بنی نوع انسان کا تعلق بہت مختلف اقسام ہے ایک ماں سے ہے تو دوسرا بیوی سے۔ ایک بھائی سے ہے تو دوسرا باپ چچا اور ماموں سے ایک دوستوں سے ہے تو دوسرا دشمنوں سے وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ سب تعلقات آپس میں ایک دوسرے سے جس قدر مخالفت اور علیحدگی رکھتے ہیں کسی سے پوشیدہ نہیں انسان اگر اپنی طبعی حالت میں دوستوں سے سلوک کرنے پر مجبور ہے تو دشمنوں سے انتقام لینے اور اُن کے ظلم سے بچنے کی فکر میں بھی خوگیر ہے یہ بات جدا ہے کہ آپ جیسے نیکدل حلیم الطبع دوسروں کو یہ اُپدیش (وعظ) کریں کہ "ظالم کا مقابلہ مت کرو وہ ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا اس کی طرف پھیر دو وہ کرتا چھینے تو دوپٹہ بھی اس کو دیدو" دنیا پر غالباً اپنے مغلوب کی طبیعت کے تکلوخ انداز سزا یا داش سنگ است" کا حکم دے گی اور یہ حلیمانہ تعلیم دوسب بھول جائینگے بلکہ ضرورت طبعی جبراً بہلائیگی۔

اور خدائی تعلق جس کا نام میں اپنے مضمون میں الٰہیات رکھتا ہوں کی بھی کئی ایک حیثیتیں ہیں پہلا حصہ تو وہ ہے جو اس تعلق کے مخالفوں (دہریوں) کے مقابلہ میں ہے یعنی خدا کی ہستی کی بحث جس کا نام ثبوت واجب الوجود بتلاتا ہوں دوسرا حصہ ان لوگوں کے مقابلہ میں ہے جو یہ تعلق تو مانتے ہیں لیکن اس جیسا اور دل سے بھی رکھتے ہیں جسکی وجہ

سے وہ مشرک بنے ہیں اس کے دو حصّے ہیں۔ایک دعویٰ توحید دوسرے دلائل توحید تیسرا حصّہ خدائی تعلق کا وہ ہے جس سے معلوم ہو کہ خدا کیسا ہے کن اوصاف سے موصوف ہے جو آپکا سوال ہے اس حصّے کا نام صفات باری ہے دوسرا پہلو باہمی انسانوں کا تعلق ہے جس کا نام تمدّن ہے اس کے بھی کئی ایک حصّے ہیں ایک انسان کی ذاتی صفات کا ہے جس کا نام تہذیب اخلاق ہے۔جس سے انسان مہذب کہلاتا ہے دوسرا حصہ انسان کے تعلق کا وہ ہی جو رشتہ داروں سے تعلق ہے جسکا نام تدبیر منزل ہے تیسرا حصہ ملکی بھائیوں کے باہمی ملاپ کا ہے جس کو معاملات کہتے ہیں چوتھا حصّہ اور بڑا ضروری حصہ وہ ہے جو حاکم و محکوم کے تعلق کا ہے۔جس کا نام سیاست ہے جسکو دوسرے لفظوں میں پولیٹیکل امور کہیں جس کے کئی حصّے ہیں رعایا کا حاکم سے تعلق جسکو تابعداری اور اطاعت کہیں اور حاکم کا رعایا سے ملاپ جس کو قوانین عدل (نوجداری و دیوانی کہیں۔تیسری قسم سیاست کی حفاظت ملک ہے جسکو ملٹری (تدبیر جنگ) وغیرہ کے نام سے موسوم کریں اسی جنگ کے ایک حصہ کا نام بیرونی تعلقات یا فارن آفس ہے یہ ہے مختصر فہرست ان فنی تعلقات کی جس کے تسلیم سے کوئی بھی منکر نہوگا اب میں سارے تعلقات کا ثبوت خدا کی کتاب قرآن مجید سے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر بتلاتا ہوں یہ نہ سمجھیں کہ ان مضامین کو قرآن مجید نے اتنا ہی بیان کیا ہے اگر مفصل بحث اس امر کی دیکھنی ہو تو میرا رسالہ جو عنقریب[1] ہی اس مضمون سے نکلنے والا ہے ملاحظہ فرمائے گا۔

الٰہیات

(الف) ثبوت واجب الوجود

اس مضمون میں تو قرآن واقع ہی معجزہ ہے افسوس ہر چند مخالفوں نے اس کے معجزہ کو چھپانا چاہا۔مگر کوشش ان کی کامیاب نہوئی اس مضمون قرآنی دلائل سے بڑھ کر عقل صحیح

[1] یہ کتاب چھپ چکی ہے تقابل ثلاثہ۔توریت۔انجیل۔اور قرآن کا مقابلہ دفتر احادیث امرتسر سے قیمت ۸ ر مل سکتا ہے۔قابل دید ہے۔ (منیجر)

دمضبوط کوئی دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔ مگر افسوس ہے کہ ان مختصر سے پرچہ میں ان سب کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ اور ان سب کے دیکھنے کے لئے اسی کتاب کا دعدہ دینے پر مجبور ہوں۔ ہر حسب ذکر اوپر کر چکا ہوں پہلی دلیل جو قرآن اسباب میں پیش کرتا ہے وہ نظام فلکی ہے جس کتاب کے معزز مہمان اور لائق لکچرار نبتا نند جی نے اپنے لکچر ۲۶ اگست ۱۸۹۶ء میں اس قسم میں بیان فرمایا تھا۔ لکچرار موصوف نے شنکوں (دہریوں) کا رد کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں ایکدفعہ بمبئی میں تھا اور میرے لکچر کا وقت ۴ بجے مقرر ہوا۔ جلسہ بھرا ہوا تھا کہ میں پہنچا۔ سب نے کہا کہ آپنے دیر کر دی میں نے اپنی گھڑی دکھائی کہ ابھی تک چار نہیں بجے میرے مقابلہ پر سب نے اپنی اپنی گھڑی دیکھی تو کسی میں دو منٹ آگے کسی میں چار منٹ غرض کوئی بھی ایک دوسری سے برابر نہ تھی۔ یہ کہکر لائق لکچرار نے نتیجہ نکالا تھا جو واقعی سوچنے سے لکھنے کے قابل ہے کہ جب چھوٹی سی گھڑی جسکی ہر وقت حفاظت بھی رہتی ہے) ایک وقت پر ٹھیک نہیں رہ سکتی تو اتنا بڑا سورج جس سے اس چھوٹی سی گھڑی کو کوئی نسبت نہیں۔ ایک ہی وقت پر بغیر کسی صانع اور کاریگر کے کیونکر نکلتا ہے جس کے متعلق ہم نے کبھی بھی شکایت نہیں سنی کہ فلاں تاریخ میں معمولی وقت سے جو اس کے لئے بتادہ رسم مقرر تھا۔ دیر کر کے نکلا ہو۔

میں نے یہ سنکر اسی وقت کہا تھا۔ اللہ اکبر! قرآن کے ہاں میں فرمان خدا وندی تَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ دیکھئے ترکس وضاحت اور شستہ الفاظ میں سینکڑوں برس ہوئے قرآن نے عرب جیسے جاہل اور بے علم ملک کے سامنے کیسے سادہ الفاظ میں یہ دلیل پیش کی ہے (خدا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) ہماری قدرت کاملہ کی نشانی ان کے حق میں

وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُم مُّظْلِمُونَ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ لَا الشَّمْسُ	رات کا وقت ہے ہم جس سے دن کی روشنی کو نکال لیتے ہیں۔ پس اسی وقت یہ سب کے سب اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور سورج (بمطابق افق کے) اپنے وقت تک چلتا ہے کبھی بھی تقدیم تاخیر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ اندازہ خدا غالب

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (یٰسٓ)

اور بڑی حکمت والے کا ہے اور چاند کے لئے بھی ہمنے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں اپنے کمال کو پہنچتا ہوا پتلی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے نہ ہی سورج سے ہو سکتا ہے کہ چاند کے وقت کو بھولے اور نہ رات (جو چاند کے لئے مقرر ہے) دن سے جو (سورج کے لئے مقرر ہے) آگے آسکتی ہے (مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کام اپنے اپنے وقت پر ہوتا ہے سب کے سب اپنے اپنے چکر میں گھومتے ہیں)۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ "خدا نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے۔

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ (رعد)

ہر ایک وقت مقررہ تک چلتا ہے خدا ہی سب امور کا انتظام کرتا ہے اور تمہارے لئے کھلے کھلے نشان بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے خدا کے ملنے پر یقین کرو۔

دوسری دلیل اس مسئلہ میں جو قرآن نے پیش کی ہے نظام ارضی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ۔ "ہماری ہستی کی نشانی ان کے لئے خشک زمین ہے جس کو ہم بارش سے سرسبز کر دیتے ہیں اور اس میں سے دانے نکالتے ہیں۔ کہ انہیں دانوں میں سے (یہ منکر بھی) کھاتے ہیں اور ہم اس (زمین) میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کرتے ہیں۔ (کیوں کرتے ہیں کوئی اپنی غرض سے نہیں بلکہ اس لئے کہ لوگ انکے پھل کھائیں مگر طرفہ ہے کہ انکار بھی کئے جاویں اور کہتے بھی جاویں) حالانکہ یہ ان کے بنائے ہوئے بھی نہیں کیا پھر شکر نہیں کرتے؟"

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ؕ (یٰسٓ)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ "خدا وہ ذات پاک ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا پیدا کئے اور زمین میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم (اچھے اور ادنیٰ) بنائے وہ

وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا وَّمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ

جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي
اللَّيْلَ النَّهَارَ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ
لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ
مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ
وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ
يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا
عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (رعد)

رات کو دن سے اور دن کو رات سے ڈھانپتا ہے بے شک ان میں بڑے دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو فکر کرتے ہیں اور زمین میں قریب قریب کئی ایک ٹکڑے ہیں اور انگوروں وغیرہ کے باغ اور کھیتی اور کھجوریں متصل اور متفرق ایک ہی پانی بارش کا ان کو پہونچتا ہے اور ہم بعض کے پھل کو بعض سے عمدہ کر دیتے ہیں بے شک اس میں بڑی نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے۔

تیسری دلیل جو قرآن نے اس مسئلہ میں پیش کی ہے وجدانی ہے یعنے خود انسان کے اندر کے حالات چنانچہ ارشاد ہے کہ بعض کی ہم عمر دراز کرتے ہیں اسکی پیدائش الخ یعنے

وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ
أَفَلَا يَعْقِلُونَ (یس)

سب طاقتیں بجائے ترقی کے) الٹی کر دیتے ہیں کیا بیوقوف ہیں) عقل نہیں کرتے؟ (یعنی دہریے جو سب کام مستقل مادے ہی کے مانتے ہیں۔ اس امر پر غور نہیں کرتے کہ یہی نطفا انسانی ہے جو ابتدا میں بچے کو بڑھاتی رہی۔ یہانتک کہ جوانی کو پہونچایا۔ اب بھی یہی نطفہ ہے مگر چاہیں تو اس سے بھی کسی قدر قوی کہلا کر دیکھ لیں الٹی حالت کیوں ہو رہی ہے؟ انہیں سمجھ نہیں آتا کہ اس انقلاب اور ہیر پھیر کا کون فاعل ہے؟) ایک جگہ دہریوں کے بیہودہ خیال کو (کہ ایک چیز دوسری سے پیدا ہوتی ہے اور ہمیشہ سے ایسا ہی چلا آیا ہے خدا کوئی نہیں) ایک مختصر سے جملہ میں رد کر دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنتَهَىٰ (النجم) ہے کہ بیشک نہیں کہ (اے رسول) تیرے رب کیطرف سے سب چیزوں کی انتہا ہے" (یعنے بے شک ہے کہ ایک چیز سے دوسری پیدا ہوتی ہے لیکن جب دوسری کو دیکھا جائے تو وہ بھی کسی تیسری کی محتاج ہے تیسری کو دیکھیں تو وہ بھی کسی چوتھی کی محتاج ہے پس اسی طرح سب کائنات کا سلسلہ چلتا ہے جبکہ دنیا کی

سب چیزیں اپنی اپنی ہستی میں مثل گاڑیوں ریل کے ایکدوسرے کی حرکت سے چل رہی ہیں تو وہ کون چیز ہے کہ جس کی اصلی حرکت ہے جو ان سب کو چلاتا ہے جسپر سب کا دارومدار ہے وہ خدا ہی ہے یہی معنی ہیں وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی کہ تیرے رب کی طرف سے سب چیزوں کی انتہا ہے"۔

میرا جی تو نہیں چاہتا تھا کہ اس مضمون کو چھوڑوں تاکہ ان متعصب مخالفوں کی ایمانداری یا ناواقفی کا ثبوت ہو جنہوں نے اپنی جہالت سے بطمع نفسانی یا شہرت ملکی جھوٹ پھیلایا اور عام لوگوں کو دھوکہ دیا کہ قرآن ایسے ضروری مسئلہ میں بے ہتھیار ہے مگر کیا کروں اس خوف سے کہ آپ پرچہ کے منتظر ہونگے اسے چھوڑ کر اسی رسالہ کا وعدہ دیتا ہوں۔ جس کا ذکر پہلے کر آیا ہوں۔

دوسرا مسئلہ یعنے دعوے توحید یہ تو قرآن کا اصل مقصود ہے۔

(ب) دعوٰی توحید

ایک جگہ ارشاد ہے کہ اللہ نے ظاہر کر دیا ہے کہ میرے سوا کوئی معبود برحق مالک

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (آل عمران)

انصاف نہیں اور اس کے فرشتے اور سب علم والے بھی گواہ ہیں کہ اسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو سب غالب اور بڑی حکمت والا ہے"۔

ایک جگہ فرمایا۔ اے ہمارے رسول تیرے۔ رب کا قطعی فیصلہ ہے کہ سوا میرے کسی

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (زمر)

کی عبادت مت کر (اگر فرضاً) تو بھی شرک کریگا تو تیرے بھی نیک عمل ضائع ہو جاوینگے اور تو گھاٹا پانیوالوں سے ہو جاوے گا"۔

ایک جگہ فرمایا کہ "خدا شرک ہرگز نہیں بخشیگا۔ ایک جگہ مکہ کے مشرکوں کو جو کعبہ میں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (نساء)

بت پرستی کرتے تھے فرمایا کہ "اس گھر کے

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ (قریش)

مالک یعنے محمدؐ خدا کی عبادت کریں"۔

سلہ دیکھو تکذیب براہین احمدیہ مصنفہ پنڈت لیکھرام (ناشر)

چونکہ دعوے کے لئے اسقدر کافی ہے ورنہ اس مضمون سے تمام قرآن شریف بھرا پڑا ہے اس لئے میں دلائل کی طرف آتا ہوں تاکہ کوئی شخص قرآنی دعوے کو بے دلیل ہونے کا اعتراض نہ کرے۔

(ج) دلائل توحید

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (نحل)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ "خدا نے تم کو ایک دوسرے پر رزق کی بڑوتری دی ہوئی ہے پس بڑوتری والے اپنے غلاموں کو مال دے کر ان سے برابر نہیں ہوتے تو کیا (خدا کے بندوں اور اس کی مخلوق ہی کو برابر کرکے) خدا کی نعمت سے کفر کرتے ہیں؟"

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ وَقَالُوا اتَّخَذَ

ایک جگہ ارشاد ہے کہ "خدا ہی کی سب چیزیں ہیں۔ جو زمین میں ہیں اور جو آسمان میں اور جو اس کے نزدیکی مقرب بندے (جیسے مسیح وغیرہ) ہیں اسکی عبادت سے کبر نہیں کرتے اور نہ ہی سستی کرتے ہیں رات دن اسکی پاکی بیان کرتے ہوئے تھکتے نہیں کیا ایسے خدا کے ہوتے بھی ان مشرکوں نے سفلی پیدائش کے معبود بنا لئے ہیں کیا وہ ان کو جمع کریں گے؟ اگر سوائے خدا کے اور معبود بھی ہوتے تو زمین و آسمان ان کے باہمی اختلاف سے بگڑ جاتے۔ کیونکہ معبود برحق کا دوسرے کے تابع ہو کر رہنا اس کی الوہیت کے خلاف ہے پس آپس میں ٹکراتے اور صلح جیسی کسی کسی طریق کو خواہ مخواہ دباؤ یا کوئی نہ کوئی غرض مدنظر ہوتی کہ ان میں ہرگز نہ ہوتی پس خدا کی تخت حکومت

الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ (انبیا)	ان مشرکوں کی بیہودہ گوئی سے پاک ہے اُسے کوئی نہیں پوچھ سکتا اور وہ سب لوگ جن کو انہوں نے معبود بنا رکھا ہے اپنے اپنے

کئے سے سوال کئے جاویں گے (ایسی توحید صاف کو مانتے نہیں) بلکہ سوائے خدا کے اور معبود بنا رکھے ہیں تو (اے رسول) ان سے کہدو کہ اس دعوے پر اپنی دلیل لاؤ یہی پکار میری اور میرے ساتھیوں کی اور مجھ سے پہلے نیک بندوں کی چلی آئی ہے لیکن اکثر نادان ان میں سے حق کو نہیں جانتے اور وہ منہ پھیر جاتے ہیں حالانکہ ہم نے (یعنے خدا نے) تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے ہیں اُنکی طرف یہی پیغام تھا کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم میری ہی عبادت کیجئو یہ لوگ (عیسائی اور مکہ کے مشرک) کہتے ہیں کہ خدا نے اپنے لئے اولاد بنائی ہے وہ ایسی بیہودہ گوئیوں سے پاک ہے وہ لوگ (یعنے مسیح وغیرہ) تو معزز بندے ہیں وہ تو خدا کے آگے بڑھ کر بول بھی نہیں سکتے اور خدا کے بتلائے ہوئے پر کاربند ہیں ؛

اس بیان میں قرآن مجید نے دونوں قسم کے دلائل عقلی و نقلی بتلا کر مشرکین کو شرک کی کمزوری دکھا کر توحید کی طرف بلایا ہے ؛

میں اس موقع پر سچ عرض کرتا ہوں کہ آیات قرآنی مجھ سے جنگ کر رہی ہیں ہر ایک کہتی ہے کہ مجھے ہی لکھ میں سخت مجبور ہوں کہ اس مختصر سے پرچہ میں کس کو لکھوں اور کس کو چھوڑوں اخیر میں سب کو یہ کہکر کہ مضمون طویل ہو جائیگا تم کو جدا ایک رسالہ میں درج کرونگا۔ معاف چاہتا ہوں تاہم ایک مقام سے سخت مجبور ہوں کہ اسے بھی درج کردوں وہ مقام ایسا ہے کہ اس سے دعوے اول یعنے ثبوت واجب الوجود اور بیان ثالث یعنے "دلائل توحید باری" دونوں ثابت ہونگے پس غور سے سنو!

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ	چنانچہ ارشاد ہے کہ "خدا وہ ذات پاک ہے جو اوپر سے تمہارے لئے بارش اتارتا ہے اُس سے

تُسِيمُونَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ
وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَ
مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً
لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ
وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ
مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ
لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ
مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً
لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ
الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ
تَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۝ وَتَرَى
الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ
فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَأَلْقَى فِي
الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ ۝
أَنْهَارًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝
عَلَامَاتٍ ۝ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ (النحل)

تم پیتے ہو اور اس کے درخت پیدا ہوتے ہیں
جن تم اپنے مویشیوں کو چراتے ہو اس پانی
کے ساتھ تمہارے لئے کھیتی پیدا کرتا ہے اور
زیتون اور کھجور اور انگوروں کے درخت
اور ہر قسم کے پھل پیدا کرتا ہے بیشک اس میں
بڑی نشانی ہے اس قوم کیلئے جو فکر کرتے
ہیں اور کام میں لگا رکھے ہیں تمہارے لئے رات اور
دن اور سورج اور چاند اور ستارے بھی اسی کے حکم سے
گھرے ہوئے ہیں بیشک اس میں بڑی نشانیاں
ہیں اس قوم کیلئے جو کچھ بھی عقل رکھتے ہیں اور
کام میں لگا دیا تمہارے لئے جو کچھ اس نے
زمین میں پیدا کیا جسکے رنگ مختلف ہیں
بیشک اس میں بڑی نشانی ہے اس قوم کے لئے جو
نصیحت پانے کو ہوں (نہ کہ ہٹ دھرم) اور وہ ذات
پاک وہی تو ہے جس نے سمندر کو تابع کر رکھا ہے تاکہ تم
اس سے تر و تازہ مچھلیوں کا گوشت کھاؤ اور
زیور موتی وغیرہ نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور تو دیکھتا ہے (اے دیکھنے والے) جہازوں
کو سمندر میں پانی کو چیرتے چلتے ہیں تاکہ تم (بذریعہ تجارت وغیرہ) اسکا فضل تلاش
کرو اور خدا کا شکر کرو اور (خدا نے) زمین میں پہاڑ بنا دیئے تاکہ بسبب حرکت
پانی کے تم کو ہلا سکے اور دریا اور پہاڑوں میں قدرتی راستے بنا دیئے تاکہ تم
راہ پاؤ۔ علاوہ اس کے کئی اور نشان قدرت کے بنائے ہیں اور ستاروں
کے ساتھ بھی لوگ راہ چلتے ہیں۔

یہ سب بیان جو پیدائش سے تعلق رکھتا ہے تبلا کر خدا نتیجہ پر آگاہ کرتا ہے۔ کہ

أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُنْكِرَةٌ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ (نحل)

کیا جو پیدا کرے وہ اس جیسا ہی جو نہیں پیدا کرتا؟ (جیسے تمہارے مصنوعی معبود مسیح وغیرہ) کیا تم سوچتے نہیں ہو؟ یہ تو کیا اگر خدا کی مہربانیاں گننے لگو تو ہرگز گھیر نہ سکو مجملہ ان مہربانیوں کے یہ ہے کہ وہ بڑا ہی بخشنہار مہربان ہے خدا جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جنکو شرک پکارتے ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں بنا سکتے بلکہ خود خدا کے بنائے ہوئے ہیں موت کے محل ہیں نہ تو ہمیشہ زندہ رہنے والے اور نہ ہی جانتے ہیں کہ کب اٹھائے جائینگے معبود تمہارا ایک ہی ہے پس جو لوگ آخرت کی زندگی نہیں مانتے اس توحید سے دل اُن کے منکر اور وہ خود متکبر ہیں۔

آیات مذکورہ بالا سے جو مطلب ثابت ہوتا ہے نیری شرح کا محتاج نہیں یہ بات تو قرآن مجید کی روانگی ہی سے معلوم ہوتی ہے کہ اس سے مخاطب کی تفہیم (سمجھانا) منظور ہے نہ کہ صرف دعوے ہی دعوے جو مریدوں کے سوا دوسرا سُنے ہی نہیں۔

پس میں چلتے دعوے کی طرف آتا ہوں جس کا نام میں نے صفات باری رکھا تھا اس کے متعلق بھی قرآن شریف نے جسقدر خوبی سے بیان کیا ہے اس کو پڑھنے والے (مگر عربی کے سمجھنے سے) ہی جان سکتے ہیں۔

(د) صفات باری

اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ

ایک جگہ ارشاد ہے کہ "خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو ہمیشہ زندہ اور سب کا تھامنے والا نہ اُسکو اونگھ ہے نہ نیند اُسی کا ہے جو آسمان

عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (آل عمران)

میں ہے اور جو زمین میں ہے کون ہے جو اُس کے پاس بغیر اُس کے اذن کے سفارش کر سکے؟ وہ لوگوں کی آگے پیچھے کی باتیں جانتا ہے اور لوگ اُس کے علم سے کچھ نہیں جان سکتے مگر اور سیقدر جو وہ بتلا دے اُسکی حکومت نے تمام آسمانوں اور زمین کو گھیرا ہوا ہے اور وہ اُن کی نگرانی سے تھکتا نہیں اور وہ بڑا بلند بڑی عظمت والا ہے۔"

ایک جگہ فرمایا ہے کہ خدا تو وہ ہے کہ "جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ غائب اور ظاہر کو برابر جانتا ہے وہ بڑا رحم والا نہایت مہربان ہے وہ ذات پاک وہ ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے سب عیبوں سے پاک وسلامتی کا مالک امن دینے والا نگہبانی کرنیوالا سب پر غالب خود مختار۔ بڑائی والا۔ پاک ہے اللہ شرکوں کے شرک سے وہ خدا پیدا کرنیوالا بے نمونہ بنانے والا سب چیزوں کی تصویر بنانیوالا سب نیک نام اسی کے لئے ہیں۔ سب

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (حشر)

چیزیں جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اسی کی پاکی بتلا رہی ہیں اور وہ سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے۔"

اس مضمون کو بھی بصد افسوس بوجہ خوف طوالت ناتمام چھوڑ کر تدن کے پہلے حصے پر آتا ہوں جس کا نام میں نے "تہذیب الاخلاق" رکھا تھا پس غور سے سنیے۔

(الف) تہذیب الاخلاق

ایک جگہ ارشاد ہے کہ تو (ای رسول) کہہ آؤ میں خدا کے بتلائے ہوئے

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (انعام)

احکام تم کو سناتا ہوں پہلے یہ کہ تم اُس کا شریک مت ٹھیراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے (جیسا کہ مکہ کے مشرک لڑکیوں کو مار دیتے تھے) قتل نہ کرو ہم (خدا) ہی تو تم کو اور اُنکو رزق دیتے ہیں اور بیحیائی جیسی (ظاہری) کے نزدیک بھی مت جاؤ یہ باتیں ہیں جن کی خدا تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم عقلمند بنو اور یتیم کے جوان ہونے تک اسکے مال کے نزدیک بھی مت جاؤ مگر اس طریق سے جو اچھا اور یتیم کے حق میں مفید (مثل تجارت وغیرہ) کے ہو (یعنی اگر تمہارے سپرد کسی یتیم کا مال ہو تو اس کو جیسے کبھی نہیں (ہاں اگر اسکی تجارت کر کے بڑھوتری یتیم کو دیتے رہو تو اچھے کا تقاضا نہیں) اور ترازو انصاف سے پورا کرو ہم ہر جان کو اسکی طاقت جتنا ہی حکم دیتے ہیں اور جب کچھ کہنے لگو تو انصاف کہو اگرچہ معاملہ میں کوئی تمہارا رشتہ دار بھی ہو اور جو عہد اللہ کے نام پر دو ان کو پورا کرو یہ باتیں ہیں جن کی خدا تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سمجھدار بنو۔"

ایک جگہ ارشاد ہے۔ "بیشک مراد کو پہونچ گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں عاجزی

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ

کرتے ہیں اور وہ لوگ جو لغو اور بیہودہ باتوں سے منہ پھیر جاتے ہیں اور جو لوگ مال

عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حٰفِظُونَ إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُونَ أُولٰئِكَ هُمُ الْوٰرِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ (مومنون)

کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو اپنی شہوت گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں لیکن اپنی بیویوں اور کنیزکوں سے (جن سے اُن کو شرعاً و عرفاً ملاپ درست ہے) کریں تو ایسے لوگوں کو ملامت نہیں ہاں جو ان کے سوا غیروں کو چاہتے ہیں (غیر عورت ہو یا کوئی لڑکا) وہی لوگ خدا کی حد سے گزر جانیوالے ہیں اور وہ لوگ مراد کو پہنچتے ہیں جو امانتوں اور وعدوں کا لحاظ رکھتے ہیں اور جو لوگ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں یہ لوگ جنت فردوس کے مالک ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

طوالت مضمون کا خوف ہے ورنہ یہ مضمون بھی ایسا طویل الذیل ہے کہ قرآن مجید کا نصف نہیں ایک معتد بہ حصہ تو ضرور ہی اس سے بھرا ہوا ہے۔

دوسرا حصہ تمدن کا وہ ہے جس کا نام میں نے "تدبیر منزل" رکھا تھا۔

(ب) تدبیر منزل

تدبیر منزل کا لفظ حکما کے نزدیک تو خاص ایک گھر کے رہنے والوں کے تعلق کو کہتے ہیں مگر میری مراد اس جگہ عموماً وہ تعلقات ہیں جو انسان کو سب رشتوں میں پیش آتے ہیں ان رشتوں میں سب سے بڑا رشتہ ماں باپ کا رشتہ ہے جس کی بابت ارشاد ہے کہ:-

وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا

"تیرے رب کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور ماں باپ سے احسان کرو اگر وہ دونوں یا ایک تیرے

أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا
كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ
مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا
رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ
نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ
كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا وَاٰتِ ذَا
الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ
وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ
كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ (بنی اسرائیل)

سامنے بڑھاپے کو پہونچیں۔ تو اُن سے خدمت کرنا ہوا اُف بھی نہ کہہ اور نہ ان کو جھڑک اور اُن کیساتھ عزت سے باتیں کر اور مہربانی سے اپنے بازو تواضع کے اُن کے آگے جھکا دے اور کہا رہ کہ اے میرے خدا ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے مجھ کو چھوٹی عمر میں پرورش کیا تھا۔ ایسا نہ کرو کہ ظاہر میں خوش آمد اور اندر ہو ایذا رسانی کرنے لگو) خدا تمہارے دلوں کی باتوں کو بھی خوب جانتا ہے اگر تم نیک ہوگے تو وہ نیکوں کے لئے بڑا ہی بخشنہار مہربان ہے۔ اور قریبوں کو اُن کے حق دیا کرو اور مسکینوں اور مسافروں کی خاطر رکھ اور فضول خرچیوں میں مت اُڑاؤ بیشک فضولخرچ شیطانوں کے ساتھی ہیں۔

بیوی خاوند کے متعلق سب سے پہلا قانون اُس کے رشتہ کا تبلایا ہے کہ کس سے ہو اور کس سے نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ کہ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ
وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَ
بَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَ
اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ
مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ
وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ
نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ
لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ

"تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھائی بہن کی بیٹیاں اور تمہاری دودھ مائیں اور دودھ کی بہنیں اور تمہاری ساسیں اور تمہاری عورتوں کی جن سے تم نے جماع کیا ہو پہلی لڑکیاں جو تمہاری پرورش میں آئی ہوں سب حرام ہیں اور اگر اُن عورتوں سے تم نے جماع نہیں کیا تو اُنکی پہلی لڑکیوں کے نکاح کرنے میں تم کو گناہ نہیں اور حرام ہیں تم کو تمہارے صلبی بیٹوں کی

مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (نساء)	جورو ئیں اور حرام ہے کہ دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں لاؤ ہاں جو اسلام سے پہلے تم نے کیا ہو سو معاف ہے بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔"

ایک جگہ ارشاد ہے۔ "اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے سرکشی یا نفرت معلوم کرے

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ (نساء)	تو صلح کرنے میں ان کو گناہ نہیں صلح بہت اچھی ہے اور عموماً خصلت بخل کرتے ہیں یعنے اکثر صلح میں خواہ مخواہ کسی جانب کو رعایت دینی پڑتی ہے جس سے دوسرا ناراض ہوتا ہے گو کسی طرف سے ناراضی بھی ہو تو بھی صلح کا انجام بہتر ہے۔ اگر احسان کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تو تمہارا ہی بھلا ہے خدا تمہارے کاموں سے پوری خبر رکھتا ہے۔"

ایک جگہ فرمایا چونکہ عورتوں میں تم سے پورا انصاف نہیں ہو سکتا گو تم اس کی

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا (نساء)	خواہش بھی کرتا ہم تم ایسا نہ کرو کہ ایک ہی جانب جھک جاؤ اور دوسری عورت کو لٹکتی ہوئی نہ ادھر کی نہ ادھر کی کر چھوڑ دو اور لگ صلح کر دگے اور ناجائز کام کرنے میں خدا سے ڈرتے رہو گے تو خدا بڑا بخشنہار مہربان ہے (اس سے اسکا عوض پاؤ گے) اور اگر دونوں خاوند بیوی سخت ناچاقی کیوجہ سے علیحدہ ہو جاویں تو خدا ہر ایک کو دوسرے سے اپنی فراخی سے بے پرواہ کر دے گا خدا تو بڑا ہی فراخی والا حکمت والا ہے۔"

عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ایک جگہ حکم ہے کہ عورتوں سے ہمیشہ نیک نباہ کیا کرو۔"

غرض اس پہلو کو بھی قرآن شریف نے بہت ہی واضح طور سے بیان کیا ہے یہاں

چونکہ سارے بیان کی جگہ نہیں اس لئے مجبوراً اسی رسالہ کا وعدہ دے کر تمدن کے اس حصہ پر آتا ہوں۔ جس کا نام میں نے "معاملات" رکھا تھا۔

(۳) معاملات

معاملات کی صفائی کو قرآن شریف نے جیسا بیان کیا ہے شائد و باید۔ چنانچہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ (نساء)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ اے مسلمانو! انصاف پر مضبوط ہو کر خدا کے لئے شہادت دینے والے بنے رہو۔ گو کسی طرح تمہارے یا تمہارے ماں باپ یا قرابتیوں کے حق میں مضر بھی ہو اگر کوئی شخص امیر ہو تو بھی اور اگر فقیر ہو تو بھی سچ کہتے ہوئے ان کا لحاظ نہ کرو خدا ان کے حال پر تم سے زیادہ قابو رکھتا ہے (ان کے لحاظ میں آکر اگر خدا کے خلاف کرو گے تو انہی سے تمہاری گت کرائیگا) پس تم عدل کرنے سے من مانی خواہش کے پیچھے مت چلو اگر سچی گواہی سے زبان مروڑو گے یا منہ پھیر دو گے (خدا تمہارے کاموں سے باخبر ہے وہ پوری سزا دے گا)

ایک جگہ فرمایا۔ کہ کسی قوم کی سخت سے انصاف نہ چھوڑا کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم پر حمایت نہ کیا کرو۔

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَن لَّا تَعْدِلُوا (مائدہ) تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (مائدہ)

ایک جگہ حکم ہے کہ اگر مقروض تنگدست ہو تو فراخی تک اس کو ڈھیل دو اور ایسے وقت میں بالکل معاف کر دینا بہرحال تمہارے لئے بہتر ہے اگر جانتے ہو تو ایسا ہی کرو۔

فَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ وَاتَّقُوا يَوْمًا

تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ
نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ
بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَ
لْيَكْتُبْ كَّاتِبٌۢ بَّيْنَكُمْ بِالْعَدْلِ وَلَا
يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ
اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ
وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا
فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا
اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ
فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا
شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا
رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ
تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا
فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى وَلَا
يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا
اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ
ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ
اَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً
حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ
جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ
وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ وَاِنْ
تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اُس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کیطرف
پھیرے جاؤ گے پھر ہر جان کو اُسکی پوری
کمائی ملیگی اور اُنپر کسی طرح سے ظلم نہ ہوگا
اے مسلمانو! جب تم آپس میں قرض
کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو وقت مقرر تک
لکھ لیا کرو اور کوئی کاتب تم میں انصاف کیساتھ
لکھا جائے اور کاتب لکھنے سے انکار نہ کرے
جیسا کہ اسکو خدا نے سکھلایا وہ لکھدے (یعنے
کسی بہانہ سے ٹلائے نہیں کہ میرے خط اچھا نہیں یا
کچھ اور) اور جسنے [illegible] بیان کرایا
اور بیان کرتا ہو خدا سے جو اُس کا رب ہے
ڈرتا رہے اور قرض سے کوئی چیز کم نہ کرے
اور اگر مقروض بے وقوف یا کمزور ہے یا اسکو
بتلانے کی طاقت نہیں تو اسکا کوئی متولی
انصاف سے بتلا جائے اور اپنے میں دو مرد گواہ
بھی کر لیا کرو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد
اور دو عورتیں تاکہ ایک کے بھولنے سے دوسری
اس کو یاد دلائے (کیونکہ عموماً عورتوں کا
حافظہ کمزور ہوتا ہے) پسند نہ کرو۔ ہاں
لوگوں کو گواہ بناؤ اور گواہ طلبی کے وقت گواہی
سے انکار نہ کریں اور نہ وقت مقرر تک لکھنے
سے سستی نہ کیا کرو چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا
یہ خدا کے [illegible] انصاف کی بات ہے اور گواہی

وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ
وَإِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا
كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ فَإِنْ أَمِنَ
بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ
أَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا تَكْتُمُوا
الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهٗ آثِمٌ
قَلْبُهٗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيمٌ (بقرہ)

کو بڑی مضبوط رکھنے والا طریق اور شبہ سے بچنے کا عمدہ ذریعہ ہے ہاں جب سودا ہاتھ پر نقد ہو جس کو آپس میں تم لین دین کرو تو اس کے نہ لکھنے میں تم کو گناہ نہیں اور سودا کرنے وقت گواہ کر لیا کرو نہ کاتب کو ضرر پہنچاؤ نہ گواہ کو اگر ایسا کرو گے تو تم کو سخت گناہ ہوگا اور اللہ سے ڈرتے رہو خدا تم کو علم کی باتیں سکھاتا ہے اور خدا ہر چیز کو جانتا ہے اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا تم کو نہ ملے (اور قرض کی تم کو حاجت ہو) تو قرضخواہ کے پاس کوئی چیز گرو (بلا سود) رکھ لو اور اگر کوئی کسی کو اپنی جان کر بلا گرو قرض دیدے تو قرضدار اپنی امانت یعنے قرض کو پورا ادا کرے اور خدا سے جو مالک اس کا ہے ڈرتا رہے اور گواہی کو چھپاؤ نہیں جو کوئی اس کو چھپائیگا جانو کہ اس کا دل بگڑا ہوا ہے اور خدا تمہارے کاموں سے باخبر ہے "

ایک جگہ ارشاد ہے۔ خدا تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ
حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ
اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ
كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ
لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ
مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَإِنْ
لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ أَبَوَاهُ
فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهٗ إِخْوَةٌ
فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَا

لڑکے کا لڑکی سے دگنا حصہ ہے اور اگر لڑکیں بھی دو یا دو سے زائد ہوں تو ان کے لئے میت کے چھوڑے ہوئے مال سے دو تہائی ہے اور اگر ایک لڑکی ہے تو اس کے لئے نصف مال ہے اور میت کے ماں باپ کے لئے جنا جنا حصہ میت کے چھوڑے ہوئے مال سے بشرطیکہ میت کی اولاد بھی ہو اور اگر میت کی اولاد نہیں اور صرف ماں باپ ہی اس کے وارث ہیں تو اسکی ماں کیلئے تہائی (اور باقی باپ کے

اَوْ دَيْنٍ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا
تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً
مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا وَلَكُمْ
نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ
لَّهُنَّ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ
الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا
تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ
كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ
مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ
وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً
اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ
وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ
مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ
مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ (نساء)

لئے ہے) اور اگر اس کے بھائی ہوں تو
اسکی ماں کا چھٹا حصہ ہے (باقی بھائیوں کا
مگر یہ حصے بخرے میت کی وصیت اور
قرض ادا کرنے کے بعد ہونگے تم نہیں جان سکتے
کہ تمہارے ماں باپ وغیرہ میں سے کون تم کو
آخری نفع زیادہ دے سکتا ہے۔ یہ اللہ کا حکم
ہے بے شک خدا سب کچھ جانتا ہے اور
تمہاری بیویوں کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تم کو
نصف ہے بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو اگر
ان کی اولاد ہے تو تمہارے لئے چوتھائی ان کے
چھوڑے میں سے ہے لیکن بعد وصیت اور قرض ادا
کرنے کے اور تمہارے چھوڑے ہوئے مال میں سے
ان کی چوتھائی ہوگی بشرطیکہ تمہاری اولاد
نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہے تو ان عورتوں کے
لئے آٹھواں حصہ تمہارے چھوڑے ہوئے مال میں سے
ہے لیکن بعد وصیت اور قرض ادا کرنے کے اور اگر کوئی آدمی (مرد ہو یا عورت)
ایسا ہے جس کا نہ ماں باپ نہ بیٹا بیٹی ہے اور بھائی یا بہن ہے تو ہر ایک کے لئے
بھائی بہن میں سے چھٹا چھٹا حصہ ہوگا۔ اور اگر اس سے زائد ہوں تو تہائی میں شریک
ہونگے لیکن بعد وصیت اور قرض ادا کرنے کے"

اس مضمون کو بھی بخوف طوالت بنا خوشی چھوڑ کر سیاست کیطرف آتا ہوں:

(الف) اطاعت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ
وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ

ارشاد ہے کہ "مومنو! خدا کا نازل کیا ہوا
کلام اور رسول کا بتلایا ہوا حکم مانو اور اپنے میں سے

مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (نساء)

حکومت والوں کی تابعداری کرو پھر اگر تم میں کوئی جھگڑا پڑ جاوے تو اسکو اللہ کی طرف اور اس کے رسول کے بلائے ہوئے حکم کی طرف پھیرا کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور پچھلی زندگی پر یہ سب سے بہتر ہے اور انجام اس کا سب سے اچھا ہے۔

سیاست کے دوسرے حصہ کی بابت ارشاد ہے۔

(ب) قانون فوجداری و دیوانی

(سول)

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا (نور)

ایک جگہ حکم ہے کہ "زانیہ عورت اور زانی مرد ہر ایک کو سو درے (بیت) لگاؤ اور قانون خداوندی کی تعمیل میں ان سے نرمی نہ کرو اور اگر تم کو خدا پر اور پچھلے دن (قیامت) پر یقین ہے تو ایسا ہی کرو) اور ان کے عذاب کے وقت ایک جماعت مسلمانوں کی حاضر رہے (تا کہ اسکو زجر اور انکو نصیحت اور) ملک میں اس سزا کی شہرت ہو۔ ایک جگہ حکم ہے کہ "جو لوگ بے گناہ عورتوں (یا مردوں) کو ناحق (زنا کی) تہمت لگائیں اور چار گواہ اس دعوے پر نہ لا سکیں تو ان کو اسی اسی دُرّے (بیت) لگاؤ اور آئندہ کو کبھی بھی ان کی شہادت قبول نہ کرو۔"

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا (مائدہ)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ "چور مرد ہو یا عورت بعد ثبوت ان کی چوری کے دایاں دایاں ہاتھ کاٹ ڈالو۔"

ڈاکہ زنوں کی بابت ارشاد ہے کہ "جو لوگ ڈاکہ مارتے ہیں اور زمین میں فساد

إِنَّمَا جَزَآؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا
أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ
وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ
الْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ
لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ إِلَّا
الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ
فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (مائدہ)

کرنے میں کوشش کرتے ہیں ان کی سزا
یہی ہے کہ یا تو قتل کئے جاویں یا سولی دیئے
جاویں یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مقابل کے کاٹے
جاویں یا ملک خارج کئے جاویں (اگر صرف
راہ میں ڈرائیں) یہ ذلت اُن کے لئے
دنیا میں ہے اور آخرت میں اُن کیلئے بڑا عذاب
ہاں جو لوگ تمہارے (پولس منیوں کے) قابو
پانے سے پہلے ہی توبہ کر جاویں اور دل سے
نیک اطوار ہو جاویں تو ان کو نہ پکڑو اور جانو کہ اللہ بڑا بخشنہار مہربان ہے

ایک جگہ حکم ہے کہ اے مسلمانو! مقتولوں کا بدلہ لینا تم کو جائز ہے۔ آزاد اگر

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ
وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى
فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ
بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ
ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ
فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ
عَظِيمٌ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ
يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (بقرہ)

آزاد کو مارے تو اُس کو اور غلام اگر غلام کو
مارے تو اس کو اور عورت اگر عورت کو مارے
تو اسکو مار دیں (چونکہ شریعت میں قتل
دیوانی معاملہ ہے) اس لئے جس مقتول کو وارث
مقتول سے کچھ معاف ہو تو اسکی مرضی پر
چلے اور جتنے پر صلح ٹھیرے اسکو دیدے یہ خدا
کی طرف سے تمہارے لئے تخفیف اور رحمت
ہے پھر بعد اس کے جو شخص کسی طرح زیادتی
کریگا۔ (یعنے بدلا لیکر پھر قاتل کا خون کریگا
یا بدلا دے کر وارث مقتول کو ایذا دے گا) تو اس کے لئے دُکھ دینے والا عذاب
ہوگا۔ (اصل تو یہ ہے کہ جان کے بدلہ میں جان ہی سے مارو کیونکہ) قاتل کے مار ڈالنے
میں ایک قسم کی زندگی ہے اے عقل والو! تاکہ تم یا جو کوئی اُس کے مارے جانے کو دیکھیگا
آئندہ کو ایسی حرکت سے بچے گا۔"

یہ کتنا بڑا انصاف ہے کہ خون کے مقدمہ کو قرآن نے دیوانی قرار دیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ مقتول کے مارے جانے سے اُس کے ماں باپ بھائی بندوں کا جو نقصان ہوا ہے تلف جائداد سے بڑھ کر ہے پھر اگر اس قاتل کو پھانسی وغیرہ دی جاوے وہ بھی ایسی طرز سے کہ مقتول کے وارثوں کی رائے کو اس میں کوئی دخل نہ ہو تو اُس کے وارثوں کے زخم کو جو اُن کے نونہال کے مرنے سے اُن کو پہونچا ہے کوئی مرہم نہیں لگایا گیا۔ بخلاف فیصلہ قرآنی کے یا یوں کہو کہ فیصلہ خداوندی کے وارثان مقتول کو اختیار رہے کہ اس کو مروا دیں یا اُس سے کچھ عوض لیکر چھوڑ دیں رحم سے ان کو کسی قدر تقویت ہوگی یا بالکل معاف کر دیں ہاں قتل کرنے کی بات ترغیب دی ہے اور اس کے فوائد ایک ایسے مختصر جملہ میں بتلائے ہیں۔ جو اپنی فصاحت بلاغت کیوجہ سے تمام عرب میں اُسیوقت شہرہ آفاق ہو گیا تھا جس کے بیان کا یہ موقع نہیں (اس مسئلہ کے متعلق مفصل بحث ہمارے رسالہ "اسلام و برٹش لا" میں دیکھو)

ایک جگہ خاص بیوی خاوند کے ایک ضروری مقدمہ کے متعلق جس کے فیصلہ سے آج تک کل قوانین شاہی خالی ہیں۔ ارشاد ہے۔ کہ:-

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ	جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور اُن کے پاس بجز اپنی ذات کے کوئی گواہ نہ ہو تو اُن میں سے ایک (یعنے خاوند) حاکم کے سامنے چار دفعہ اللہ کے نام سے گواہی دے کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں (بیشک میری عورت نے بدکاری کی ہے) پانچویں دفعہ کہے کہ اگر میں نے جھوٹ کہا ہو تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو اسیطرح عورت سے عذاب (جو درصورت ثبوت زنا اس کو ہونا تھا جبکا

مِنَ الضَّالِّيْنَ (نور) ذکر پہلے ہو چکا ہے) ہٹ سکتا ہے کہ چار دفعہ خاوند کی تکذیب کرکے پانچویں دفعہ کہے کہ اگر یہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ہو۔"
(اس کے بعد دونوں کی جدائی ہمیشہ کے لئے کردی جاوے گی)

اسی طرح دیگر مقدمات کے لئے بھی اصول بتلائے گئے ہیں اب میں اسے چھوڑ کر سیاست کے تیسرے پہلو کی طرف آتا ہوں جس کا نام میں نے "تدبیر جنگ" رکھا تھا جو بغرض حفاظت مال وجان انسان کو طبعی طور پر دشمنوں سے بچنے کے لئے کرنی پڑتی ہے جس کو ہر قوم نے ہمیشہ کیا اور کر رہی ہے قرآن شریف نے جو بانی فطرت کی طرف سے نازل ہوا ہے اس ضروری مسئلہ کے متعلق بھی ہدایات اور احکام بیان کر دیئے ہوئے ہیں یہ مسئلہ تو قرآن کا خدا کے فضل سے ایسا مشہور ہے کہ ہر کہہ ومہ کی زبان پر گو کسی قدر غلطی اور مبالغہ ہی چڑھا ہوا ہے چنانچہ آپ نے سنا ہوگا اسے خونریزی سے تعبیر کیا ہے اور اس پر غور نہیں کیا کہ یہ خونریزی تو تمام قوموں میں بطور نیشنل لاقومی قانون کے مروج[1] ہے بہرحال قرآن کی تعلیم اس بارہ میں مندرجہ ذیل ہے:

(ج) جنگ یا جہاد (لڑائی)

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَأَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقَاتِلُوْكُمْ فِيْهِ

ایک جگہ ارشاد ہے کہ اللہ کی راہ میں (یعنی اس کے حکم کے بموجب) ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور ظلم وزیادتی نہ کرو بیشک ظالم لوگ خدا کو نہیں بھاتے۔ مارو ان کو (یعنی جو تم کو مارتے ہیں) جہاں پاؤ اور نکالدو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے (یعنی مکہ معظمہ سے) اور فتنہ وفساد

[1] چنانچہ مولانا صاحب نے سوامی دیانند کے فقرہ نمبر ۲ کے جواب میں "حق پرکاش" بجواب ستیارتھ پرکاش میں مفصل لکھا ہے۔ (مینجر)

فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (بقرہ)

(جو مشرکین کرتے ہیں) قتل سے بھی بڑا مضر ہے اور کہ کی مسجد (یعنی کعبہ) کے پاس ان کو نہ مارو جبتک وہ خود اسمیں لڑائی شروع نہ کریں (ہاں) اگر وہ تم سے (اُس مسجد میں) لڑیں تو تم بھی لڑو۔ اسلیے کہ سزا اُن کافروں کی ہے جو ایذا دیں پھر بھی اگر باز آجائیں اور فتنہ وفساد سے ہٹ جاویں تو خدا بخشنہار مہربان ہے اور لڑو ان سے جبتک فتنہ فرو نہو اور قانون خداوندی جاری نہ ہو جائے پھر بھی اگر باز آجائیں اور فساد چھوڑ دیں تو بجز ظالموں کے کسی پر ہاتھ نہ اٹھاؤ جو تم پر زیادتی کرے اُس پر اتنا ہی ہاتھ اٹھاؤ جتنی زیادتی اُس نے کی ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ کی مدد پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔"

یہ آیتیں سب اُن آیتوں کی شرح ہیں جو قرآن میں اس مضمون کی آئی ہیں جو بوجہ تنگی وقت میں ساری نقل نہیں کر سکتا اس مسئلہ کے متعلق تفسیر ثنائی جلد اوّل ملاحظہ کیجیگا۔

اب میں بصد افسوس اسے چھوڑ کر سیاست کے دوسرے حصہ کی طرف آتا ہوں جس کا نام بیرونی تعلقات یا فارن آفس ہے:-

(د) فارن آفس

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ (انفال)

ایک جگہ حکم ہے کہ "اگر تیرے مخالف صلح کیطرف جھکیں تو تو بھی جھک جا اور خدا پر بھروسہ کر بیشک خدا سننے والا جاننے والا ہے اور اگر صلح کے ذریعہ تجھ کو فریب دینا چاہیں تو خدا تجھ کو کافی ہے۔"

ایک جگہ حکم ہے کہ جن لوگوں سے تو نے عہد کئے ہیں اور وہ ہمیشہ توڑتے رہتے ہیں اور وہ اس بدعہدی سے بچتے نہیں پس اگر تو ان کو لڑائی میں پائے تو ان کی ایسی گت بنا کہ اُن سے پچھلے لوگوں کو بھی اسکی وجہ سے عبرت ہو تاکہ وہ نصیحت پاویں اور ہمیشہ عہد شکنی سے باز آئیں (جیسا کہ ترکوں نے یونانیوں سے ۱۸۹۷ء میں کیا) اور اگر کسی قوم سے خیانت تجھے معلوم ہو تو ان کو ٹھیک طور سے اطلاع دیدیا کر (کہ تمہاری ہماری صلح نہیں) بے شک اللہ کو خائن بدعہد لوگ نہیں بھاتے ہاں جب تک تم سے بنا ہیں تم بھی ان سے بنا ہو بے شک خدا پرہیزگاروں سے محبت رکھتا ہے"۔

وَالَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ۝ (انفال)

فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝ (توبہ)

یہ ہے فہرست بعض ان احکام کی جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ علاوہ اس کے قرآن میں ایک خاص خوبی اور بھی ہے کہ متکبر بندوں کو کان سے پکڑ کر خدا کے دروازہ پر لا گراتا ہے جس کی تفصیل ہماری کتاب تقابل ثلاثہ میں ملتی ہے اب میں آپکے جواب کا منتظر ہوں کہ حسب وعدہ آپ کہاں تک مجھے اس کا نقشہ بتلا دیں گے۔

واضح رہے کہ میں نے جو ترجمہ آیات کا کیا ہے کل اسلامی فرقے اس پر متفق ہیں اب میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ آپ بھی اسی اصول کا کہاں تک لحاظ رکھ کر مستند ترجمہ سنائیں گے ہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ بالترتیب جواب دیں پہلے دعوٰی الہام پھر علوم کے حالات بعد ازاں تعلیم اور اس کا نتیجہ کہ کہیں نظام عالم کے مخالف تو نہیں میں نے آپکی خاطر اپنی ناقص لیاقت کے موافق کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اب آپ کی طرف سے قدردانی کا اندازہ کرتا ہوں کہ آپ کہاں تک میری محرر صفات کو غور سے سنتے ہیں

ع۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

یہ بھی واضح رہے کہ وید اگر حقانی تعلیم ہونے کی وجہ سے باقاعدہ الہامی ثابت ہو جائے تو مسلمانوں کو اس کے ماننے میں کوئی عذر نہ ہوگا کیونکہ قرآن شریف میں صاف ارشاد ہے کہ خدا نے ہر قوم میں نبی اور کتاب بھیجی ہے مسلمان لوگ وید سے اگر بچتے ہیں تو اس وجہ سے کہ اس میں بت پرستی آتش پرستی وغیرہ کی تعلیم ہے سو اگر بقول آریہ سماج وہ اس خرابی سے پاک ہو اور اس کے الہامیوں کے حالات معلوم ہوں تو مسلمان اُسے الہامی ماننے کو ہر طرح حاضر ہیں۔ یہ بیان میرا ہی ذاتی نہیں بلکہ سب مسلمانوں کا ہے مولوی عبید اللہ مرحوم کی تحفۃ الہند اور مجدد الف ثانی رح کے مکتوبات ملاحظہ ہوں۔

ماسٹر صاحب نمبر (۳)

صفحہ ۳۴ پر جو آپ نے لکھا ہے:-

"چونکہ الہامی کتاب مہم کے منہ سے نکلی ہوگی اس لئے اس دعوے میں مہم کو بھی شریک کہنا صحیح ہے خاصکر منکر کے مقابلہ میں جو اس کتاب کو اس شخص الہامی ہی کی تصنیف کہتا ہے۔ اصل دعوے تو کتاب ہی کا ہے مگر مہم کے منہ سے نکلنے کی وجہ سے اس کا بھی کہلا سکتا ہے"

معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے میری عرض کی طرف خیال نہیں کیا میں نے صفحہ ۱۷ پر اس بات کو بخوبی واضح کر دیا تھا کہ الہامی کتاب کے ہرگز آگے دو مدعی نہیں ہو سکتے اور آپ ہیں کہ اکیلے دو مدعی ہی مان رہے ہیں اور اس کے صاف معنے یہ ہونگے کہ الہامی کتاب خدا اور انسان دونوں کی بنائی ہوئی ہے حالانکہ آپ مانتے ہیں کہ الہامی کتاب کے بنانے میں انسان کا کچھ دخل نہیں اب جو آپ نے صفحہ مذکور میں اوپر کی سطور لکھیں اس سے بھی میری سمجھ میں آپ کی بات سمجھ میں نہیں آتی اور نہ ہی میں ان مذکورہ بالا سطور میں کوئی دلیل پاتا ہوں اور اس سے بڑھ کر اس فقرہ میں درمقدمہ دو باتیں نظر آتی ہیں ایک طرف تو آپ فرماتے ہیں کہ "چونکہ الہامی کتاب مہم کے منہ سے نکلی ہوگی اس

لہ ماسٹر صاحب کے صفحات کا نمبر رسالہ ہذا مسافر جلد ہر کا ہے جس پر یہ مباحثہ چھپ رہا ہے۔ (مینجر)

مگر ہم نے ناظرین کو آسانی کیلئے اور کتاب کا صفحہ لکھا ہے۔ (مینجر الہامی)

اُس دعوی میں ملہم کو بھی شریک کہدینا صحیح ہے" اور دوسری طرف آپکا بیان ہے کہ "اصل دعوی تو کتاب ہی کا ہے" اور پھر ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ "مگر ملہم کے منہ سے نکلنے کیوجہ سے اس کا بھی کہلا سکتا ہے" اب میں پوچھتا ہوں کہ آپکی صاف مراد کیا ہے؟ اگر اصل دعوی کتاب ہی کا ہے تو ظاہر ہوا کہ ملہم کا اصل دعوے نہیں اور یہی بات میں کہہ رہا ہوں یا آپکی عبارت سے یہ مطلب نکلتا ہے۔ (اوّل) اصل دعوی تو کتاب ہی کا ہے (دوم) مگر ملہم کے منہ سے نکلنے کیوجہ سے اسکا بھی کہلا سکتا ہے آپکی طرز تحریر ثابت کر رہی ہے کہ آپ پہلی بات کو تو یقیناً بیان فرما رہے ہیں لیکن دوسری بات کو آپ شکیہ طور پر لکھ رہے ہیں حالانکہ آپ نے صاف فرمایا تھا کہ "میں نے الہامی کتاب اور اُس کے ملہم کو بمنزلہ ایک مدعی کے کہا تھا"

اب میں حیران ہوں کہ آپکی ان مختلف تحریروں سے کیا صاف مطلب نکالا جائے! پہلے تو آپ الہامی کتاب اور اُس کے ملہم کو بمنزلہ ایک مدعی کے کہہ چکے ہیں۔ اب اصل دعوے تو کتاب ہی کا بتلاتے ہیں"

صفحہ ۳۰ کی مذکورہ بالا تحریر میں آپ ملہم کو ضروری قرار نہیں دیتے کیونکہ جناب نے لکھا ہے کہ "ملہم کو بھی شریک کہدینا صحیح ہے۔ خاصکر منکر کے مقابلہ میں تو اس سے پایا گیا۔ جہاں منکر کو اور کسی طرح سے آپ تسلی نہیں دے سکتے تو وہاں مجبوراً ملہم کو شریک کر کے اُس کا گھر پورا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن آپ نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ اگر ملہم کو شریک نہ کریں تو یہ خرابیاں وقوع میں آئینگی اور ملہم کو خدا کا شریک بنانے کیلئے آپ نے صرف یہ بات بطور دلیل کے لکھی ہے۔ کہ "ملہم کے منہ سے نکلنے کیوجہ سے اُس کا بھی کہلا سکتا ہے"؟ اب آپکی اس دلیل کے متعلق میں کچھ عرض کرتا ہوں اگر سورج کی روشنی ایک شیشے سے گذر کر ایک کمرہ میں داخل ہو تو کیا اس روشنی کو لوگ سورج کی روشنی کہنے کے بجائے شیشے کی روشنی کہنے لگ جائینگے؟ کیونکہ یہ شیشے میں سے ہو کر گذری ہے کیا اگر کوئی بدمعاش پتھر سے کسی نیک بخت کو مارے تو بدمعاش کو سزا دینے وقت پتھر کو بھی سزا دینی چاہیئے؟ کیونکہ بدمعاش نے پتھر کو اپنے

کام کا ذریعہ بنایا۔ اور کیا پتھر اور انسان کا آپس میں ایک رتبہ اسوجہ سے ہو جائیگا کہ ہم شخص مثل ایک شیشے کے ہے۔ جس میں سے علم یا الہام کی روشنی گزر کر دیگر انسانوں تک پہنچتی ہے پس ہم شخص کو واحد لاشریک خدا کے دعوے میں شریک کرنا کب انصاف کی بات ہو سکتی ہے؟ سورج کے مقابلہ پر ایک ناچیز شیشہ کی کیا وقعت ہو سکتی ہے؟ اسی طرح خدا کے مقابلہ پر ایک ناچیز انسان یا مہم کی کیا وقعت ہو سکتی ہے؟ اس لئے وہ دعوے جو کہ الہامی کتاب نے کیا ہے کبھی ہم نہیں ہو سکتا۔ اور الہامی کتاب کے دعوے میں مہم کو شریک کرنا ایسی ہی غلطی ہے جیسی کہ روشنی کو سورج کے کہنے کے بجائے سورج اور شیشے دونوں کی کہہ دیں۔

فقرہ دوم میں آپ نے لکھا ہے کہ :-

"الہامی کتاب دعویدار بمنزلہ مدعی کو ہے اور الہامی کتاب کی تائید اور اسکی تعلیم بمنزلہ دو گواہوں کے"

اور اسی بات کو ثابت کرنے کے لئے آپ نے مثال پر کوشش کی ہے دراصل ضرورت ہے کہ آپ بجائے اسکے کہ اس کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے آپ اصلی مضمون سے بھاگ کر بحث کی باتوں پر آگئے چنانچہ آپ کے یہ الفاظ خود بول رہے ہیں :-

"ماسٹر صاحب! آپ کتنی ہی میرے بیان کی مخالفت کریں لیکن اللہ تعالےٰ آپکو بجز اس کے راہ نہیں ملے گی۔ میرا بیان بالکل انصاف کی راہ ہے"

میں نہایت ادب سے التماس کرتا ہوں کہ مہربان من! اس قسم کی متکبرانہ تحریر آپ سے نہیں دوگوں کا شیوہ نہیں ہونا چاہیئے اگر آپ کا بیان بالکل انصاف کی راہ ہے تو آپ خاطر جمع رکھیں میں اس کو ہرگز اللہ نہیں کہونگا۔ لیکن مجھے افسوس آتا ہے کہ باوجود اس شرط بازی کے بھی آپ اپنے مطلب کو واضح طور پر ثابت نہیں کر سکے لیجیے! اب بندہ عرض کرتا ہے۔

اوپر کے فقرہ کی طرف غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ ہی نہ لیجئے آپ کا یہ دعوے ہی نادرست ہے ثبوت تو دور رہا۔ اور وہ اس لئے کہ آپ فرماتے ہیں :-

الہامی کتاب ——— قرآن یا وید بمنزلہ مدعی کے ہے۔

(۲) مہم کے حالات ایک گواہ ہے
(۳) الہامی کتاب کی تعلیم دوسرا گواہ ہے

یہ تین چیزیں جو جناب نے فرمائیں وہ دراصل تین چیزیں نہیں بلکہ دو چیزیں ہیں آپ الہامی کتاب اور الہامی کتاب کی تعلیم کو دو چیزیں مان رہے ہیں جنمیں سے ایک کو مدعی اور دوسرے کو گواہ فرماتے ہیں دراصل الہامی کتاب اور اس کی تعلیم ایک شئے ہے نہ کہ دو میں پوچھتا ہوں کہ آپ الہامی کتاب کس کو سمجھ رہے ہیں؟ کیا جلد بندھی ہوئی کتاب کو آپ الہامی کہتے ہیں؟ اور اس کی تعلیم اُس سے کیا جُدا شئے ہے۔ دراصل الہامی تعلیم کے مجموعہ کا دوسرا نام الہامی کتاب ہے، کیا روشنی اور سورج دو چیزیں ہیں؟ کیا صفت موصوف سے علیحدہ کوئی کہیں شے ہوا کرتی ہے؟ مہربانی کرکے بتلائیں؟ کہ الہامی تعلیم کے علاوہ الہامی کتاب کیا شئے ہے؟ جو دعوے کہ آپ الہامی کتاب کا کہتے ہیں وہی دعوے دراصل الہامی تعلیم کا ہے پس آپ کا یہ دعوے کہ الہامی کتاب مدعی ہے اور الہامی تعلیم اس کا گواہ ہے بالکل غلط ثابت ہوتا ہے دراصل یہ کہیے! کہ الہامی تعلیم یا الہامی کتاب جہاں ایک طرف خود مدعی ہے وہاں خود ہی لوگوں کے لئے شہادت کا کام کرتی ہے آپ شائد کہہ بیٹھیں کہ دنیا میں ایسی بات کبھی نہیں دیکھی گئی کہ ایک انسان خود ہی مدعی ہو اور خود ہی شہادت کا کام کرے اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ دنیوی تمثیلات سے علمی دقیق باتیں سمجھنے میں مدد ملتی ہے نہ کہ تمثیلوں کو ہی علمی مسئل سمجھا جائے لیجئے اس بات کو میں تمثیل دیکر بھی واضح کر دیتا ہوں چراغ یا سورج کے بغیر ہم دیگر اشیاء کو نہیں دیکھ سکتے لیکن چراغ یا سورج کے دیکھنے کے لئے دوسرے چراغ یا دوسرے سورج کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ٹھیک اسیطرح پر الہامی کتاب یا الہامی تعلیم کو سمجھنے کے لئے ہمیں کسی خارجی گواہ کی جس کو کہ آپ مہم کے حالات کہتے ہیں۔ ضرورت نہیں پس میرا دعوٰی یہ ہے

(۱) الہامی کتاب اور الہامی کتاب کی تعلیم دراصل ایک شئے ہے۔
(۲) اور اس کے لئے کسی خارجی شہادت (مہم کے حالات) وغیرہ کی ضرورت نہیں

کیونکہ سورج یا چراغ کو دیکھنے کے لئے بدیہی (عقل) روپی آنکھوں کی ضرورت ہے

فقرہ سوم صفحہ یہاں پر آپ فرماتے ہیں کہ "جبکہ آپ مہم کے حالات سے بحث نہیں کرتے تو کیا ایک شخص دنیاداری ٹکے کمانے کی غرض سے کسی کتاب میں سچی تعلیم لکھ کر الہامی کا دعوے کرے اور آریہ سماج میں ایک نسخہ بھیجکر ٹکے سیدھے کرنے لگے گو اس کے دلات کیسے ہی دنیاداری کے کیوں نہ ہوں۔ تو کیا آپ اس کی کتاب کو صرف اس کی پاکیزہ تعلیم سے الہامی مان لیں گے؟ وغیرہ وغیرہ"

مولوی صاحب! آپ نے تو وہ بات لکھدی کہ جس طرح کوئی کہے کہ "میں گونگا ہوں یا یہ کہ انسان کے سینگ سے چاقو کے دستے بنائے جاتے ہیں" آپکے لکھنے سے معلوم ہوگیا کہ آپ اس بات کے قائل ہیں کہ کوئی شخص ٹکے کمانے کی غرض سے کوئی کتاب سچی تعلیم سے پُر لکھ سکتا ہے اس میں اوّل تو میرانی کی بات یہ ہے کہ ٹکے کمانے والے انسان کو خرارت سوجھیگی یا وہ سچائیوں کو لکھنے بیٹھیگا؟ شہد کی مکھیاں پھولوں پر جایا کرتی ہیں نہ کہ میلے کی مکھیاں پھولوں پر بیٹھا کرتی ہیں اصل تو یہ بات ہے کہ محض ٹکے کمانے کی نیکی غرض رکھنے والی قوم اُن کی طبیعت کبھی سچی تعلیم وغیرہ سے پر کتاب لکھنے کو چاہے اور اگر مان لیں کہ وہ لکھ بھی لے تو پھر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ:-

اگر چہ وہ سچی تعلیم کی کتاب لکھ سکتا ہے تو (بقول جناب) اس سے انسان کی طبیعت کی قابلیت بغیر مدد الہام کے سچی تعلیم لکھنے کی پائی گئی پس جب ایک آدمی الہام کی مدد کے بغیر سچی تعلیم (بقول آپکے) لکھ سکتا ہے تو کیا اس سے ہم نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ پہلے بھی اُن ۔ ن نوں سے جنکو کہ آپ لوگ منہ کہہ کر پکارتے ہیں بغیر مدد الہام کے سچی تعلیم لکھی ہوگی۔ خواہ پیسہ کمانے کی غرض سے نہیں اس سے الہام کی ضرورت ہی نہیں رہتی جب ایک انسان پیسہ کمانیکی خاطر سچی تعلیم و "پاکیزہ تعلیم" لکھ سکتا ہے تو اس سے یہ بھی مان سکتے ہیں کہ ایک انسان پیشہ کمانے کی نیت سے بھی زیادہ پاکیزہ تعلیم کی کتاب لکھ سکتا ہے تو اسبات کو مان لینے سے سیدھی طرح

کی بالکل ضرورت نہیں رہتی۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر کوئی شخص خواہ کسی نیت سے آریہ سماج کے ایک سبھاسد کے پاس ایسی کتاب بھیجتا ہے تو آریہ سماج کا وہ سبھاسد اس کے ساتھ کیا سلوک کریگا؟ فرض کرو کہ وہ کتاب میرے پاس ہی بھیجتا ہے اور فرض کرو کہ اس کتاب میں ایک بھی لفظ جھوٹ نہیں اور بالکل پاکیزہ تعلیم سے وہ معمور ہے تو میں بڑی خوشی سے اس شخص کو لکھونگا کہ آپکی کتاب چونکہ پاکیزہ تعلیم سے معمور ہے میں نے دیکھی اور بڑی خوشی سے میں تصدیق کرتا ہوں کہ اسکی تعلیم پاکیزہ اور راست ہونے کیوجہ سے بالکل وید کے مطابق ہے یا وید کی تعلیم کا ایک جزو ہے اسکی نیت کا اثر مجھ پر کیا ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ اس نیت سے کتاب کو نہ بگاڑتا وہ اپنی نیت کا پھل ایشور کی طرف سے پائے گا۔ اسکی نیت سے اس کتاب کی تعلیم میں فرق نہیں آسکتا اگر ایک چور چرا کر اناج بیچتا ہے تو وہ اناج بُرا نہیں ہو سکتا۔ جبکہ وہ چور بنا ہے لیکن اگر کوئی شخص چرا کر اناج نہیں بیچتا۔ بلکہ کسی سے مانگ کر لاتا ہوا اناج بیچتا ہے تو اس حالت میں ہم اس کو چور بھی نہیں کہہ سکتے۔

اگر کوئی شخص مجھے پانی کا گلاس پینے کو دیتا ہے تو کیا میں کبھی یہ مان سکتا ہوں کہ اس شخص نے پانی پیدا کیا ہے یا یہ پانی اس پانی کا جزو نہیں جو کہ سمندر اور سطح زمین کے کل دریاؤں میں بھر رہا ہے اگر کوئی لکڑی جلا کر آگ روشن کرتا ہے تو کیا سائنسدان نہیں بتلاتے کہ یہ حرارت سورج کی اور اس حرارت کا جزو ہے جو کہ جہان میں بھر رہی ہے پس اگر کوئی شخص کوئی کتاب بالکل پاکیزہ تصنیف کرتا ہے تو شُدھ آپ کے خیال میں اُس نے الہام کی مدد نہیں لی۔ لیکن میرے خیال میں اُس نے ضرور الہام کی مدد لی ہے کیونکہ بچپن سے لیکر وہ تیس برس کی عمر تک برابر استادوں سے علم حاصل کرتا رہا ہے۔ اور یہ اُستاد اپنے استادوں سے علم حاصل کرتے چلے آئے ہیں حتےٰ کہ آخر کار ہم ایک ایسے مقام پر پہنچتے ہیں جو کہ علم کا سرچشمہ ہے۔ اور الہام وید یا خدا کا علم ہے۔

مولوی صاحب! آپ خاطر جمع رکھیں کہ کوئی انسان خواہ کسی نیت سے وہ کتاب لکھے کبھی بغیر پہلے علم (الہام) کی مدد کے ہرگز ہرگز نہیں لکھ سکتا۔ اور اگر لکھ سکتا ہے تو پھر الہام کی ضرورت کیا ہے؟ اگر ہم بغیر سورج کی روشنی کے ہر شئے کو ہو بہو دیکھ سکتے ہیں تو پھر سورج کی ضرورت نادان عقلمندوں کا کام نہیں ہے

آپ مہم کے حالات پر زور دے رہے ہیں لیکن افسوس کہ آپ یہ نہیں بتلاتے کہ مہم کے حالات کا الہامی کن ہے واسطہ کیا ہے اور آپ خیال میں نہیں لاتے کہ مہم کے حالات الہام کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ نہ کہ پیشتر+

میں اس بات کو مثال سے واضح کرنا چاہتا ہوں فرض کرو کہ حضرت محمد صاحب عرب میں پیدا ہوئے جہاں کہ دام مارگ ست کا بڑا زور تھا اور عرب کے باشندے بت پرستی توہمات پرستی میں مبتلا تھے جسکے سدھارنے کی غرض سے خدا نے حضرت صاحب کو الہام دیا۔ اب حضرت صاحب کی زندگی کے دو حصے ہوئے اول وہ زمانہ جس میں ان کو الہام نہیں ہوا تھا۔ اس لئے الہام چونکہ نیک و بد کی پہچان میں مدد دیتا ہے اور وہ ابھی تک مہم نہیں ہوئے تھے اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت صاحب اس عمر کے حصے میں پورے نیک افعال نہیں کرتے تھے کیونکہ ابھی الہام نہیں ہوا تھا اور اگر ہمارے مسلمان بھائی یہ نہیں کہ حضرت صاحب حضرت صاحب کے اس حصے میں بھی نیک اور سراسر نیک ہی افعال کرتے تھے تو اس سے یہ پایا گیا کہ بغیر الہام کے بھی حضرت صاحب نیک راہ پر چل رہے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ الہام کا عدم وجود یا اسکا ہونا نہ ہونا مساوی ہے کیونکہ (۱) جب انکو الہام نہیں ہوا تھا تو تب بھی وہ برابر نیک اعمال خدا کی مرضی کے مطابق کرتے تھے (۲) اور جب ان کو الہام ہو گیا تو بھی وہ مساوی ہی نیک اعمال پہلے کی طرح کرتے رہے

تو کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ الہام کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور اگر یہ مانا جائے کہ الہام کے بغیر ان نیک و بد اعمال کو جان ہی نہیں سکتے تو حضرت صاحب چونکہ انسان تھے اس لئے وہ بھی الہام کے بغیر نیک و بد اعمال کو جان ہی نہیں سکتے تھے۔ پس کی زندگی کا وہ حصہ جبکہ وہ ملہم نہیں ہوئے تھے گمراہی کمزوری اور غلطیوں کا زمانہ ہے اور

جبکہ وہ ملہم ہوئے اور اسپر عمل کرنے لگے تو وہ زمانہ نیکی اور خوبیوں کا ہے اس لئے اگر مولوی صاحب یہ دعوے کریں کہ حضرت صاحب شروع سے موت کے دن تک بالکل نیک ہی نیک کام کرتے رہے تو اس سے الہام کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور اگر مولوی صاحب یہ مان لیں کہ وہ ملہم ہونے سے پیشتر گمراہ تھے اور پھر نیک بن گئے تو صاف ظاہر ہے کہ حضرت صاحب کی زندگی میں اگر ساٹھ فیصدی خوبیاں تھیں تو چالیس فی صدی عیوب بھی تھے۔

اور جس چیز نے حضرت صاحب کی زندگی کو نیک بنایا وہ الہام ہو سکتا ہے علم یا الہام سے پیشتر ممکن نہیں کہ وہ نیک یا بد کو خود پہچان سکتے ہوں پس وہ خاص چیدہ عمدہ خوبیاں جو حضرت محمد صاحب کی زندگی میں پائی جاتی ہیں انکی وجہ الہام کی ہدد ہے نہ کچھ اور الہام سے پیشتر کی زندگی اُن کی یا ایسے ہی کسی ملہم کی کبھی نیک ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔

عجب تماشہ ہے کہ مولوی صاحب ایک آدمی یا ملہم کو نیک کردار اور عابد سمجھے تقصد کئے بیٹھے ہیں اور الہام کی ضرورت اُس کے نیک ہونے پر مان رہے ہیں یہ تو وہ بات ہوئی ہے کہ کوئی کہے کہ جب میں سیدھے راستہ میں چلا گیا تو مجھے سورج دکھائی دیا اور جس وقت میں راہ راست پر چل رہا تھا اسوقت غضب کا اندھیرا تھا۔ عقلمند اس شخص سے سوال کر سکتا ہے کہ بھائی سخت اندھیرے میں تجھ کو سیدھی راہ کیونکر معلوم ہوا؟ اور اگر اندھیرے میں سیدھی راہ معلوم ہو گئی تو پھر سورج کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اس لئے مولوی صاحب غور سے سوچیں کہ بغیر الہام کے سورج کے لوگ نیکی کے راہ راست پر چل سکتے ہیں اور پھر اُنہیں الہام ہوتا ہے تو سوال یہ ہے کہ بغیر الہام کے وہ نیک راہ پر کس طرح چل سکے۔

آپ ملہم کے حالات بار بار کہتے ہیں مہربانی کر کے مفصل طور پر فرمایئے! کہ آپکی اس سے کیا مراد ہے؟ آگے چل کر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ۱—

"کسی کتاب کو الہامی کہنے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ اسکا لانیوالا اللہ کا ایسا مقرب

بندہ تھا کہ جس کو خدا نے الہام دیکر تمام بندگان کو گمراہی سے نجات دی؟"
آپ کی ان سطور کے پڑھنے سے کئی اعتراض پیدا ہوتے ہیں آپ یہ لکھتے ہیں کہ:
(۱) ملہم خدا کا مقرب بندہ تھا؛
(۲) تمام بندگان الہام کی بدولت گمراہی سے نجات پاتے ہیں؛
اعتراض (الف) ملہم کے حالات فیصلہ کرنے کے لئے آپ کا یہ فقرہ خوب مدد دیگا آپ مانتے ہیں کہ ملہم خدا کا بندہ تھا۔
اور پھر آپ مانتے ہیں کہ تمام بندوں کو خدا نے الہام کے ذریعہ گمراہی سے نکالا اس سے صاف پایا گیا ہے کہ تمام بندے جسمیں کہ ملہم بھی بوجہ بندہ ہونیکے شامل ہے الہام کے باعث گمراہی سے نکلتے ہیں کیا معنے؟ کہ الہام سے پہلے تمام بندے (جسمیں کہ ملہم بھی بندہ ہونے کی وجہ سے شامل ہے) گمراہ تھے؛
اب اس بات کو مدنظر رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت محمد صاحب اپنی زندگی کے ایک خاص حصے میں گمراہی کے کام کرتے رہے اور جب الہام ہوا تب ان کو ٹھیک راستہ معلوم ہوگیا۔ لیکن اس سے پیشتر نہیں لہذا حضرت محمد صاحب کی زندگی کے حالات سارے کبھی نیک نہیں ہو سکتے اور جو نیک ہوئے وہ الہام کے بعد ہوئے نہ کہ اس سے پیشتر پس الہام حالات زندگی کو نیک بنانے میں مدد دے سکتا ہے اور اگر بد دل الہام ان کو پیغمبر نیک ہو سکتا ہے تو الہام کی ضرورت کیا ہے؟
اعتراض (ب) آپ مانتے ہیں کہ ملہم خدا کا مقرب بندہ ہوا کرتا ہے اور میں نے دکھا دیا کہ بغیر الہام کے کوئی بندہ بھی گمراہی سے نجات نہیں پا سکتا پس الہام کے بعد ہی کوئی شخص خدا کا مقرب ہو سکتا نہ کہ گمراہی کی حالت میں کیونکہ مقرب عابد یا خدا رسیدہ اسی شخص کو کہہ سکتے ہیں۔ کہ جو خدا کی مرضی کو جانتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے اور اگر بغیر الہام کے کوئی شخص خدا کی مرضی کو جانتا اور اسپر عمل کرنے مقرب ہو رہا ہے تو پھر خدا کا الہام ہی فضول ہے۔
اعتراض (ج) کیا وجہ ہے کہ خدا کسی خاص بندہ کو الہام دیتا ہے جبکہ گمراہی

ہیں سب یکساں ہیں۔ اگر خدا مجسم انصاف اور عادل ہے تو لازم ہے کہ وہ ہر ایک کو الہام دے بجائے اس کے کہ کسی خاص بندہ کو ان میں سے اپنا الہام دینے کے لئے چنے اور جبکہ مسلمان لوگ پچھلا جنم نہیں مانتے تو اس وقت کیا وجہ تھی کہ عرب یا ایشیا یا امریکہ یورپ وغیرہ سے کل دنیا کے لوگوں کو الہام نہ ہوا۔ محمد صاحب میں خصوصیت کس شئے نے پیدا کر دی۔ اگر کہو کہ خدا کی مرضی جس کو چاہے خاص بندہ قریبی بناتا ہے تو پھر خدا کیا ہوا؟ ایک بے انصاف حاکم ٹھیرا۔ ہر ایک انسان کا دل چاہتا ہے کہ الہام فلاں شخص کو ہوا ہے مجھے کیوں نہ ہوا۔ لوگوں کے دلوں میں یہ خواہش موجود ہے لیکن پھر بھی بلا وجہ کسی خاص آدمی کو اپنے الہام کے منتخب کرتا ہے اگر کہو کہ اسی جنم میں مہم لوگ نیک اعمال کر کے خدا کے مقرب ہو جاتے ہیں تو پھر وہی سوال کسر متوالی کی طرح آ جاتا ہے کہ الہام کی ضرورت ہی نہیں جبکہ بغیر الہام کے انسان مقرب ہو سکتا ہے لیکن یہ اعتراض آریہ لوگوں پر عائد نہیں ہوتا کیونکہ آریہ لوگ مسئلہ تناسخ کے قائل ہیں جو کہ بتلاتا ہے کہ وہ بندے جن کو خدا الہام کے لئے منتخب کرتا ہے وہ اپنے پچھلے جنموں کے افعال حسنہ کی بدولت دیگر بندوں سے برتر ہوتے ہیں اس سے خدا کے عمل میں بھی فرق نہیں آتا۔ اور لوگوں پر ظلم نہیں ہوتا۔

آگے چل کر مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"دیندار بندہ ہونیکی وجہ سے مقرب الٰہی تھا یا صرف دنیا دار ٹھگ کمانے والا"

مولوی صاحب کی اس تحریر سے پایا جاتا ہے کہ وہ حضرت محمد یا کسی مہم کو دیندار بندہ ہونے کی وجہ سے مقرب الٰہی مانتے ہیں حالانکہ میں ثابت کر چکا ہوں کہ الہام کے بغیر ہرگز کوئی رشی منی حضرت یا نبی دیندار بندہ اس جنم میں نہیں ہو سکتا اور اگر ہو سکتا ہے تو پھر کسر متوالی آنے لگی کہ الہام کی ضرورت ہی کیا؟ اور اگر ہم سے یہ سوال ہے کہ اگنی وایو وغیرہ مہرشی کیوں مقرب الٰہی ہوئے؟ کہ ان کو ہی الہام دیا گیا تو ہم کہتے ہیں کہ ان کے پچھلے جنم کے اعمال ہی ایسے تھے کہ جنکی وجہ سے وہ ان نابلیقیوں کو کہتے تھے جو کہ مہم کیلئے درکار ہیں اور اسی وجہ سے ابتدا آفرینش میں پیدا ہوئے پچھلے جنم کے پاکیزہ اعمال

نے ان کے لوح دل کو مثل شیشے کے صاف بنا دیا تھا؟
اور جب پہلے وہ پیدا ہوئے تو پیدا ہونے کیسا تھ ہی ان کے صاف شیشہ دل میں خدائی علم یعنے الہام کا عکس ڈالا جس کو کہ انہوں نے اپنی اور تمام انسانوں کی رہبری کا چراغ ٹھیرایا

(یہی تو سوا لکھری ہے جو مولوی صاحب پوچھتے ہیں اور آپ تبلائیے انکار کرتے ہیں (مینجر)

فقرہ چہارم۔ آپکے اس فقرہ کی طرز تحریر تبلا رہی ہے کہ جو لوگ گر جتے ہیں برستے نہیں کیا خوب ہوتا اگر آپ اس سے آدھی سطور میں ایک بھی دلیل اس امر کی دیتے کہ اقلیدس جبر و مقابلہ وغیرہ ریاضی کے علوم اور تار برقی ریلگاڑی وغیرہ فنون کا ذکر ہرگز الہامی کتاب میں نہیں ہونا چاہیئے یہی کہدیتے کہ اللہ اقلیدس جبر و مقابلہ برقی اور ریل گاڑی وغیرہ کے اصولوں سے بالکل ناواقف ہے اس لئے اللہ کی کتاب میں ان اصولوں کا ذکر یا شمار ہرگز نہیں ہونا چاہیئے لیکن آپنے کیا خوب کہا کہ "ویدکوئی لوہاروں کی کتاب ہے" اور اقلیدس جبر و مقابلہ اصول ٹرین اور تار برقی وغیرہ سے درجہ سکوت میں ہیں وغیرہ وغیرہ۔

کل کو اگر آپکو پتہ لگا کہ ویدوں میں علم طبابت علم نجوم۔ علم حیوانات علم معدنیات علم نباتات۔ علم موسیقی۔ علم آبی وغیرہ وغیرہ کا ذکر ہے تو میں خیال کرتا ہوں کہ آپ ضرور گھبرا کر کہہ اٹھیں گے کہ کیا وید ڈاکٹروں۔ نجومیوں زوالوجی دانوں۔ کیمیا گروں باگیوں اور عارنوں کی کتاب ہے۔ جناب من آپ گھبرائیے نہیں بیشک وید جملہ علوم و فنون کے اصولوں کی کتاب ہے کیونکہ وید کا خدا جملہ علوم اور جملہ فنون کے اصولوں سے بخوبی واقف ہے کل کو کوئی صاحب کہیں یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ کیا خدا کوئی لوہار ہے جس نے کہ لوہا بنایا اور کیا وہ سنگتراش ہے کہ اس نے پہاڑ یا پتھر بنائے؟ اور کیا وہ انجینئر ہے کہ ریلوے ہتھیں یا در بنائے اور کیا وہ مزدور ہے یا پنکھا کلی ہے؟ کہ ہوا کو چلاتا ہے اور کیا وہ مطب ہے؟ کہ اس نے خوش الحان پرندے پیدا کئے اور کیا وہ گویا ہے؟ کہ زمین بناتے تو کیا ایسے صاحبوں کے مذاق پر گھبرا کر ڈر کر سچے خدا کے ماننے والے بھی انکار کر سکتے

لہ مولانا صاحب نے نہیں کہا کہ کسی پنڈت کا قول ہے دیکھو صفحہ ۲ (مینجر)

ہیں کہ خدا نے مٹی لوہا۔ تانبا۔ سیسہ رانگا پتھر نباتات کوئلہ کتے۔ گدھے سور انسان۔ پرندے۔ سانپ۔ سمندر دریا پہاڑ وغیرہ وغیرہ اشیاء پیدا نہیں کیں میں پوچھتا ہوں کہ آپ الہام کس کو مانے ہوئے ہیں سچے علم کا دوسرا نام الہام ہے اور علم خدا کی صفت ہے مادی اشیاء کا وصف علم نہیں۔ روح میں گو علم حاصل کرنے اور بعد ازاں حاصل کردہ علم کی اشاعت کرنے کی قابلیت ہے۔ لیکن محدود العقل روح ہمہ دان عالم خدا کے علم سے جس کو کہ الہام کہتے ہیں۔ مدد لے کر تمام کام متعلقہ جسمانی اور روحانی ترقی کے کر سکتا ہے۔

اگر خدا نے لوہا بنایا ہے جیسا کہ آپ بھی شاید منظور کریں گے کہ بنایا ہے تو کیا اس لوہے کا علم دینا خدا کے لئے ضروری نہیں؟ کیا سورج کی روشنی سے آپ روٹی پانی کپڑا کرسی لوہا سونا وغیرہ وغیرہ مختلف اشیاء کو نہیں دیکھتے؟ اور کیا سورج کی روشنی جملہ اشیاء کے دیکھنے میں مدد نہیں دیتی؟ اس لئے علم کا سورج بھی واقعی جملہ اشیاء کو دکھانے کے لئے روح کا معاون ہے اور اسی وجہ سے اس الہام کو جو کہ سورج کی طرح سب پر روشنی ڈال سکے اور ہر ایک چیز کی ماہیت اور اس کے اوصاف بتلا سکے ہم سچا الہام یا خدا کا علم کہتے ہیں۔

جہاں سورج ہر ایک چیز کو دکھا سکتا ہے وہاں مصنوعی چراغ جس میں سورج کی روشنی جزوی طور پر ہے وہ ہر ایک شئے کو ہرگز ہرگز نہیں دکھا سکتا اس کا دائرہ محدود ہے ٹھیک اسی طرح سے بائبل یا قرآن مثل چراغ کے ہیں۔ ان میں جو جو سچائیاں یا سچی علمی باتیں ہیں وہ وہ سب وید کے سورج کی روشنی کا جزو ہیں اور باقی جو قصے کہانیاں مدرج ہیں وہ اُن کے مصنوعی پن کو ظاہر کرتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قرآن یا بائبل میں علم طبابت علم جراحی۔ علم سوسیٹی۔ علم عمارت علم نباتات۔ علم حیوانات علم معدنیات علم الٰہیات وغیرہ وغیرہ کا بیان نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ یا آپکی طرح دیگر عیسائی لوگ گھبرا اُٹھتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے کہ لو جی وید نے تو سب شئے کے علم دینے کا ٹھیکہ لے لیا ہے حالانکہ ہماری مانیں ہوئی کتابیں صرف چار

علوم کے علاوہ باقی سب مضامین پر چپ ہیں روح اور مادہ کی قدامت یا حدوث وغیرہ پر ہرگز بائبل یا قرآن کے چراغ روشنی نہیں ڈال سکتے اور سچ ہے ڈالیں بھی کیونکر؟ چراغ کا دائرہ ہمیشہ سورج کے مقابلہ پر محدود رہا کرتا ہے ہزار چراغ مل کر بھی ایک سورج کا کام نہیں دے سکتے اس لئے جملہ مذاہب کے چراغ مل کر بھی جملہ علوم کی ماہیت ہرگز ہرگز نہیں بتلا سکتے اور اسی وجہ سے وہ مصنوعی اور ناکافی ثابت ہوتے ہیں"

شائد مولوی صاحب یہ خیال کر رہے ہیں کہ سوامی دیانند سرسوتی جی نے موجودہ زمانہ کی ریل تار اور جبر و مقابلہ اقلیدس وغیرہ وغیرہ کا رواج دیکھ کر خواہ مخواہ ان سب چیزوں کو ویدوں کے گلے مڑھ دیا ہے لیکن مولوی صاحب اگر آپ نے کسی بے تعصب دوست سے تاریخ سنی ہوتی تو آپ کو پتہ لگتا کہ موجودہ علوم و فنون انگریزوں نے اہل روما سے سیکھے اور انہوں نے یونان سے اور یونان نے مصر سے اور مصریوں نے آریوں سے" اور آریوں کے رشیوں نے ویدسے سیکھے علمی اصولوں کو کبھی ترقی یا تنزل نہیں ہوتا مثلاً دو اور دو چار آج سے دس ہزار برس ہوئے تو بھی دو اور دو کو عالم لوگ چار کہتے تھے اور آئندہ بھی کہیں گے"

بنگالی مورخ آر سی دت جسنے کہ زمانہ حال کے مغربی علماء کے نقش قدم پر اپنی انگریزی تاریخ ہند لکھی ہے وہ اپنی تاریخ کے صفحہ ۴۴۱ پر لکھتا ہے کہ:-

(۱) رشبد ودیا (علم زباندانی اور علم موسیقی)

(۲) شلپ ستھان ودیا (فنون کا علم)

(۳) چکتا ودیا (علم جراحی و طبابت)

(۴) ہیتو ودیا (فلاسفی)

(۵) ادھیاتم ودیا (علم الٰہیات)

ان پانچ اقسام کے علوم اسوقت بھی آریہ ورت میں بخوبی پھیلے ہوئے تھے جبکہ چین کے سیاح اس ملک کی سیر کو آیا کرتے تھے نمبر ۲ میں شلپ ودیا درج ہے آپ براہ مہربانی اپنے اسی ہندو دوست سے پوچھ لیجئے کہ شلپ ودیا کے کیا

معنی ہیں تاکہ آپ حسب عادت مجھ پر کھینچ تان کا الزام نہ لگائیں تاریخ مذکور کے اسی صفحہ پر درج ہے کہ اس وقت ہندو لوگ چاروں ویدوں کو اپنا ہدایت نامہ مانتے تھے اور اپنی تیس برس کی عمر تک جاری رکھتے تھے آج صغیر سنی کی شادی کے باعث ہندو لوگ نہ ہی ویدوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور نہ ہی اُن فنون کو سیکھتے ہیں جن کے اصول ویدوں میں دیئے ہوئے ہیں اس لیئے وہ صغر سنی کی شادی کے مارے ہوئے ہندو پنڈت آپ کی ہاں میں ہاں ملا کر کہہ اُٹھیں کہ وید لوہاروں کی کتاب ہے یا اس میں لوہے کے استعمال کا یا اس سے کام لینے کا ذکر نہیں تو ان کی جہالت ہے لیجئے! وید کا منتر بھی پیش کرتا ہوں؛

अश्माच मे मृत्तिकाच मे गिरयाश्च मे पर्वताश्च मे सिकताश्च मे वनस्पतयश्च मे हिरण्यञ्च मे मे ऽयश्च मेश्यामं च मे लोहं च मे सीसं च मे त्रपु मे ज्ञेम कल्पन्ताम्॥

ترجمہ:- پتھر۔ مٹی۔ پہاڑی۔ پہاڑ۔ ریت۔ نباتات۔ سونا۔ لوہا۔ تانبہ کان۔ سیسہ اور رانگا ان سب پدارتھوں کو اے ان نوں تم استعمال میں لاؤ ایسے ہی کئی اور منتر ہیں یہی نہیں کہ یہ محض لکھی ہوئی ہدایت ہی رہی بلکہ پرانے آریہ واقعی وید کے مطابق چل کر جملہ علوم و فنون میں بخوبی ترقی کرتے تھے۔ مہابھارت کے بانچنے والے آپ کے دوست ہندو پنڈت اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں کہ آج سے پانچ ہزار برس گذرے جبکہ شیشے اور بلور کے ظروف اور بلوری مکان بنانے میں آریہ لوگ کمال کرتے تھے کیونکہ وہ آپ کو یہ کتھا سنا سکتے ہیں کہ اندر پرستھ کے بلوری فرش نے دریودھن کی آنکھوں کو جو کہ کوروں کا سردار تھا چوند ہی دیا تھا؛

اگر آپ معماری کی بابت جاننا چاہتے ہیں تو اپنے اُسی دوست کو کہیئے کہ آپکو شکرنیتی یا مائن مصنفہ مالمیک پڑھ کر سنائے مہابھارت کے بان پرب میں

سنگھنی کا ذکر ہے جسکو کہ آج کل توپ کہتے ہیں بارود کا نام ارباگنی ہی کیونکہ اربارشی نے وید کی مدد لیکر اس کو ایجاد کیا تھا۔ کتاب ہری ورنش جس کو کہ آپ کی ہندو دوست شائد زیادہ پسند کرتے تھے اس میں بھی بارود (ارباگنی) اور شنگھنی دونوں کا ذکر ہے۔ راجہ سگر کے پوتے راجہ بھاگیرتھ نے اپنے زمانہ کے انجینروں کی مدد سے ایک نہر پہاڑوں میں سے نکلوادی تھی جسکو کہ آجکل ہندو لوگ باعث جہالت معبود سمجھتے ہیں۔ اور جسکا کہ مشہور نام گنگا یا گنگا بھاگیرتھی ہے مگر راجہ اشوک نے بلوں کے راجہ کو پاس ایلچی بھیجا تھا جس نے کہ تمرالی نیو کے بندرگاہ سے سوار ہوکر جہاز کا سفر کیا تھا یہی نہیں کہ صرف ایک ہی جہاز آریوں نے بنایا ہوگا بلکہ مورخ آرین دت اپنی تاریخ کے صفحہ ۸۱ پر لکھتا ہے کہ "دوسو سو اریان کے جہاز ہندوستان کے سمندروں میں آیا جایا کرتے تھے۔ برامہن لوگ اور درویش لوگ یعنی سوداگران جہازوں میں سماٹرا جاوا، و چین کو جایا کرتے تھے سماٹرا اور جاوا میں ہندوؤں کا مذہب و شائستگی پھیلی ہوئی تھی"۔

اگسٹس سی زر جو کہ اٹلی کا شہنشاہ تھا۔ اس کے پاس پورس نے اپنی ایلچی بمعہ ہندوستانی تحایف کے بھیجے۔ اٹلی میں ہندوستان کے بنے ہوئے کپڑے کی قدر ہوا کرتی تھی۔ مہابھارت اور رامائن کا مطالعہ صاف طور پر بتاتا ہے کہ ریشمی اور نفیس کپڑوں کے استعمال کا عام رواج تھا۔ اٹلی کے شہنشاہ جسٹی نین نے ریشمی کپڑے کی سرنہد (سیرن انڈیا) سے منگوائے تاکہ یورپ میں دفن کئے جاویں۔

تو بے کے استعمال کی کیفیت اسی سے معلوم ہوسکتی ہے۔ کہ راجہ وکرماجیت نے دہلی میں ایک ایسے لوہے کی لاٹ بنا کر بطور یادگار کے کھڑی کی تھی جسکو کہ تک دیکھکر بڑے بڑے لوہا ڈھالنے والے تعجب کرتے ہیں۔

لیکن ہملٹن صاحب کہتا ہے کہ ڈک کا رواج ہندوستان سے عرب میں اور عرب سے یورپ اور افریقہ میں پھیلا۔ وقت کا اندازہ لگانے کیلئے وہ کمپ جنتر استعمال کرتے تھے۔ سٹرکو نبرگ کا قول ہے۔ کہ علم جغرافیہ میں ہندو صاحب کمال تھے اور ٹالمی نجومی سے

بھی پڑھ کر ہندو زمین کی محوری گردش وغیرہ کو جانتے تھے اور یہی صاحب فرماتے ہیں کہ آریہ بھٹ یورپ کے مشہور ریاضی دان اور نجومی کوپرنی کس سے پہلے گذرا ہے اور اُن کا یہ بھی قول ہے کہ :-

"سوریہ سدھانت کتاب میں ترکوں متی (علم شکست) اور رکھا گنت (اقلیدس) کی مدد سے کام لیا گیا ہے اور یونانیوں کو بھی اس ترکوں متی کی خبر نہیں تھی اور سولھویں صدی میں یورپ کو ان علمی باتوں کا پتہ لگا محیط اور نصف قطر کی تناسب (علم مساحت ہندوؤں کو پہلے معلوم تھی"

سر ولیم جونز کہتے ہیں کہ :-

ہندوؤں نے تین ایجادیں کی ہیں ان میں سے تمام بیشک قابل تعریف ہیں (۱) اعلیٰ ریاضی کے اصول (۲) کسر اعشاریہ کا قاعدہ (۳) شطرنج کی کھیل ہندوؤں کے سیاروں کے علم جاننے کے لیے جو اوزار مستعمل تھے اُنکے نام یہ ہیں (الف) جے پاگس (ب) رانجنتر (ج) سام رات جنتر۔

ولکنس صاحب تحریر کرتے ہیں کہ سدھانت شرومنی میں بھاسکر اچاریہ نے کشش ثقل وغیرہ کا بالتشریح ذکر کیا ہے اور چاند گرہن اور سورج گرہن کا علمی ذکر سورج سدھانت میں ہے ؛

یہی صاحب لکھتے ہیں کہ :-

جبر و مقابلہ جس کو کہ کنٹک کا علم بھی کہتے ہیں ہندوؤں کو معلوم تھا جبکہ یورپ والوں کو اس کا پتہ ۱۶۲۴ء میں لگا"

ڈاکٹر سورندر موہن ٹیگور نے ثابت کر دیا ہے کہ علم موسیقی کے ۶ راگ ہندوؤں کی علم نقاشی اور سنگتراشی کے سبق یونانیوں نے ہندو سے سیکھے تھے۔ محمود غزنوی ہندوؤں کی کاریگری سے ایسا متاثر ہوا کہ سومناتھ کے صندل کے دروازے جیسے کہ کلنگاری کی ہوئی تھی اکھڑوا کر اپنے ساتھ غزنی لے گیا۔

پروفیسر مونیر ولیمس کا قول ہے کہ ہندوؤں نے علم طبابت میں وہ کمال کیا تھا

جیسا کہ آج تک کسی نے کیا ہو اور اُس کے ساتھ ہی علم جراحی میں بھی باکمال تھے۔"
مؤرخ انفسٹون اپنی تاریخ ہند کے باب سوم کی فصل چہارم میں لکھتا ہے کہ علم کیمیا (کیمسٹری) میں ہندوؤں نے خوب کمال کیا تھا وہ جانتے تھے کہ کس طرح گندھک کا تیزاب شورہ کا تیزاب اور دیگر تیزاب بنائے جاتے ہیں۔ تانبے جست۔ ٹین سیسہ لوہا وغیرہ کے کشتہ بنانے اور آئرن سلفیٹ یعنے لوہے تانبے کے مختلف مرکب گندھک کے تیزاب ملا کر بناتے تھے۔

آرسی دت کی تاریخ کے صفحہ ۳۸۱ پر درج ہے کہ :۔
"عرب کے مصنفوں نے ہندوؤں کی کتابیں جو جبر و مقابلہ کی تھیں آٹھویں صدی میں ترجمہ کیں اور شہر بغداد کے سوداگروں نے جبر و مقابلہ پہلے پہل یورپ کو سکھلایا۔ علم مثلث میں بھی ہندو ہی سب سے پرانے استاد دنیا میں ہیں انہوں نے ہی کسر اعشاریہ کا قاعدہ نکالا تھا۔ جس کو کہ عربوں نے ان سے سیکھ کر یورپ کو سکھلایا۔

آگے چل کر یہی مؤرخ لکھتا ہے کہ: "طبابت کا علم یونان سے یورپ میں نہیں گیا بلکہ ہند سے گیا ہے۔" یونانی نیارکس کا قول ہے کہ یونانیوں کو سانپ کے کاٹے کا علاج معلوم نہیں تھا۔ لیکن پرانے براہمن علاج کرتے تھے۔"

"ڈاکٹر ولسن فرماتے ہیں کہ ہندوؤں کی بدولت ہی ہمیں پہلے طبابت کا علم ملا۔"

پھر دت کی تاریخ کے صفحہ ۲۸۵ پر لکھا ہے کہ: "آٹھویں صدی میں ہارون الرشید کے عہد میں علم طبابت کی کتابوں کے ترجمے ہوئے۔" ایک عربی مؤرخ سراپین نامی چرک رشی کو زیرک کے نام سے پکارتا ہے۔ ایک سو ستائیس اوزار جراحی کے متعلق ہندوؤں نے ایجاد کئے تھے کہ جو بال کے عموماً دو ٹکڑے کر سکتے ہیں سکندر ہند و حکیموں کو اپنے لئے ملازم رکھنے کرلے گیا تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے دو ہندو حکیم اپنے لئے ملازم کئے تھے۔"

اور آخیر میں جا کر دت لکھتا ہے کہ:۔
سلام مطلب کے لئے آریہ ہو کر ہندو کہلانا پسند کیا ہے۔ (مترجم)

"آج یورپ اگر موجودہ ہندوستان کو علمی مدد دے تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ پرانے ہند نے یورپ کو پرانے زمانہ میں اپنا دھرم اپنے علوم اور شائستگی سکھلا کر مدد کی تھی"
فرانس کا مشہور مصنف جکالیٹ اپنی کتاب بائبل ان انڈیا کے ۱۳ اور ۱۴ صفحہ پر پرانے وید کی ہدایات پر عمل کرنے والے آریوں (ہندوؤں) کی بابت یہ لکھتا ہے:-
"اے بزرگ اور کامل مادر تو خوش ہو کہ جسکو صدیوں کے وحشیانہ حملوں نے نیست و نابود نہیں کیا۔ میں پرانے ہند کو اپنے علم کی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ اُسنے اپنے قوانین سے اپنے رسم و رواج۔ اپنا اخلاق اور دھرم مصر۔ ایران یونان اور اہل روم کو سکھایا۔ میں پاتا ہوں کہ رشی جینی اور رشی ویدویاس سقراط اور افلاطون سے پہلے ہو چکے ہیں پرانے ہند کی نہ کا پتہ لگانے کے لئے موجودہ تمام علم جو کہ یورپ میں حاصل کیا جاتا ہے کچھ کام نہیں دیتا۔ پرانے ہند کا مطالعہ ہمیں ایسا کرنا چاہیئے جیسا کہ ایک بچہ الف بے سیکھتا ہے"۔
راجہ بھوج کے وقت کی جیسا کہ بھوج پربندھ نامی کتاب سے ظاہر ہے اس قسم کی سواریاں موجود تھیں جو ایک گھنٹے میں ۲۷½ (ساڑھے ستائیس) کوس چلا کرتی تھیں اور اس سے بھی پیشتر راجہ رامچندر کے زمانہ میں بیلوں (جن کو کہ سنسکرت میں دیمان کہتے ہیں) ہوا میں اڑا کرتے تھے۔ مہابھارت میں ذکر آتا ہے کہ راجہ نل نے ایک ایسا ہی عجیب دیمان (بیلوں یا غبارہ) بنایا تھا۔ کیونکہ وہ خود بڑا بھاری کاریگر تھا۔ کہ جو نہایت ہی تیزی سے جس طرف کو چاہیں جا سکتا تھا۔ منوسمرتی میں بھی تین قسم کی سواریوں کا ذکر موجود ہے اول وہ جو کہ خشکی پر نہایت تیزی سے دوڑیں دوسری وہ جو سمندر میں نہایت تیزی سے چلیں تیسری وہ جو ہوا میں نہایت تیزی سے اڑیں اس کے علاوہ عجیب قسم کے رتھ گاڑیاں لڑائیوں اور معمولی سفر کے لئے استعمال ہوتی تھیں جنکے آگے گھوڑے جوتے جاتے تھے۔ پرانے مصر نے بھی انہیں رتھوں کی نقل پر اپنی رتھیں بنائی تھیں بجلی سے پرانے آریہ کیا کیا کام لیتے تھے اس کو بیان کرنے اور سمجھنے کیلئے وقت درکار ہوگا۔ طرح طرح کے تیر جنکو کہ وہ اگنی بان کہتے تھے بجلی کی مدد سے طیار کرتے تھے۔ اگنی

یعنے بجلی کو ہی انہوں نے دوت (ناصد) نہار کہا تھا۔ یہی نہیں کہ وہ موٹے طور پر بجلی کے علم سے واقف ہوں بلکہ پرشن اُپ نشد وغیرہ گرنتھوں کے مطالعہ سے صاف عیان ہے کہ وہ مثبت۔ اور منفی دو قسم کی بجلی یا کہربائی سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ مثبت کہربائی کا نام پران اور منفی کہربائی کا نام رئی دیا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ وہ آریہ لوگ سندھیا کرتے ہوئے پڑھتے ہیں کہ ایشانی رخ واہ یہ اس میں رئی کا لفظ بجلی کے وصاف بتلا رہا ہے میں کہاں تک عرض کرتا جاؤں؟ ویدوں میں میسوں منتر بجلی مقناطیسی طاقت وغیرہ کے متعلق ہیں پہار تھ وید یعنے سائنس کوٹ کوٹ کر رگوید میں بھرا پڑا ہے اور رگوید اسیواسطے اس کا نام ہے کہ یہ ایک ذرہ سے لیکر چوکھ زمین پر ہے آسمانی دور دراز کروڑوں تک کا علم بتلاتا ہے

آپ کے اور ہمارے بزرگوں نے جن کا نام آریہ تھا ویدوں کی مدد سے دنیوی اور دینی ترقی میں وہ کمال کیے تھے کہ جن کی آج بے تعصب اشخاص کو خواہ اس تک کی باشندے بھی نہوں تو بھی سر دھننا داد دینی پڑتی ہے چنانچہ ایک امریکن کا قول ہے کہ:۔

"آریہ لوگ ہوا کے سمندر کو بیلونوں کی مدد سے عبور کیا کرتے تھے نہ صرف یہی بلکہ وہ ہوا میں لڑائیاں لڑا کرتے تھے بیلونوں میں اتنا کمال حاصل کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ جملہ علوم اور فنون میں جو اُس سے تعلق رکھتے پورے ماہر ہوں جیسا کہ مہابھارت میں جس کا ذکر کیا گیا ہے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خورد بین دُوربین بڑی چھوٹی گھڑیاں کل کے بنے ہوئے گانیوالے پرندے اور کلا کے بنے ہوئے بولیاں بولنے والے حیوان رکھتے تھے اسٹیم وغیرہ ایک سائنس تھا جسکا کہ علم ہمارے موجودہ زمانہ کے پروفیسروں کو بھی معلوم نہیں پرانے آریہ لوگ اس سائنس کی طفیل حملہ آور دشمنوں کو زہریلی ہوا کے چکر میں پھینک کر تباہ کر دیتے تھے۔"

"زمانہ حال کے مصر کے متعلق مصر کی حالت ایک نہایت اعلیٰ تہذیب و ترقی کی پتہ دیتے ہیں ایسی اعلیٰ ترقی کہ جس کو سوچتے ہوئے رینن صاحب سے متفق ہو کر کہنا پڑتا ہے کہ عقل یکبارگی تسلیم نہیں کرتی کہ آٹھ ہزار برس گزرے کہ ہندوستان ایک گروہ آدمیوں کا بستی بسانے کی

غرض سے مصر میں گیا جو کہ اپنے ساتھ اپنے فنون اور اعلیٰ شائستگی کے سامان لیگیا اگر کوئی ایک طرف فیثا غورث۔ سقراط افلاطون ارسطو۔ ہومر۔ زہینو۔ میوڈ سسرو وغیرہ کی تعلیم رکھے اور دوسری طرف ویدویاس۔ کپل گوتم۔ پتنجلی۔ کنا د۔ جینی نارد وغیرہ کی تصنیف رکھے تو وہ حیران ہو جاتا ہے کہ اُن کی کس طرح باہم مطابقت ہے"

مولوی صاحب آپ بے شک سچ ہو رہے ہیں کہ ہیں؟ ان بت پرست ہندوؤں میں یہ کہاں سے نکل آئے ہیں اور ان میں ایسی ایسی علمی باتیں کہاں سے آگئیں؟ آپ کی حیرانی بجا ہے واقعی پچیس سال ہوئے کہ ہم بت پرست ہندو کہلاتے تھے اور آج خدا پرست آریہ بن گئے ہیں سچ پوچھو تو ہمارا وہ حال ہوا کہ جس طرح ایک کنگلے کا فزانہ ملنے سے ہوا تھا کہتے ہیں کہ ایک جوہری کروڑوں روپوں کے جواہرات اپنے مکان کے تہ خانہ میں دفنا کر مر گیا یہ خیال کرتے ہوئے کہ میرے بال بچے جب سیانے ہونگے تو زمین کھودنے پر اس دفینہ کو پا کر سکھ سے گذران کریں گے اتفاق سے ایسا ہوا کہ جن کے سامنے اُس نے جواہرات دفن کئے تھے۔ وہ بھی مر گئے۔ اور لڑکوں کو کوئی بتانیوالا نہ رہا کہ دفینہ کدہر ہے لڑکوں نے بچپن سے یہ سن رکھا تھا کہ ہم مالدار جوہری کے بیٹے ہیں۔ لیکن حیران ہوتے تھے کہ ہمارے گھر میں ہیرا پنہ ایک بھی نہیں ہے ان لڑکوں کے لڑکوں نے بھی اتنا تو سن لیا کہ ہم جوہری کے پوتے ہیں۔ لیکن جواہرات کہیں نہ پائے اتفاق سے ایک دن ایک فقیر آیا۔ اور اُس نے لڑکوں کو کہا کہ بھائی تم جوہری کے پوتے مشہور ہو؟ لیکن کیا وجہ ہے کہ تمہارے گھر میں جواہرات دکھائی تک نہیں دیتے۔ ان لڑکوں نے کہا کہ ہم وجہ نہیں بتلا سکتے فقیر نے کہا کہ اس مکان کی دیواریں گرا دو اور ساری زمین کھود ڈالو اگر تمہارے بزرگ جوہری تھے تو ضرور کہیں نہ کہیں سے ایک ہیرا پنہ نکل آئیگا۔ لڑکوں نے فقیر کی بات کو تو سنا لیکن مکان کی چاردیواری کو گرا کر اس میں اور زمین میں جواہرات کی تلاش کرنے سے جی چرانے لگے فقیر نے کہا کہ اگر چاردیواری گراتے نہیں تو زمین ہی کھودنی شروع کر دو نصیحت پر عمل کیا اور داد کا خزانہ حاصل کیا۔ گلی محلے کے لوگ جب ان لڑکوں کو سونے کے زیورو

آہستہ دیکھتے تو یہ سمجھتے کہ یہ پیتل کے ہیں اور ہیروں کو جھوٹے پتھر خیال کرتے ہر چند لڑکے کہتے کہ ہمیں داوے کا دفینہ مل گیا ہے اور ہم یکدم امیر ہو گئے ہیں لیکن عام لوگوں کو حیرانی تو ضرور آتی مگر اعتبار نہ آتا آخر کار ایک جوہری نے ان ہیروں کی آزمائش کی جو اُن لڑکوں کے پاس تھے تو وہ واقعی دنگ رہ گیا اور اُسے آزمائش کرنے کے بعد یقین آگیا۔

پچیس برس ہوئے کہ ہم پرانوں کی قصہ کہانیاں میں یا اپنے والدین سے یہ سُنتے تھے کہ ہمارے بزرگ رشی منی ہوئے ہیں لیکن جب گھر میں تلاش کرتے تھے تو پرانوں کی زنگلوں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ سوامی دیانند نے اس زمین کو کھودا اور پرانوں کی مٹی پرے پھینک کر ویدوں کے دبے ہوئے علمی خزانہ کے درشن کرا دیئے اور آج ہم مہارشی کی اُپکار کی بدولت ویدوں کے جواہرات سے مالا مال ہو رہے ہیں اور اب وہ بات ہمیں درست معلوم ہوتی ہے کہ ہم بیشک رشی منیوں کی اولاد ہیں۔

میں جب آریہ سماج کا ممبر نہیں تھا تو تب دل میں یہ سمجھا کرتا تھا کہ سوامی دیانند نے صرف ہندوؤں کو مسلمان اور عیسائی ہونے سے بچانے کے لئے یہ تجویز نکالی ہے لیکن جب سوامی جی کی تصنیفات کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ وہ خیالات محض ناواقفی کا نتیجہ تھے۔ اب میں تعجب سے پاتا ہوں کہ سوامی دیانند نے کوئی بھی من گھڑت مسئلہ قائم نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ سدھانت (مسئلہ) کے طور پر لکھا ہے وہ واقعی پرماتما سے لیکر جیو منی تک کے کُل مانے ہوئے رشی منیوں کے مسائل ہیں اگر سوامی دیانند نے زمانہ کی ہوا کے ساتھ چلنا ہوتا یا موجودہ یورپین مسائل یا تہذیب کو ویدوں کے گلے مڑھنا ہوتا تو ہرگز موجودہ یورپ کے عالموں کے مسائل کے برخلاف ایک قدم نہ دھرتے لیکن اس رشی نے کوئی مغربی مسئلہ ویدوں کے گلے نہیں مڑھا اور نہ کوئی مغربی مسئلہ مستعار لیا ہوا لکھا ہے بھلا سوچو تو سہی کہ اسوقت یورپ کے اعلےٰ عالم خدا کی ہستی سے مُنکر ہیں اور صرف مادہ کو ہی ازلی ابدی مان رہے ہیں روح کی بابت ان کو کما حقہ علم نہیں لیکن سوامی دیانند نے ویدوں کی مدد سے واضح کر کے دکھا دیا اور بے تعصب

عالموں کو قائل کر دیا کہ ایک ہمہ دان محیط کل بے شکل الیشور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ سے ہی اپنی جیو روپی پرجا (رعیت) کا حاکم بن رہا ہے اور جہاں الیشور ازلی ہے وہاں اس کی رعیت یعنے روحیں اور اُس کے ساتھ مادہ بھی ازلی ہے۔

یورپ کے ناستک فلاسفر اوا گون نہیں مانتے لیکن سوامی دیانند نے اوا گون کی تعلیم دی ہے۔ موجودہ یورپ میں جبکی لاٹھی اسکی بھینس کا مسئلہ اخلاق کا اصول مانا جارہا ہے لیکن سوامی دیانند نے دھرم آچرن یعنے انصاف کو ہی اعلےٰ اخلاقی اصول مانا ہے؛

یورپ کے لوگ جب خدا سے منکر ہیں تو اس کے علم کی ضرورت یعنے الہام کو کب مان سکتے ہیں؟ سوامی دیانند نے شبدارتھ مئی ویدوں کو برہمن قاطع سے الہامی ثابت کیا ہے یورپ کے فلاسفر مانتے ہیں کہ ان ان بتدریج بندروں سے موجودہ صورت میں آگیا۔ لیکن سوامی دیانند نے یہ نہیں مانا۔

موجودہ یورپ کو درن شرم بیوستھا کا پتہ بھی نہیں لیکن سوامی جی نے اس کی مکمل اور پوری تشریح کرکے دکھائی ہے اس لئے اگر آپ یہ کہیں کہ سوامی دیانند نے موجودہ یورپ کی کسی بات کو دیکھ کر وہ باتیں ویدوں کی تفسیر میں لکھدی ہیں تو آپکا یہ خیال غلط ہوگا۔ کیونکہ آپکو پتہ لگیگا کہ سوامی دیانند نے کوئی طبعزاد خیال یا مروجہ خیال ویدوں کے گلے نہیں مڑھا۔ بلکہ جو ویدوں میں ہے اُسی کی تعلیم دی ہے اور اس تعلیم کی بزرگی اور سچائی سب پر دلیلوں اور پرانے حوالوں سے ظاہر کی گئی ہے اور ہر انسان کو دعوت دی ہے کہ آؤ اس سچ کو آزماؤ۔ کہرا باؤ تو لے تو ورنہ جانے دو۔

آپ کے فقرہ چہارم صفحہ ۳۳ کا دوسرا حصہ گلستان کے متعلق ہے چونکہ گلستان بوستان کو آپ بھی خدا کی کلام نہیں مانتے اس لئے وہ کس قسم کی کتاب ہے اس کے متعلق گفتگو کرنا مضمون سے دور جانا ہے؛

آپ ان عیسائی مورخوں و دیگر مصنفوں کی شہادتیں دیکھ لیجئے! واضح ہے کہ یہ لوگ مثل مسلمانوں کے وید کو کلام الٰہی ماننے والے نہیں ہیں اور کئی ان میں سے ویدوں

کو بدنام کرنے کے درپے بھی ہیں لیکن بایں ہمہ آخر کار صداقت کے آگے مجبوراً سر جھکانا ہی پڑتا ہے گو ہمارے نزدیک بعض شہادتیں بہت وقعت نہیں رکھتیں تاہم آپ کے لئے وزنی ہیں میں نے اوپر کافی شہادتیں لکھ دی ہیں صرف ایک دو اور لکھ کر اس فقرہ کے متعلق بحث بند کرتا ہوں کیونکہ طوالت کا خوف ہے۔

ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر صاحب مختصر تاریخ ہند کے صفحہ ۴۲ پر تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"وید کے رچے آریوں کی شائستگی" "آریوں کے وید میں لوہا روں تانبے کو استعمال کرنے والوں کا ریگروں سناروں کا ہر فن ہے علاوہ ازیں بڑھئی۔ حجام اور دیگر اہل حرفہ بھی مذکور ہیں۔ دے رتھوں پر سے جنگ کیا کرتے تھے۔ اور گھوڑوں کا عام استعمال کیا کرتے تھے طبابت میں برہمنوں نے یونانیوں سے کچھ سیکھا نہیں۔ بلکہ ان کو بہت کچھ سکھایا ہے عرب کی طبابت کی بنیاد وہ ترجمے ہیں جو سنسکرت طبابت کے کئے گئے تھے یورپ کی طبابت سترہویں صدی پر عرب کی طبابت پر دارومدار رکھتی تھی ہندوستانی حکیم چرک کے جملے یورپ کی کتابوں میں جا بجا ملتے ہیں۔ پرانے برہمن مردے چیرنے سے پرہیز نہیں کرتے تھے راگ کی جو سات سُریں برہمنوں نے ایجاد کی تھیں وہ ایرانیوں نے اُن سے حاصل کیں اور ایرانیوں کے عرب میں گزر کر یورپ میں داخل ہوئیں"

سیاح سگیس تھنیز جو کہ شاہ سلوکس کا وزیر ہو کر سینڈراکوٹس راجہ کی کچہری میں بطور ایلچی کے بھیجا گیا تھا وہ اپنے سفرنامہ میں چشمدید واقعات لکھتا ہے (دیکھو کتاب نام انیشنٹ انڈیا یعنے قدیم ہندوستان مترجمہ جے ڈبلیو میک کرنڈل ایم اے پرنسپل گورنمنٹ کالج پٹنہ صفحہ ۳۱)

"ہندوستانی لوگ ہنروں میں ماہر تھے ہند کی زمین میں سب قسم کی معدنیات ملتی ہیں مثلاً سونا۔ تانبہ۔ چاندی لوہا اور نیز کستیرا یعنے ٹین اور دیگر دھاتیں جن سے کہ وہ کام کی اشیاء اور اوزار بنایا کرتے تھے"

ہند کے لوگوں کو سات گروہوں میں یونانی سیاح تقسیم کرتا ہے اور اُن میں سے

چوتھے نمبر میں اہل حسنو کا ذکر کرتا ہے +

رائے ٹھاکر دت جی نے آریہ پتر کا مورخہ ۹ نومبر ۱۸۹۷ء میں ایک مضمون جو کے اعتراض کے جواب میں لکھا تھا اس مضمون میں انہوں نے بابو راجندر کی کتاب ہندو شائستگی کی تاریخ" کے حوالے دیئے ہیں اور ان حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ فرنگیوں کے نقش قدم پر چلنے والے مورخوں کو بھی ماننا پڑتا ہے کہ ویدوں میں ریل گاڑی کی قسم کی سواریاں بنانے اور استعمال کرنے کا ذکر ہے (دیکھو ہندو شائستگی کی تاریخ صفحہ ۱۵۸)

"رگوید میں ذکر ہے کہ ہر ایک گاڑی میں تین بیٹھنے والی میزیں لگی ہوئی ہونی چاہئیں اور کافی جگہ کئی لوگوں کے بیٹھنے اور اُن کا اسباب رکھنے کے لئے ہونی چاہیئے"

فقرہ پنجم (صفحہ ۲۳ کتاب ہذا) آپ تحریر فرماتے ہیں کہ پانچواں فقرہ کسی قدر ہمیں بھی مسلّم ہے ہمارا (مسلمانوں کا) یہی مذہب ہے کہ قرآن شریف کے الفاظ جملہ خدا کی طرف سے ہیں"

اور پھر لکھتے ہیں کہ (ب) لیکن آپ کو مشکل ہوگی کہ پرلے کے وقت دیکا جو الفاظ اور معانی سے مرکب ہے خدا ہونا آپ کو ماننا پڑے گا۔ حالانکہ پنڈت دیانند جی بھوسکا میں وید کا خدا نہیں مانتے"

(س) خدا کو سنسکرت ہی میں بولنے والا اور دیگر زبانوں سے ناواقف بتلایا ہے کیا آپ کے اس دعوے کا کوئی ثبوت بھی ہے؟ کہ خدا وید کی زبان سنسکرت کے سوا کسی زبان میں الہام نہیں کر سکتا"

۴ آریہ مسافر میگزین۔ بابت ماہ اکتوبر کے صفحہ ۲۱ (اور کتاب ہذا کے صفحہ ۷) پر جو کچھ میں نے لکھا تھا اس کا جواب جب تسلی بخش نہیں ملا تو میں نے اُسی بات کو میگزین بابت ماہ نومبر کے صفحہ ۲۸ اور (کتاب ہذا کے صفحہ ۲۳) پر دُہرایا لیکن افسوس کہ آپ نے پھر بھی تسلی بخش جواب دینے کی کوشش نہیں کی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی تحریر مرقومہ بالا کا کیا صاف مطلب ہے آپ فرماتے ہیں کہ کسی قدر ہمیں بھی مسلّم ہے کسی قدر" کی اگر تشریح

کر دیتے تو کچھ فیصلہ ہو جاتا۔ رسالہ نمبر ۲ میں میں نے عرض کی تھی کہ :-

"ہم علم اور زبان اور اُن کے تعلق کو وید یا الہام کہتے ہیں۔ وید کی تعلیم جہاں الہامی ہے۔ وہاں وہ الفاظ جو وید میں پائے جاتے ہیں وہ بھی الہامی ہیں"۔

اور رسالہ نمبر ۱ میں عرض کر چکا ہوں کہ "قرآن جس زبان میں ہے وہ مصنوعی اور ناقص زبان ہے اور ساتھ ہی سب سے اول یا پرانی زبان بھی نہیں ہے۔ دیکھئے! عربی میں پہلا حرف ا (الف) ہے میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ حرف تین حرفوں کا مجموعہ ہے۔؟ یعنی کیوں اسکو ا۔ل۔ف (الف) بولا جاتا ہے؟ مگر سنسکرت میں अ (ا) ہی بولا جاتا ہے۔ نہ کہ الف۔ سنسکرت میں ब (ب) ہی بولا جاتا ہے۔ نہ کہ بے (ب ے) کہاں تک لکھوں؟ عربی سی ناقص اور غیر فصیح زبان سے مذہبی کرنی ہو پھر وہ کتاب جو ناقص زبان میں لکھی ہوئی ہو وہ کس طرح سے مکمل یعنی خدا کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کر سکتی ہے؟"

اب میں نئے سرے سے پھر آپکے نقرہ نمبر ۵ کے متعلق مفصل عرض کرتا ہوں یہ سوال بڑے زور شور سے یورپ میں عالموں کو ہلا رہا ہے کہ کیا انسان کی زبان اسکی اپنی ایجاد ہے یا یہ کہ خدا کا عطیہ ہے محقق لوگوں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ زبان انسان ہرگز نہیں بنا سکتا۔ بلکہ بنی ہوئی زبان کو استعمال کر سکتا ہے اگر کوئی شخص لکڑی سے میز اور کرسی یہ دونوں چیزیں بناتا ہے تو اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ لکڑی کو بھی بنا سکتا ہے پروفیسر میکس مولر نے اس بھاری سوال کے متعلق ایک دلچسپ بحث اپنی کتاب "سائنس آف دی لنگویج" میں کی ہے اور بہت طویل بحث کے بعد لکھتا ہے کہ :-

"یہ سچ ہے کہ آرین زبانوں کے مصدر شکل اور معنی میں ٹھیک عربی عبرانی آرامی کنعانی۔ نبطو اور اوشنیا کی زبانوں سے ملتے ہیں"۔ اور پھر اس اہم سوال کا کہ انسان کی کیا ایک ہی زبان ہو سکتی ہے؟ اور تھی؟ یہ جواب دیتا ہے کہ :-

بلاشبہ ایک زبان تھی

یورپ میں ایک زمانہ تھا جبکہ لوگ مانتے تھے کہ عبرانی سے کل زبانیں دنیا کی نکلی

ہیں۔ لیکن محقق اور مشہور فاضل لیب نیز نے لوگوں کے اس خیال کی تردید کی اور ٹیلر صاحب نے دلائل قاطع سے اس بات کو ثابت کر دیا کہ عبرانی مکمل زبان نہیں ہو سکتی نے یہ بھی کہا کہ جیسے یونانیوں نے ہندوستانیوں سے فلاسفی وغیرہ سیکھی ہے ساتھ ہی زبان بھی مستعار لی ہو گی۔ ہروس صاحب کے خیالات کو تکمیل دینے والا ایڈلنگ صاحب تھا۔

اس کے بعد یورپ کی تاریخ میں ایک عجیب زمانہ آتا ہے اور اس کو زمانہ سنسکرت کی دریافت کا زمانہ کہتے ہیں "سنسکرت جو کہ ہندوؤں کی قدیمی زبان ہے اس کا دریافت ہونا بجلی کی چمک کے مانند تھا۔" یورپ میں سنسکرت کے مطالعہ کا شوق بڑھنے لگا اور سر ولیم جونز جب ہندوستان میں آیا تو سنسکرت کی بغور مطالعہ پر کہنے لگا کہ "یہ زبان نہایت عجیب و صنعت کی ہے۔ یونانی سے بھی زیادہ مکمل۔ لاطینی سے بھی زیادہ وسیع اور دونوں سے بڑھ کر کمال نفیس اور دونوں سے بہت تعلق رکھتی ہے۔"

اس محقق کے ان الفاظ کو سنکر یورپ میں لوگ بالکل دنگ رہ گئے پادریوں نے سر ہلائے عالم شکوک پیدا کرنے لگے اور فلاسفر گھبرا اٹھے اور دل میں ڈر کر کہنے لگے کہ دنیا کی تاریخ کے سلسلے کو یہ دریافت تہ و بالا کر دے گی۔ چنانچہ اس دریافت پر لارڈ مان باڈو جو کہ مصری زبان کو سب کا مخرج بتلا رہا تھا۔ ایسا گھبرایا گویا کہ سنسکرت کی دریافت کی بجلی اسپر ٹوٹ پڑی۔

بے تعصب علماء اس بات کو اتفاق رائے سے مانتے ہیں کہ خدائی یا قدرتی زبان وہ ہو سکتی ہے جو کہ سراپا مکمل ہو کوئی زبان جو کہ ناقص ہے وہ ہرگز قدرتی یا مکمل یا خدائی زبان کہلانے کی مستحق نہیں اور ساتھ ہی جیسا کہ میں نے مغربی علماء کے حوالجات سے ثابت کر دیا ہے کہ قدرتی یا مکمل زبان ایک ہی ہو سکتی ہے دو نہیں اور یہی ایک زبان بلاشبہ نسل انسان کی اصلی زبان تھی سچائی ہمیشہ بے بدل اور ایک ہوا کرتی ہے ٹھیک اسیطرح خدائی زبان بے بدل اور ایک ہے اس کے برخلاف کوئی اور زبان ہو نہیں سکتی البتہ جو ناقص زبانیں دنیا میں موجود ہیں وہ تمام اسی

سے بگڑ بگڑ کر بنگلی ہیں سنسکرت ایک ہے۔ لیکن چراغ جو کہ مصنوعی ہیں لاکھ ہو سکتے ہیں اور چراغوں میں جہاں دھواں وغیرہ مصنوعی پن کی علامات ہیں وہاں روشنی اسی سورج کی روشنی کا جزو ہے جو کہ بالکل مصنوعی نہیں اسی طرح عربی فارسی عبرانی ہندوستانی وغیرہ وغیرہ دنیا بھر کی زبانیں ناقص اور مثل چراغوں کے ہیں ان کے تمام مصدر بقول سکیس گر بالکل شکل اور معنوں میں آریں زبانوں سے ملتے ہیں لیکن وہ جز جو کہ اُن کو ناقص اور مصنوعی بنا رہے ہیں وہ سنسکرت سے نہیں ملتے۔

میں کیوں اس تحریر کو طول دوں؟ ان زبانوں کے نام ہی اس بات کے شاہد ہیں کہ یہ قدرتی زبانیں نہیں بلکہ لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں مثلاً عربی ملک عرب کے باشندوں کی زبان گو مولوی صاحب کہیں کہ قرآن کے الفاظ جو کہ دراصل عربی زبان کے الفاظ ہیں الہامی ہیں۔ لیکن کیا مولوی صاحب اس بات کو نہیں جانتے کہ حضرت صاحب کی پیدائش کے وقت یہ زبان (عربی) عرب میں برابر مستعمل تھی تو کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا؟ کہ عربی زبان ان لوگوں کی زبان تھی جو کہ عرب میں رہتے تھے اور بقول مسلمانوں کے خدا نے انسانوں کی مدد سے اپنے خیالات کا اظہار کیا جو کہ عجیب لطیفہ ہے لیکن برخلاف دنیا بھر کی زبانوں کے ویدک سنسکرت کس ملک کی زبان ہے؟ کیا ہندو لوگوں نے اس کو ایجاد کیا ہے؟ ہرگز نہیں یہ سب سے پرانی مکمل قدرتی زبان ہے جو کہ خدا نے نسل انسان کے بزرگوں کو الہام کے ساتھ ہی عطا کی۔ سنسکرت کے معنے ہی "مکمل" کے ہیں۔ کسی ملک کی زبان نہیں یہ قدرتی زبان ہے سورج کسی خاص ملک کا سورج نہیں کہلاتا۔

لیکن کوئی مجھ سے پوچھ سکتا ہے کہ اگر ابتدائے آفرینش پر خدا نے سنسکرت زبان کے ذریعہ الہام دیا تو عربی فارسی وغیرہ زبانیں کیسے بن گئیں؟ اس کا جواب سہل ہے یہ سچ ہے کہ انسان زبان کو بنا نہیں سکتا لیکن مکمل یا بنی ہوئی زبان کو بگاڑ تو

لہ مستعمل ہونے سے الفاظ کے الہامی ہونے کو نقصان نہیں پہونچتا آپ نے سمجھا نہیں مولوی صاحب کے جواب کو غور سے پڑھیں۔ (ایڈیٹر)

سکتا ہے اور بگاڑنے کے یہ معنے نہیں کہ اس کو تباہ کر سکتا ہے اب دیکھئے کہ سنسکرت میں ماں کے لئے ماتری شبد ہے اس کو بگاڑ کر چند لوگوں نے مادر بنا لیا اور یہ مصنوعی بن کا نام فارسی رکھدیا انگریزی میں بھی مدر ہے عربی چونکہ نہایت ہی ناقص زبان ہے اس کو عرب کے دام مارگیوں نے ماتری سے بگاڑا۔ پہلے تری کو ڑا دیا پھر آ کو دلم الٹ کر دیا۔ اور اب اُم عربی میں ماں کے لئے استعمال ہوتا ہے مسلمانی مذہب جہاں دام مارگ کی ایک اصلاح شدہ شکل ہے وہاں عربی زبان دام بہاشہ (اُلٹی ہوئی زبان) کہلانے کی مستحق ہے +

جس طرح مکان بغیر بنیاد کے نہ بن سکتا۔ اُسی طرح زبان کے بنیادی پتھر وہ حروف ہیں جن سے کہ وہ بنی ہوئی ہے اور اگر کسی زبان کے حروف تہجی نامکمل اور غلط یا ناقص طریق سے بنے ہوئے ہیں تو بلاشبہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ زبان ناقص اور نامکمل ہے انگریزی زبان کے حروف نامکمل ہیں لیکن شاباش ہے انگریزوں کو جو کہ اپنی کمزوری کو چھپانا نہیں چاہتے اگر انسان اپنی کمزوری کو بخوبی مانتا ہے تو وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ ان نقصوں کو محسوس کرتے ہوئے ایک محقق مزاج نے جن کا نام نامی پٹ مین ہے فونوگریفی کی بنیاد ڈالی ہے اور جیسا کہ فونوگریفی کی کتابوں کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ ۱۹ ویں صدی یورپ اور امریکہ میں اس نئے طریق کا استعمال ہو رہا ہے تو وہ دن دور نہیں جبکہ موجودہ انگریزی حروف میں کمی بیشی کرنی پڑے خود پٹ مین صاحب لکھتے ہیں کہ انگریزی زبان ناقص ہے کیونکہ انہیں ش کے اظہار کرنے کے لئے کوئی حرف نہیں اور اسیطرح بہت سے اعتراض انہوں نے سوچے ہیں (مفصل دیکھنا ہو تو اُن کے مینوال آف فونوگریفی میں دیکھ لیجئے!

جو نقص کہ پٹ مین صاحب نے انگریزی حروف میں دکھلائے ہیں اُسی قسم کے بہت سے نقص عربی حروف میں بھی پائے جاتے ہیں مثلاً جبکہ ایک بچہ زبان سیکھنے لگتا ہے۔ تو اُسکو کہا جاتا ہے۔ کہ الف (ا۔ل ف) پڑھو اور جب وہ ل پڑھتا ہے تو اُس کو کہا جاتا ہے۔ کہ لام پڑھو! اور جب وہ ف پڑھتا ہے تو وہ بیچارہ حیران ہوتا

کہ ف میں سے کہاں سے آگئی؟ اور دیکھئے! تماشہ کہ ت۔ط یہ دو حرف ایک ہی آواز کو ظاہر کرتے ہیں قرآن کی آیتیں جب کہ سب جانتے ہیں راگ میں نہیں گائی جاسکتیں اور راگ ہی ایک اعلےٰ معیار مکمل زبان کی پہچان کا ہے اگر پشتو ناقص زبان ہے تو پشتو راگ میں بینڈکوں کی آواز ہے لیکن فارسی پشتو سے مکمل ہے اسی لئے فارسی میں پشتو سے بڑھ کر راگ ہے افریقہ کے وحشیوں کی اگر زبان نامکمل ہے تو اُن میں اعلےٰ راگ بھی موجود نہیں راگ زبان کا جوبن ہے جس طرح مکھن دودھ کا سار ہے جس طرح پھل درخت کا نتیجہ ہے ٹھیک اُسی طرح راگ زبان کا عطر اور زبان کی جان ہے۔ جسطرح بغیر سانس لئے انسان زندہ نہیں کہلا سکتا۔ ٹھیک اُسی طرح وہ زبان یا فقرے جو راگ کے طور پر نہیں گائے جاسکتے وہ مردہ ہیں۔ قرآن کی آیتیں راگ میں نہیں گائے جاسکتیں۔ اور قرآن میں راگ کی ہرگز ہرگز تعلیم نہیں۔ پس قرآن کی زبان سچ مچ ایک بیابانی زبان ہے۔ اسکو زرخیز اور فصیح کہنا سراسر غلطی ہے۔ فصاحت کا معراج راگ ہے۔ قرآن سے فصاحت ڈھونڈنا ایسا ہے جیسا کہ چڑیوں سے دودھ حاصل کرنیکی کوشش کرنا۔ جس پھول میں رنگ و بو نہیں وہ نہ خوبصورت ہے اور نہ ہی کشش کرسکتا ہے۔ خوبصورتی کو ڈاکٹر لوگ کمال کا نام دیتے ہیں جو چیز ہمکو قدرتاً کشش کرسکتی ہے۔ وہ اپنے اعلےٰ پن کا ثبوت دیتی ہے۔ کون ایسا ہے جو اس سے انکار کرسکتا ہے؟ اگر کوئی چیز مردہ دلوں کو اُبھار سکتی ہے مردہ دل کو پھول کیطرح شگفتہ کرسکتی اور غم آلودہ روح کو تسکین دے سکتی ہے تو وہ راگ ہے۔ موذی سے موذی جانور سانپ بھی راگ[1] سے متاثر ہوکر اپنی کلا پلٹ لیتا ہے۔ ہرن بھی راگ کے لئے کان کھڑے کرتے ہیں۔ جنگی بہادر عین لڑائی کے موقعہ پر راگ کے ویر اس سے دلیر ہوتے ہوئے مردانہ وار قدم اٹھاتے ہیں۔ پتھر دل بھی راگ سے موم ہوجاتے ہیں۔ یوگ کے درجہ پر راگ ہی ہے جو کہ دل کو خدا کی عبادت میں یکسو کردیتا ہے اور اسی راگ کو مکمل فصاحت کہتے ہیں۔ چاروں وید سُر سے راگ میں گائے جاسکتے ہیں۔ سام وید جو کہ

[1] لالہ صاحب! راگ سے نہیں بلکہ بینڈ کی کی آواز سے (منیجر)

طریقہ عبادت کو خاص طور پر بتلاتا ہے وہ گویا راگ مجسم ہے لیکن قرآن کے اندر راگ ڈھونڈنا اور فصاحت کے لئے جستجو کرنا سراسر لاحاصل ہے پس قرآنی آیات ہرگز ہرگز مکمل خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتیں۔ بیابان کے لوگوں کی بیابانی خشک بھیکی غیر فصیح عربی زبان میں قرآن کے ہونے سے ہم اس کو کبھی الہامی بیان والا نہیں کہہ سکتے جو چیز خدا کی بنی ہوئی ہوتی ہے وہ مکمل اور عیب سے معرا ہوتی ہے لیکن انسان کی بنائی ہوئی چیز عیوب سے پر ہوتی ہے اس لئے عربی ہرگز خدا کی عطیہ زبان نہیں بلکہ سنسکرت کی نہایت بگڑی ہوئی حالت ہے عربی کے بہت سے الفاظ یا تو بالکل سنسکرت سے بگڑے ہوئے ہیں یا فارسی۔ ہندی۔ عبرانی وغیرہ ان زبانوں سے بگڑ کر بنے ہیں جو کہ وہ اصل سنسکرت سے بگڑ کر بنائی گئی ہیں مثلاً دیکھئے سنسکرت میں پرمیشر کا نام اتا ہے (دیکھو ستیارتھ پرکاش ۱۷) اور اتا کے معنے یہ ہیں کہ جو تمام دنیا کو قابو رکھے اسی سے بگڑ کر اللہ بنا ہے +

سنسکرت	عربی	سنسکرت	عربی
اتا	اللہ	(عبرانی) ایلی ایلی	آلہی آلہی
یدھ	جہاد	لما سبکتنی	لما سبقتنی
آپت	آفت	(سنسکرت) جبھ	جب
کوشش	کاسہ	بمعنے (پکڑنا)	(بغل میں لینا)
(ہندی) چندن	صندل	(انگریزی) کیمل	جمل
(〃) شو	صا (بمعنے اچھا)	(سنسکرت)	بدا (ظاہر ہونا) بدء کے معنے عربی میں ظاہر کے گئے
(〃) درگ	ورق	وید	
(〃) شیت	شتا		ابتدا میں
(پنجابی) کیسا	کیفہ	(ہندی) مورت	صورت
(ہندی) من	منا	(پنجابی) دان	مدین

سنسکرت	عربی	سنسکرت	عربی
(ہندی) انتکال	انتقال	روی	رب
(//) نیت	نیت	(ہندی) ما	اُم (الٹ)
(//) جات	حیات	(//) باپ	اب
(ج) ناک	ناقہ (اونٹنی)	(//) کپور	کافور
(//) پانی	بیان	(//) ترپھلا	طرفیل
(پنجابی) آئی[1] جہاں نے	ایہا الذین	(//) آشرا	عاصرہ
منیا	آمنو	(//) سرد	صرد
نہ جات	نجات		

جس طرح بعض سنسکرت کے لفظ بگڑ کے عربی سے (مثلاً امبالکا) مُرنت بنے ہیں اسی طرح عربی الفاظ کا حال ہے مثلاً ملکہ۔ زاجہ۔ وغیرہ۔

ہندی میں دیہ ۷ ۷ بانی

(پنجابی) رہن رہن

(ہندی) کٹم قبیلہ

(نوٹ نمبر ۱) قبطی (مصری لوگ) جن میں فرعون تھا وہ تناسخ مانتے تھے بہت سے عربی لفظ عبرانی سے بگڑے ہیں اور عبرانی سریانی سے بگڑی ہے اور سریانی (سربانی) کا معرب ہے۔ یورپین علماء کی رائے ہے کہ عبرانی عربی سے بڑھ کر اعلےٰ ہے سورگباشی پنڈت گردوت جی کہا کرتے تھے کہ لفظ عربی سنسکرت کے آریہ واٹھ (آریوں) کا راستہ سے بنا ہے +

(نوٹ نمبر ۲) بائدہ جمع بیدی کی (ماننے والا دید کا) عرب کی پرانی تاریخ سے پتہ ملتا ہے کہ عرب کے قدیم باشندے بائدہ کہلاتے تھے اور اُن کے دو خاندان تھے ایک طسم (سام) اور جدلیس (جاوید دنش) اور اُنکے کہا جاتا ہے کہ اخبار نہیں ملتے +

[1] کیا خوب تکیں ملائی ہیں (ایڈیٹر) +

مجھے ایک دوست نے اطلاع دی۔ کہ فلاں مولوی صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اُنے ثابت کیا ہے کہ ہندی اور سنسکرت الفاظ عربی سے ملتے ہیں۔ اور نتیجہ نکالا۔ کہ سنسکرت یا ہندی عربی سے نکلی ہے۔ میں نے اُسکو کہا کہ اگر وہ واقعی اس بات کو ثابت کرسکتا ہے۔ کہ سنسکرت یا ہندی الفاظ عربی سے مشابہت رکھتے ہیں۔ تو پھر صرف ایک غلطی کو جو اُنے کی ہے میں درست کردونگا۔ اُس نے کہا کہ اُس نے کیا غلطی کی؟ میں نے کہا کہ نتیجہ غلط نکالا۔ وہ بولا کیسے؟ میں نے کہا کہ سنو بھائی۔ دو شخص ایک دوسرے جیسی شکل رکھتے ہوں اور ایک کی عمر پچاس سال کی ہو اور دوسرے کی پچیس کی۔ تو اُن میں سے آپ کس کو باپ اور کس کو بیٹا کہینگے؟ اُنے کہا کہ جو عمر میں بڑا ہے۔ میں نے کہا بس یہی دلیل یہاں لگالو اگر عربی اور سنسکرت الفاظ مشابہ ثابت ہوجائیں۔ تو پھر صاف نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ عربی چونکہ سنسکرت سے پیچھے بنی وہ سنسکرت کی پوتی ہے اور اسی بات کو فلالوجی دان (زبان کا علم جاننے والے) اور ہم آریہ لوگ آگے ہی مانتے ہیں پس ہمارے لئے یہ خوشخبری ہے۔

ہمہ دان خدا کا کام غلطی سے مبرا ہے۔ خدا نے اگر دنیا کی پیدائش کیوقت سورج کو بنایا تو اسکو اُس کے بدلنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ خدا نے اگر یہ قاعدہ رکھا ہے کہ درخت بیچ سے اوپر کی طرف اُگیں اور انسان کی دو ٹانگیں ہوں۔ اور گدھے کے سینگ نہ ہوں۔ تو کبھی خدا اس قاعدہ کو نہیں بدلیگا۔ جیسا کہ آجتک اُس نے نہیں بدلا۔ ہاں اگر خدا ہمہ دان نہیں اور بھول چوک کرنے والا ہے تو اُسکو جو وقت اپنی غلطی سوجھیگی۔ اس کی درستی کرلیگا۔ اگر خدا نے شروع میں ویدبانی (سنسکرت) میں الہام نازل کیا۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خدا کی عادت بدل گئی؟ یا اُس کی فطرت الٹ گئی؟ یا اُس کو اپنی غلطی سوجھی؟ کہ اُس نے مکمل زبان کو چھوڑ کر ایک ناقص غیر فصیح بیابانی عربی زبان کی سدھی۔ اور الہام نازل کیا۔ اور سچائی یہ ہے کہ دنیا میں سب سے زور آور بادشاہ یا انسان کی کوئی چیز بدل نہیں کرسکتا کیونکہ خدا کی روح

لہ مسٹر صاحب آپ شاید عربی کو قرآن کے نزول سے کہتے ہیں؟ اُس سے پہلے ہیبر کی سو دیگر اسی کا نام ہے (مترجم)

سے کہ وہ اُس زبان کو جس میں کہ اُس نے پہلے الہام دیا تھا دشمنوں سے بچا نہیں سکا
کیا وہ زبان کسی نے تباہ کر دی تھی؟ یا کوئی تباہ کر سکتا تھا؟ ہمارا خدا تو ایسا کمزور
نہیں ہے کہ اُس کی کسی چیز کو کوئی تباہ کر سکے اور نہ ہی ہمارے خدا کے الہام کو کوئی تباہ
کر سکتا ہے جس طرح کہ سورج پہلے بنا کر بار بار نہیں بناتا۔ اُسی طرح ہمارا خدا بار بار
الہام نہیں بھیجتا۔ اور تماشہ یہ ہے کہ مسلمان لوگ محمد صاحب پر الہام نازل ہونے کی
ضرورت کے تو قائل ہیں۔ لیکن کیوں نہیں مانتے کہ آئندہ بھی جب قرآن کا الہام
اُن وجوہات کے باعث جن سے کہ پہلا الہام تباہ ہو گیا تھا) تباہ ہو جاوے گا تو پھر نیا پیغمبر
اور نیا الہام ہوگا۔ کیا وہ نہیں سوچتے۔ کہ اگر خدا کے پہلے الہام نہ رہے تو یہ کیونکر رہ سکیگا
دانا آدمی وہ ہوتا ہے جو گذشتہ تجربہ سے سبق سیکھے۔ مسلمان صاحبان کو گذشتہ تجربہ تو
یہ بتلا رہا ہے۔ کہ کمزور خدا اپنے پہلے دیئے ہوئے الہام اور زبان کی حفاظت نہیں کر سکا
اور اِس لئے محمد صاحب پر نیا الہام آتا رہا۔ لیکن افسوس کہ ہمارے بھائی پھر بھی کیوں
سو رہے ہیں؟ جس الہام اور زبان کو وہ لئے بیٹھے ہیں وہ تو کبھی نہ کبھی فوت ہو ہی جائیگی۔

کئی لوگ یہ بھی اعتراض کیا کرتے ہیں کہ انسان میں نئی زبان بنانے کی طاقت
ہی کیا ہے۔ وہ نئی زبان کیونکر بنا سکتا ہے؟ جس طرح کہ انسان گیہوں سے جَو نہیں بنا سکتا ہے اُسی طرح
یہ نئی زبان بھی نہیں بنا سکتا ہے۔

امریکہ کے عالم نیڈرو جیکین ڈیوس نے خیال کی نہایت زبردست تردید
کتاب بارموتھ جلد ۲ میں کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کوئی انسان کوئی کہانی یا گپوڑہ بالکل
اپنے من سے نہیں بنا سکتا۔ مثلاً فرض کرو کہ کسی بچی نے دانت کی شکل ایسی بنائی
ہے یعنی ایک ایسا انسان جسکے سر پر سینگ ہیں۔ اور اُسکے کان ہاتھی کے کان کی
مانند اور دانت ہاتھی کے دانت کی طرح باہر نکلے ہوئے اس وہمی شکل کے بنانیوالے
نے اگرچہ من مانا گپوڑہ ہانکا ہے۔ لیکن دراصل غور سے سوچیں تو ان میں سے کوئی
چیز بھی نئی (ایجاد کردہ) نہیں۔ کیا دنیا میں حیوانوں کے سینگ نہیں ہوتے؟
کیا ہاتھی کے دانت باہر نکلے ہوئے نہیں ہوتے؟ اگر اُس نے کچھ کیا ہے تو وہ یہ

سینگ کا غلط استعمال کیا ہے۔ یعنی اگر وہ بیل کی تصویر بناتا تو اُس کو سینگ وہاں اُس کے سر پر لگانے پڑتے تھے۔ لیکن اُس نے یہ غلطی جہالت ان سینگوں کو انسان کے سر پر لگانا چاہا ہے۔ اور یہی اُس کی غلطی۔ جہالت۔ کمزوری اور وہم پن کا ثبوت ہے پس جب ہم کہتے ہیں کہ اُس شخص نے یہ من گھڑت مسئلہ نکالا ہے۔ یہ غلطی کی ہے تو ہمیشہ ہماری مراد یہ ہونی چاہیئے۔ کہ اُس نے اودیا کے کارن مثیا ویوہار یعنی غلط استعمال کیا ہے۔ اور غلط سمجھ ہے یعنی مثیا گیانی ہے۔ سنسکرت میں لفظ اودیا کے معنے ودیا کے خلاف کے ہی ہیں۔ اس لئے ہمیں جہالت (اودیا) کو راستی یا علم کے خلاف معمول میں لینا چاہیئے نہ کہ یہ انسان کوئی نئی ایجاد کر سکتا ہے۔ شاستروں کے بنانیوالوں نے شرارتاً پہلے معنوں کو اُلٹایا۔ اور بعد ازاں اب تک لوگ اُلٹے ارتھوں کو مانتے ہوئے ہیں لیکن اس سے جہاں شاستروں کے بنانے والوں کی ناقص عقل کا ثبوت ملتا ہے ہاں اس سے یہ مراد نہیں لینی چاہیئے۔ کہ اُن میں نئی چیز یا نیا مسئلہ بنانے کی طاقت تھی اس تمثیل سے یہ بات بخوبی ذہن نشین ہو سکتی ہے کہ کوئی بھی انسان زبان بنانے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ البتہ جو زبان کہ قدرت نے دے رکھی ہے اُسکو اُلٹ پلٹ کم و بیش کر کے ایک ناقص صورت میں بنا لیتا ہے۔ اور اُسکو غلطی سے سمجھتا ہے کہ یہ اُسکی ایجاد ہے۔ دراصل وہ اُسکی غلطی اور اودیا کا اظہار ہے نہ کہ اُسکی ایجاد ہے۔

لمرنجن ڈاکٹر نکلسن ایم۔ ڈی کا قول ہے کہ ڈاکٹری کا اعلیٰ اصول جو میں نے عمر بھر میں سیکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ قانون قدرت کی پیروی کرو Nature جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ قدرت مکمل ہے۔ اب انسان کوئی ترقی نہیں کر سکتا۔ انسان کی ترقی کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے تئیں اُسکے مطابق چلائے نہ کہ جہالت میں پڑ کر قدرتی اصول کا استحال کرتا ہوا دکھ اُٹھائے اور پھر اُس کو اپنی جہالت سے اپنی ایجاد کہتا جائے۔

رسالہ نمبر ۲ (صفحہ ۲۳ کتاب ہذا) میں بندہ لکھ چکا ہے کہ آریہ لوگ علم اور زبان اور اُنکے تعلق کو ودیا یا الہام کہتے ہیں میں جناب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ بھی اس

اس بات کے قائل ہیں۔ کیونکہ جہانتک مجھے علم ہے۔ مسلمان صاحبان علم کو خدا کیطرف سے نہیں مانتے۔ بلکہ قرآن کو خدا کیطرف سے مانتے ہیں۔ قرآن اور علم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قرآن میں کوئی بھی علم یعنی سائینس ظاہر نہیں کیا گیا۔ بلکہ جناب تائید اس بات کے قائل ہونگے کہ قرآن لوہاروں کی کتاب نہیں اور مختلف سائینس کا ذکر قرآن میں بالکل نہیں ہے جسوقت آپ اس بات کو مان لینگے کہ قرآن کے معنی علم کے ہیں۔ تو آپ میرا فرض ہوگا۔ کہ میں ثابت کرکے دکھاؤں کہ قرآن جامع العلوم نہیں ہے لیکن اسوقت میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا آپ میری الہام کی اس تعریف سے متفق ہیں یا نہیں؟ شاید آپنے جو لکھا ہے کہ "ہمیں بھی کسی قدر علم ہے"۔ اُس کے یہی معنی تو نہیں؟ کہ آپ قرآن کو علم کے معنوں میں نہیں لیتے؟ یا اگر "کسی قدر" کا مطلب اور کچھ ہے تو واضح کر دیجئے! شکریہ ہوگا۔ لیکن میں پھر عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہم الہام کو علم اور وہ ذریعہ جس سے علم ظاہر کیا جاتا ہے۔ یعنی زبان کے معنوں میں لیتے ہیں ہمارے نزدیک وحید علم اور زبان کے باہمی تعلقات کا نام ہے ÷

جناب نقرہ نمبر (۱۰) کتاب ہذا میں تحریر فرماتے ہیں کہ "قرآن شریف کے بعینہٖ الفاظ خدا کیطرف سے ہیں"۔ میں کہتا ہوں کہ درست نہیں ہے۔ اگر کوئی میری قلم لیکر اپنے دوست کو خط لکھے تو کیا اسکے یہ معنے ہونگے کہ قلم اُس ادمی کی ہوگئی۔ اگر کوئی شخص اپنی مطلب براری کے لئے میری کسی چیز کا استعمال کرتا ہے۔ تو کیا اس سے وہ اسکا مالک ہوسکتا ہے؟ یہ امر واقعہ ہے کہ محمد صاحب کے والد کے وقت میں عربی برابر عرب میں بولی جاتی تھی۔ خدا نے اگر عربی زبان میں اپنے دوست محمد صاحب کو پکڑا تو کیا عربی زبان کا اس وقت مالک بن بیٹھا؟ اور خاص قرآن کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جسوقت محمد صاحب لوگوں سے کہتے تھے کہ مجھ پر آیات اترتی ہیں۔ اسوقت کئی لوگ ویسی ہی آیتیں بنا کر اُنکے پاس لیجاتے تھے۔ اگر عربی خاص خدا کی زبان ہوتی تو پھر محمد صاحب کے مخالف بغیر کچھ کہے اُنپر قابض کیوں ہوگئے؟ چاہیئے تو

---

[1] دروغ گویم بروشنا تو میخور ÷

یہ تھا کہ حضرت صاحب کے مخالفین کو عربی زبان میں آیت بنانا یا کلام کرنا بالکل نہ آتا۔ کیونکہ عربی زبان خدا نے حضرت کے سوا کسی کو نہیں بتلائی۔ اگر کہو کہ یہ بات نہیں بلکہ ملک کی زبان مروجہ کا خدا نے بھی استعمال کیا تو پھر بے تعصب اشخاص بلاشبہ مان سکتے ہیں کہ قرآن شریف کے بینہ الفاظ (عربی) خدا کی طرف سے نہیں ہیں اگر پنجابی میں خدا کسی سے کلام کرتا ہے تو پنجابی پنجاب کے رہنے والوں کی زبان رہیگی؟ یا اُس سے خدا کی زبان ہو جائیگی؟ اگر دیسی انگریزی زبان میں کام کرتے ہیں۔ تو کیا کوئی اہل عقل مان سکتا ہے؟ کہ انگریزی ہندوستانی آدمی کی زبان ہوگئی۔ البتہ اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ خدا بے انصاف ہے بیگانی شئے کو استعمال کرتا ہوا مشکور ہونے کی بجائے حق قابض ہو بیٹھا۔ پس آپ کا یہ کہنا کہ قرآن کے الفاظ خدا کی طرف سے ہیں درست نہیں ؛

(ب) اگر بالفرض مان لیا جائے کہ عربی خدا کی زبان ہے تو کیا خدا ازلی ابدی ہے یا نہیں؟ اگر کہو کہ ہے تو پھر عربی زبان کبھی فنا نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن قیامت کے بعد پھر سرشٹی (پیدائش) کا ہونا مسلمان نہیں مانتے تو معلوم ہوا کہ عربی زبان قیامت تک رہیگی۔ بعد ازاں ایسی فنا ہوگی کہ پھر کبھی نہیں اُٹھیگی ؛

اب مولوی صاحب پرلے کے وقت میں وید کا کیا حال ہوگا۔ اسکی بات ہمسے پوچھتے ہیں۔ واضح رہے کہ جس طرح آپکا خدا قیامت کے ہونے پر بھی حق فنا نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہمارا پرمیشور اور اُس کے اوصاف کبھی پرلے کے ہونے سے فنا نہیں ہو جاتے علم خدا کی صفت ہے۔ پس یہ علم یعنی وید خدا کے وجود میں برابر بنا رہتا ہے۔ فنا نہیں ہوتا۔ اگر ہمارے شہر میں بادل ہو جائیں تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ بادلوں نے دراصل سورج کو ڈھانپ لیا۔ اسورج جوں کا توں بنا رہتا ہے۔ لیکن ہماری آنکھوں کو بادل ڈھانپ لیتے ہیں۔ رات کو سورج معدوم یا فنا نہیں ہو جاتا۔ گو ہماری حالت بدلجاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح وید ہمیشہ خدا کے علم میں بنے رہتے ہیں۔ جبکہ ہم پرلے کے روپی رات کی حالتیں سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن جب پرلے کے بعد سرشٹی روپی

دن طلوع ہوتا ہے اور ہماری بیداری کی حالت ہوتی ہے۔ تو اسوقت ہم دیدہ دیدہ سورج کو پھر محسوس کرنے لگجاتے ہیں۔ سائنس دان دو الفاظ استعمال کیا کرتے ہیں یعنی Patend اور Latent جنکے معنے مخفی اور ظاہر کے ہیں اگر موم بتی بجھ جاتی ہے تو اس کے معنے یہ نہیں کہ وہ حرارت جو موم بتی کے اندر تھی وہ فنا ہو گئی۔ بلکہ وہ حرارت لطیف حالت میں موجود ہے گو ہماری جسمانی آنکھ اسکو نہ دیکھ سکے مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سورج ہی فنا ہو گیا تو یہ غلط ہے۔ پس پرلے ہمارے لئے ہے۔ نہ کہ خدا کے لئے۔ جب خدا پرلے کے وقت میں فنا نہیں ہوتا تو پھر کیونکر اسکی صفت علم یعنی وید کا فنا ہونا مانا جائے؟ اس لئے مہرشی سرامی جی کا جو مکتی میں یہ ماننا کہ وید کا فنا نہیں ہوتا۔ عین عقل کے مطابق ہے۔ آپ شاید وید کا غذ اور سیاہی کو مانتے ہیں؟

(سوال) آگے آپ پوچھتے ہیں کہ کیا خدا حرکت میں ہی بول سکتا ہے اور دیگر زبانوں سے ناواقف ہے؟

(جواب) تو آپکا یہ لکھنا ہی ٹھیک نہیں کہ خدا بول سکتا ہے۔ بولنا وغیرہ انسان کا ہے خدا پر آپ مانتے ہونگے کہ خدا انسان کی طرح بولتا ہے لیکن ہم انسان نہیں مانتے خدا پر ہاتھ تحریک کیا کرتا ہے نہ کہ بولا کرتا ہے اور اس تحریک سے جو زبان انسانی ملوں زبان وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے۔ وہی زبان ہے جسکو کہ لہجی زبان یا سنسکرت بھاشہ کہتے ہیں۔ موٹے طور پر آپ کے ہی الفاظ استعمال کرتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ خدا اگر بولتا ہے۔ تو اسی زبان میں بولتا ہے جو کہ دنیا بھر کے انسانوں میں سب سے بڑھکر نیک چلن ہے تو کیا آپکو کوئی یہ کہنے لگجائے۔ کہ کیوں جی خدا کا وصل چوروں، بٹ ماروں، قصابوں اور شراب خوروں کو کیوں نہیں ہوتا؟ کیا خدا نے چور بدمعاش کو پیدا نہیں کیا؟ تو اسکا جواب دانشمند یہی دینگے۔ کہ خدا ناقص نقص اور کمزور روحوں سے جاننے کے نا قابل ہے کہ تو کم ہے اسلئے انسان ہی اسکو پا سکتا ہے۔ اب جو یہ کہا

جاتا ہے کہ "کیا خدا ویدک زبان سنسکرت کے سوائے کسی زبان میں الہام نہیں کر سکتا" تو اسکا جواب یہ ہے کہ خدا اپنی مکمل زبان سنسکرت کو چھوڑ کر کیونکر عربی وغیرہ لوگوں کی ناقص زبان سیکھنا چاہے گا۔ کیا اگر اسکو بفرض محال دوبارہ الہام دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو دوبارہ کیا وہ اپنی ہی ویدک زبان میں الہام نہیں دے سکتا تھا؟ کیا اس کی نظرت میں نقص آگیا؟ یا وہ اپنی پہلی حالت سے گر گیا؟ کہ لوگوں کی بنائی ہوئی ناقص زبان کو اپنے الہام کا ذریعہ بنانے لگا۔ کیا وہ اپنی قدرتی زبان کا سرمایہ کھو بیٹھا؟ یا کیا ہوا؟ آگے چلکر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ کیا خدا دیگر زبانوں سے ناواقف ہے"؟ میں حیران ہوں کہ مولوی صاحب نے خدا کو انسان سمجھ رکھا ہے؟ یا کیا؟ زبانوں سے واقف ہونا یا نہ ہونا یہ باتیں تو انسان پر عائد ہو سکتی ہیں نہ کہ خدا پر۔ کیا اگر کوئی کہے کہ خدا کی بیشمار بیویاں ہیں تو اسکو دانا کیا کہیگے؟ وہ اپنی دلیل میں کہہ سکتا ہے۔ کیا خدا بے شمار بیویاں نہیں رکھتا؟ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب سمجھتے ہیں کہ خدا جو کچھ انسان کی بابت جانتا ہے وہ انکی زبان سیکھ کر جانتا ہے۔ اس سے تو انسان خدا کا اُستاد ٹھیرتا ہے۔ کل کو اگر کوئی نئی بھاشا نکر زبان نکالی جاوے تو شاید خدا کو سیکھنے کی ضرورت پڑے۔ کیا بے شمار حیوانات چرند و پرند کے دل کی خدا نہیں جانتا ہوگا؟ وہ تو انسان کی طرح زبان نہیں رکھتے اگر خدا زبان جاننے سے ہی کسی کے دل کی جان سکتا ہے۔ تو گونگے انسان کے دل کی باتیں خدا نہیں جانتا ہوگا؟ مولوی صاحب! سوچئے تو سہی! کہ خدا کے لئے زبان کی کیا ضرورت ہے؟ زبان تو انسان کے استعمال کے لئے اُس نے بخش رکھی ہے خدا نے ہمارے لئے پھل پیدا کئے ہیں نہ کہ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے۔ خدا نے سورج چاند ہمارے لئے بنائے ہیں۔ نہ یہ کہ وہ بغیر سورج اور چاند کے دیکھ نہیں سکتا۔ زبان کی ضرورت ہمیں ہے نہ کہ خدا کو۔ خدا اُس بچہ کے دل کی بھی جانتا ہے جو کہ ماں کے پیٹ ہی میں پیدا ہوا ہے۔ خدا کے جاننے یا واقف ہونے کے لئے زبان کی ضرورت نہیں یہ بغیر کسی زبان کے تابع ہوئے کُل جانداروں کے دلوں کی باتیں جو کہ دوسرا انسان

لہ کوئی سمجھے بھی نہ؟ (مینیجر)

کبھی جان نہیں سکتا۔ جانتا ہے کیونکہ وہ انتریامی اور سرب دیاپک ہے ۔

ہاں گرمولوی صاحب پرانیوں[1] کی طرح یہ مان رہے ہیں۔ کہ چونکہ خدا قادر مطلق ہے۔ اسلیئے جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ تو پھر بندہ کی عرض ہے۔ کہ کیا خدا مر سکتا ہے؟ اور چور ڈاکو بن سکتا ہے؟ یا دوسرے خدا کو بوجہ قادر مطلق ہونے کے پیدا کر سکتا ہے؟ اگر آپ قادر مطلق (سرب شکیمان) کے یہ معنے لیتے ہیں۔ کہ خدا اپنے کاموں کے کرنے میں کسی کا محتاج نہیں تب تو درست ہے۔ ورنہ آپ ان سوالوں کا جواب دیں۔ کہ کیا خدا چور ڈاکو وغیرہ یعنی جو چاہے سو بن سکتا ہے ۔

درخت نیچے سے اوپر کی طرف اُگتے ہیں۔ یہ ایک قاعدہ ہے جو کہ خدا نے باندھ رکھا ہے اس کے برخلاف خدا نہیں کرتا۔ اسی طرح الہام جس مکمل زبان میں انسان کو خدا سکھاتا ہے۔ اُسکو وہ کبھی بدل نہیں سکتا۔ اور اگر بدل سکتا ہے۔ تو خدا ایک متلون مزاج انسان کی مانند ہے ۔

اِسی فقرہ میں جناب لکھتے ہیں کہ۔

"گلستان بوستان کو اخلاقی کتاب مان کر بھی اس عذر سے کہ وید کی زبان میں تصنیف نہیں ہیں الہامی نہ ماننا گویا خدا کو دیگر زبانوں سے ناواقف بتلانا ہے"

رسالہ نمبر ۲ کے صفحہ ۳۶ (اور کتاب ہذا کے صفحہ ۲۱-۲۲) پر جو جواب دیچکا ہوں اُس کی طرف آپ نے توجہ نہیں کی۔ میں نے لکھا تھا کہ "اگر گلستان بوستان میں قبل آپکے اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم ہے تو میں اُس تعلیم کو اگر وہ بالکل سچ ہو تو الہام کا جزو کہنے کیلئے تیار ہوں۔ کیونکہ اگر گنگا سے نہر نکالی جائے تو میں کہنے کو طیار ہوں کہ اس نہر میں بھی گنگا کا سا پانی ہے۔ یا گنگا کا ہی پانی ہے۔ ٹھیک اسی طرح گلستان بوستان اخلاق محسنی وغیرہ کوئی کتاب کیوں نہ ہو۔ اگر اُس میں بالکل سچائی کی تعلیم ہے تو میں بڑی خوشی سے کہنے کو تیار ہوں۔ کہ یہ تعلیم وید کے سرچشمہ سے جو کہ بلا میل ہے نکلی ہے اور اس وجہ سے برابر وید کے ہے ہمارا تو سراسر دعوے ہی یہ ہے۔ کہ دنیا بھر کی کتابوں میں جو سچی ہے وہ وید کی ہے" ۔

---

[1] نام منہ دل پر چوٹ ہے (مینجر) ۔

اگر کوئی شخص دریا سے نکالکر برتن میں پانی ڈالتا ہے تو اس حالت میں پانی وہی رہتا ہے۔ جبکہ برتن قدرتی نہیں رہا۔ اس لئے دریا کے پانی کو دریا کا پانی، اور گلاس کے پانی کو گلاس کا پانی کہنا درست ہے۔ اسی طرح دنیا بھر کی کتابوں میں خواہ وہ کسی زبان میں کیوں نہ ہوں۔ جو سچائیاں ہیں۔ وہ وید کی سچائیوں کا جزو ہیں۔ لیکن وہ سچائیاں اگر قدرتی حالت میں دیکھنا چاہو تو انکو وید منتروں کی شکل میں دیکھ لیجئے! جس طرح کہ اگر کوئی گلاس کے پانی کو دیکھ کر پانی کو قدرتی حالت میں دیکھنا چاہے تو اس کو دریا وغیرہ میں دیکھنا چاہیئے۔ اگر میری میز پر ایک گلدستہ ہے۔ تو اس کے پھولوں کو دیکھ کر آپ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ پھول رام باغ کے ہیں۔ لیکن اگر ان پھولوں کو انکی اصلی حالت میں دیکھنا چاہو تو پھر رام باغ میں پودوں کے ساتھ لگے ہوئے دیکھنے چاہئیں۔ کیا جوہری کی دوکان پر موتی دیکھ کر ہم نہیں کہا کرتے کہ یہ دراصل سمندر سے آئے ہیں۔ اسی طرح دنیا بھر کی کتابوں میں سچائیاں دیکھ کر کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ سچائیاں ویدسے نکلی ہیں یا وید کی ہیں؟

البتہ جسکو نخرن کہا جاتا ہے۔ اُسکا پہلے ہونا ضروری ہے۔ اگر گلدستہ کے پھولوں کو ہم باغ کے پھول کہتے ہیں۔ تو باغ کا وجود گلدستہ بننے سے پہلے ہونا ضروری ہے۔ پس قرآن۔ بائیبل وغیرہ کتابوں کے وجود سے پیشتر ویدوں کا ہونا لازمی ٹھہرتا ہے اور اس بات کو ہم کو کیا۔ دنیا کا بحق ماننے کو تیار ہیں۔ کہ انسان کے کتب خانہ میں ویدوں سے پرانی اور پہلی کوئی کتاب نہیں؟

خدا نے اگر عربی میں الہام کیا تو اُسپر بڑا دقیہ آئیگا۔ کیونکہ عرب کے باشندے اس الہام کو فوراً سمجھ لینگے۔ جبکہ دیگر ملکوں کے باشندوں کو عربی سیکھنا مشکل ہے چین کی پچاس کروڑ آبادی اور ہند کی پچیس کروڑ آبادی کا کیا خدا کو کچھ خیال نہیں! یورپ اور امریکہ کی آبادی عرب کی آبادی سے کہیں بڑھکر ہے۔ کُل دنیا کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خدا نے مٹھی بھر عربیوں کے لئے عربی میں الہام کیوں اُتارا؟ عربوں کی طرفداری اُسکو کیوں منظور ہے؟ اگر ہر ایک ملک کی زبان میں ہر ایک کی سہولت

کیلئے الہام دیتا ہے۔ تو کم از کم آجکل اُس نے انگریزی زبان میں کیوں کوئی الہام نہیں اُتارا؟ رُوسی چینی۔ پشتو۔ گجراتی۔ بنگالی۔ پنجابی تُرکی۔ جرمن۔ فرانسیسی لاطینی وغیرہ وغیرہ دنیا بھر کی زبانوں میں اُسکا الہام اُترنا چاہیئے۔ عرب کے جنگلی لوگوں سے خدا کو خاص محبت کیوں ہے؟ اگر آپ کی بات درست ہے۔ کہ خدا سب زبانوں سے واقف ہے تو اسکا جواب دیجئے! کہ خدا پھر ان زبانوں میں الہام کیوں نہیں اُتارتا؟ یا ان زبانوں میں اُس نے پہلے الہام کیوں نہ اُتارا؟ ؛

ہمارے دعوٰی کی طرف خیال کیجئے! ہم لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے ابتداء پیدائش پر اُسوقت وید کا پرکاش کیا جبکہ دنیا بھر میں کوئی زبان تھی ہی نہیں۔ اور جو زبان کہ خدا نے پہلے سکھائی وہی سب کی مادر مہربان ہے۔ اور وہ سنسکرت یعنی وید کی زبان آجکل بھی سب کو سادی محنت کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ کسی خاص ملک کی زبان نہیں۔ ہندو پنڈت وید منتروں کے سمجھنے میں اتنی دقت یا مہولت پاتے ہیں۔ جتنی کہ جرمنی کا طالب علم وید منتروں کے سمجھنے کے لئے پاتا ہے۔ اگر وید سنسکرت ہند کی زبان ہوتی تو جملہ ہندو دھرم سبھاؤں کے پنڈت وید منتروں کے معانی بیان کرنے کی قابلیت رکھتے۔ لیکن یہ لوگ سنسکرت یعنی مروجہ سنسکرت سے بالکل نرالی ہے جسکے معنے یہ ہیں۔ کہ وید کی زبان کسی ملک کی زبان نہیں اور اس زبان سے وید دینے سے خدا پر کوئی بے انصافی کا الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ جبکہ قرآن کا خدا غریبوں کا طرفدار ٹھہرتا ہے۔ وہاں قدرت کا خدا کسی کا طرفدار ثابت نہیں ہوتا؛

فقرہ ششم (صفحہ ۳ کتاب ہذا) اس فقرہ میں جناب مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ پرکاش کے معنے الہام کے نہیں ہیں اور پھر لکھتے ہیں کہ "اس کھینچ تان سے تو کچھ نہیں ہوگا" اور آگے چلکر ارشاد فرماتے ہیں کہ "پرکاش کے معنے ظاہر کرنا ہے" کیا آج جو بارش ہوتی ہے پہلے بصورت موجودہ معدوم نہ تھی؟ پھر اُسکو خدا نے پرکاش نہیں کیا؟ اسی طرح متکلم وید کے نزدیک چونکہ وید بھی مثل دیگر اشیاء کے ہے اُسنے وید نسبت پرکاش کا حکم لگا دیا ہے۔ تو کیوں آپ دھینگا دھینگی الہام کے لفظ سے اڑا

کر رہے ہیں۔ ذرا قرآن کے الفاظ کو بھی دیکھئے! تاکہ آپکو معلوم ہو کہ دعوٰی الہام کس کو کہتے ہیں۔ اگر تم کو ہدیٰ اتاری ہوئی کتاب میں جو تمنے اپنے بندے پر اتاری ہے شک ہو تو اس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ۔ قرآن کو عربی کہنے والا ہے۔ وغیرہ وغیرہ رسالہ نمبر ۲ کے صفحہ ۱۸ اور کتاب ہذا کے صفحہ ۱۰ پر مولوی صاحب فرما چکے ہیں کہ الہام کے معنے دل میں ڈالنے کے ہیں۔ لیکن اسجگہ جناب کی تحریر یہ ظاہر کرتی ہے کہ الہام کے معنے اتارنے کے ہیں۔ مولوی صاحب! اس کھینچ تان سے تو کچھ نہیں ہوگا۔ کہ آپ "دل میں ڈالنے" کے معنے اتارنے سے کریں۔ کیا خدا چھت پر بیٹھا ہوا ہے؟ جو کتاب کو اوپر سے نیچے اتارتا ہے۔ کیا جو آج بارش ہوتی ہے۔ وہ خدا نے نہیں اتاری؟ اسی طرح متکلم قرآن کے نزدیک چونکہ قرآن بھی مثل بارش وغیرہ اشیاء کے ہے اسلئے اس نے قرآن کی نسبت اتارنے کا حکم لگا دیا۔ تو کیوں آپ "دھینگا دھینگی الہام کے لفظ سے ادا کر رہے ہیں؟" ؛

رسالہ نمبر ۲ کے صفحہ ۲۸ اور کتاب ہذا کے صفحہ ۲۲ پر آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا۔ کہ [illegible] (رجیرتے) اور [illegible] (اجابت) یہ دو فعل منتر میں آئے ہیں۔ اور ان دونوں الفاظ کو سوامی جی نے ایک عام فہم سنسکرت لفظ پرکاش کا مترادف بتلایا ہے۔ پرکاش کے معنے ظاہر کرنا تو آپ نے خود تسلیم کر لئے۔ اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ پرکاش بہ نسبت الہام کے بہتر لفظ ہے یعنی ظاہر کرنا بہ نسبت "ڈالنے" یا "اتارنے" کے زیادہ موزون ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ ہم مظاہر کرنے کی خوبی کو سمجھ سکیں۔ ہمیں سب سے اوّل اس بات پر سوچنا چاہیئے۔ کہ ہمارا اصلی مدعا کیا ہے؟ دو شخص کہہ رہے ہیں۔ کہ ان دونوں کتابوں کی تعلیم منجانب انسان نہیں بلکہ منجانب خدا ہے۔ اور دونوں حوالجات دے رہے ہیں گویا اصلی مدعا ہر دو فریق کا یہ ہے۔ کہ وہ اپنی اپنی متبرک کتاب کی تعلیم کا ظاہر کنندہ خدا کو ثابت کریں۔ اور جو خدا کو اسکا ایسا ہونا ثابت نہ کر سکے۔ اسکی کتاب گویا قدرتی نہیں بلکہ مصنوعی یعنی انسان کی بناوٹ سمجھی جاویگی۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ "کیا مجھ کو

اور آپ کو خدا نے ظاہر نہیں کیا؟ کیا سورج اور چاند خدا نے پرکاش نہیں کئے؟"
میں کہونگا۔ بیشک مجھ کو۔ آپ کو۔ سورج اور چاند وغیرہ سب کو خدا نے ظاہر کیا ہے۔ اور
میں۔ آپ۔ سورج وغیرہ قدرتی اشیاء سمجھے جاتے ہیں۔ میرا۔ آپکا اور سورج۔ چاند
وغیرہ سب کا صانع یا ظاہر کنندہ خدا ہے۔ پس جب سورج۔ چاند وغیرہ اشیاء کیساتھ
لفظ "ظاہر ہونا" مستعمل ہوتا ہے اور وہ مصنوعی نہیں سمجھے جاتے تو کیا اگر وید
کے ساتھ لفظ "ظاہر ہونا" لگایا جاوے تو وہ مصنوعی ہو جائیں گے؟ نہیں نہیں
بلکہ یہ مانا جائیگا۔ کہ چونکہ:۔

(بیان) سورج کو خدا نے ظاہر کیا ہے۔

(نتیجہ) اس لئے سورج قدرتی ہے۔

(اب اگر کوئی کہے کہ) وید کو خدا نے ظاہر کیا ہے (تو کیا نتیجہ نہیں نکلیگا) کہ وہ
بھی قدرتی ہے (اور یہی بحث کا مدعا تھا)۔

قطع نظر اس کے عام لوگ عموماً خدا کی صفات اور خدا کے فعلوں کا ذکر کرتے
ہوئے لفظ "ظاہر کرنے" کا استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے۔ کہ قدرت خدا کا
ظہور ہے۔

خدا اپنا انصاف ظاہر کر رہا ہے جسطرح کہ انصاف خدا کی صفت ہے۔ اور اُسکے لئے
ظاہر کرنا مستعمل ہوتا ہے۔ تو اگر کوئی خدا کے علم (وید) کی بابت ظاہر کرنیکا لفظ استعمال کرے
تو کیا اس سے وہ علم خدا کی صفت نہیں رہیگا؟ وید چونکہ خدا کا علم ہے۔ اسلئے بہترین لفظ ظاہر
کرنا ہی ہے جو کہ وید کیساتھ لگایا جا سکتا ہے۔ اور مثال کے طور پر لوگ کہتے ہیں کہ خدا کی دانائی
و بزرگی اس سے ظاہر ہوتی ہے اور خدا کی جملہ صفات اور جملہ افعال کے متعلق ظاہر کرنیکا
لفظ استعمال ہوتا ہے۔ پھر میں نہیں سمجھتا کہ کیوں خدا کے علم یعنی وید کیساتھ یہ لفظ استعمال نہیں ہو
لیکن "پرکاش (ظاہر کرنا) کے مقابلہ پر "ڈالنا" اور "اتارنا" کیسے بھدے الفاظ
معلوم ہوتے ہیں؟ کجا تو میں پرکاش کرنا اور مخالف دل میں ڈالنا اور اُتارنا خدا
کی صفات اور خدا کے افعال کو ظاہر کرنے کے لئے ناکافی ہیں۔ مثلاً:۔

ا (الف) خدا کی صفات اور خدا کے فعل اُس سے ظاہر ہوتے ہیں +
(الف) " " " ڈالے جاتے ہیں +
(الف) " " " اُتارے جاتے ہیں +

ب (ب) خدا نے اُس کے دل میں اپنا انصاف ظاہر کیا +
(ب) " " " ڈالا +
" " " اُتارا +

ج (ج) خدا کا علم دل میں ظاہر ہوتا ہے +
(ج) " " ڈالا جاتا ہے +
(ج) " " اُتارا جاتا ہے +

د (د) یہ تمام عالم خدا سے ظاہر ہوتا ہے +
(د) " " ڈالا گیا ہے +
(د) " " اُتارا گیا ہے +

ح (ح) اس سے خدا کی قدرت۔ دانائی۔ کاریگری۔ علم۔ پاکیزگی۔ محبت۔ انتظام اور مہربانی ظاہر ہوتی ہے +
(ح) " " " " " " ڈالی گئی +
(ح) " " " " " " اُتاری گئی +

ط (ط) وید یعنی علم خدا کا ظہور ہے +
(ط) " " ڈالا گیا ہے +
(ط) " " اُتارا گیا ہے +

ایک آدمی اشٹیاں (ریل گاڑی) میں سوار ہو کر لاہور جاوے۔ اور دوسرا بیلگاڑی پر اگر اشٹیاں والا اپنے دوسرے بھائی کو کہے کہ میں اور تم دونوں بذریعہ سواری کے آئے تو کیا اس سے ریلگاڑی اور بیلگاڑی مساوی ہو گئی؟ اگر ہنے پر کاش سے اعلیٰ لفظ تو الہام سے اوکر دیا تو کیا اس سے پر کاش کے معنوں میں فرق آگیا؟ ہاں میں نے بیشک غلطی کی کہ ایسے فصیح لفظ کے لئے خطوط وحدانی میں ایک ناقص لفظ لکھ دیا۔ مولویا صاحب کا قول ہے کہ "آپ نے لفظ

پر کاش نکالا جبکو اپنے دعوٰی کیلئے کافی نہ جانکر بریکٹ میں (الہام) کرکے لکھا ہے" ؛
میں سمجھتا ہوں۔ کہ میں نے مختصر طور پر ثابت کر دیا ہے کہ میرا دعوٰی کیلئے لفظ پرکاش
ناکافی نہ تھا۔ بلکہ آپکا لفظ الہام آپکے دعوے کیلئے ناکافی ہے اور لفظ الہام سے بھی
ناقص اور ناکافی لفظ اتارتا ہے جو کہ آپ اپنے دعوٰی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں ؛
آگے چلکر مولوی صاحب ظاہر کرتے ہیں کہ "وید بھی مثل دیگر شئے کے ہے اسلئے خدا نے
اسکے لئے بھی پرکاش کا حکم لگا دیا" میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے ہم
اوپر لکھ چکا ہوں۔ کہ وید علم بھی خدا کی صفت ہے اور خدا کی جملہ صفات پرکاش سے
جب ظاہر ہو سکتی ہیں۔ تو کیوں وید کیلئے یہ لفظ استعمال نہ ہو؟ مولوی صاحب کی طرز پر
اگر کوئی یہ دلیل کرے کہ گھوڑا ہے۔ پانی ہے۔ آم ہے۔ سورج ہے۔ اور ساتھ ہی کہے کہ
خدا ہے۔ اور کہے کہ خدا بھی مثل دیگر اشیاء کے ہے؛ کیونکہ ہے کا لفظ سب اشیاء کیلئے
مستعمل ہوتا ہے تو کیا مولوی صاحب ماننے کو طیار ہو نگے؟ اور اگر نہیں تو پھر کیوں
پرمیشر اعتراض کرنے کے لئے "یہ کچھ تان" اور "دھینگا دھینگی" کرتے ہیں؟ ؛
ہاں بیشک مولوی صاحب نے خود ہی ثابت کر دیا ہے۔ کہ قرآن مثل دیگر اشیاء
کے ہے کیونکہ وہ رسالہ نمبر ۳ کے "علم" ۲۷ اور کتاب ہذا کے صفحہ ۳۲ پر لکھتے ہیں کہ :-
اگر تمکو ہماری اتاری ہوئی کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری
ہے۔ شک ہو تو اس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ" ؛
مولوی صاحب کی اس عبارت نے ظاہر کر دیا کہ مسلمان لوگ قرآن کو مثل آریو
وید کیطرح خدا کی طرف سے نہیں مانتے۔ آریہ لوگ تو الفاظ اور انکے معانی یعنی سم کے
باہمی تعلق کو وید کہتے ہیں اور مانتے ہیں کہ وید ایک عرصہ کے بعد رشیوں نے سنکر اور
پہلے وید لکھے ہوئے کتابوں کی مدد سے نہیں نہ تھی بلکہ اولین رشیوں کے حافظہ میں محفوظ تھے
اور علم و فضل کے ذریعہ سے بھی یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچی ہے کہ بجز کل تم جسم خدا سم کا
نہ ہونے کے کوئی بشر ایسا ترکیب کر سکتا ہے۔ نہ کہ کتابیں لکھ کر یا جلد باندھ کر آسمان سے
پتھروں یا اولوں کیطرح پھینکتا ہے۔ مولوی صاحب کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن

لکھی ہوئی کتاب کا نام ہے نہ کہ خدا کے علم کا۔ وید کے متعلق جب ہم کہتے ہیں کہ وید علم ایشور پرکاشت ہیں تو اُس وقت ہماری کبھی یہ مراد نہیں ہوتی۔ کہ وید کی کتاب خدا کی طرف سے ہے اور کبھی کہیں شاستروں یا ویدوں میں وید کو "وید پستک" یعنی وید کی کتاب کہکر نہیں پکارا بلکہ ایشور واکیہ (کلام آلہی) وید بانی (کلام وید) (ایشوری گیان) وغیرہ ناموں سے پکارا ہے۔ وید کا ایک اور نام بھی ہے جسکو کہ شروتی (شنیدہ علم) کہتے ہیں اور عام طور پر سب جانتے ہیں کہ کل دنیا کے محقق اور مورخ آریوں کی کتب کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ یعنی شروتی اور سمرتی۔ شروتی (شنیدہ علم) کے اندر صرف ویدوں کو ہی لیتے ہیں

پس مولوی صاحب! میرے خیال میں آپکا اور ہمارا فیصلہ ہوگیا۔ آپ دکن کو جا رہے ہیں۔ اور ہم اُتر کو۔ آپ لکھی لکھائی کتاب کے آنے کا نام کلام اللہ بیان کرتے ہیں جس کے لفظوں میں لوگوں کو مغالطہ دیتا ہے۔ دراصل آپ کا قرآن خود کہہ رہا ہے کہ میں کلام اللہ نہیں بلکہ تحریر اتاری گئی ہوں۔ آپ لفظ کتاب کے معنی بدل نہیں سکتے۔ کتاب کے معنے غیاث اللغات میں مفصل دیئے ہوئے ہیں (دیکھو غیاث اللغات صفحہ ۲۹۵) اور ان معنوں سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ لکھی ہوئی چیز کا نام ہی کتاب ہو سکتا ہے اور قرآن کے متعلق کتاب کا لفظ قرآن کے اندر اور بھی کئی مقامات پر مستعمل ہوا ہے جس سے اسی خیال کی تائید ہوتی ہے کہ قرآن لکھی ہوئی کتاب اُتاری گئی تھی چنانچہ دیکھئے میں چند اقتباس قرآن سے ہی پیش کرتا ہوں

از سورہ بقر

(۱) اس کتاب[1] میں کچھ شک نہیں اہل خوف کیلئے ہدایت ہے۔ (آیت اوّل) +

(۲) جو کتاب ہمنے اپنے بندے پر اُتاری ہے۔ اگر تمہیں اُس میں کچھ شک ہو تو اُس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ اور خدا کے سوا اپنے گواہوں کو بلاؤ اگر سچے ہو (آیت ۲۱) +

(۳) جو کچھ میں نے (محمد پر) اُتارا ہے اُس کو مان لو وہ مصدق ہے تمہاری کتاب کا (آیت ۳۸) +

(۴) تم نے تو کتاب پڑھی ہے کیا نہیں سمجھتے؟ (آیت ۴۴) +

(۵) جب ہمنے کتاب اور فرقان موسیٰ کو دیا کہ شاید تم ہدایت پاؤ (آیت ۵۰) +

---

[1] ذٰلِكَ الْكِتٰبُ وغیرہ یہ کتاب گویا قرآن میں کتاب کا لفظ عربی میں موجود ہے (ماسٹر)

(۶) بعض ان میں ان پڑھ آدمی ہیں۔ جو کتاب کو نہیں جانتے۔ خرابی ہے اُنکی جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے اور پھر کہتے ہیں۔ کہ یہ خدا سے ہے (آیت ۷۳)۔

(۷) کتاب کی بعض مانتے اور بعض بات کا انکار کرتے ہو (آیت ۷۹)۔

(۸) ہمنے موسیٰ کو کتاب دی اور اُسکے بعد کے پے در پے رسول بھیجے (آیت ۸۱)۔

(۹) جب اُنکے پاس خدا کیطرف سے کتاب آئی (قرآن) جو اُنکی کتاب کا مصدق ہو (آیت ۸۳)۔

(۱۰) اور جب اُنہیں کہا جائے کہ جو خدا نے (محمدؐ پر) اُتارا ہے تم اُسے مانو۔ کہتے ہیں ہم اُسی کو مانتے ہیں جو ہم پر اُترا ہے۔ اور اُن کی کتاب کا مصدق ہے (آیت ۸۵)۔

(۱۱) تو کہہ۔ جو کوئی جبریل کا دشمن ہے اُس نے تیرے دل پر باذن خدا قرآن نازل کیا جو کتب سابقہ کا مصدّق ہے (آیت ۹۱)۔

(۱۲) ہم نے تیری طرف کھلی آیتیں نازل کی ہیں (آیت ۹۳)۔

(۱۳) جب خدا کیطرف سے انکے پاس رسول آیا جو انکی کتاب کا مصدق ہے تب اہل کتاب میں سے ایک فریق نے خدا کی کتاب کو پیچھے ڈالا وہ جانتے نہ تھے (آیت ۹۵)

(۱۴) اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو کافر ہیں نہیں چاہتے کہ تم (مسلمانو) پر تمہارے خدا سے کوئی بھلی بات نازل ہو۔ لیکن خدا جسے چاہے رحمت سے مخصوص کرتا ہے (آیت ۹۹)۔

(۱۵) جو آیت (قرآن) ہم منسوخ کر دیتے یا (محمدؐ کو) بھلا دیتے ہیں۔ تو اُس سے بہتر یا اُسی کی مانند اور آیت پہونچا دیتے ہیں (آیت ۱۰۰)۔

(۱۶) اہل کتاب میں بہت لوگ ہیں (آیت ۱۰۳)۔

(۱۷) اور (ان سب نے کتاب پڑھی ہے (آیت ۱۰۷)۔

(۱۸) بے علموں (اہل عرب) نے کہا اللہ ہم سے کیوں نہیں بولتا؟ یا ہمکو کوئی نشان دے۔ اِنکے اگلوں نے بھی انہیں کی سی بات کہی تھی۔ ہمنے اہل یقین کے لئے (قرآن کی) آیتیں بیان کر دی ہیں (آیت ۱۱۲)۔

(۱۹) جنکو ہمنے کتاب دی اور وہ اُسکو جیسے پڑھنا چاہیے پڑھتے ہیں وہی اُسکے مومن ہیں

اور جو اُس کے مُنکر ہیں وہی خسارہ میں ہیں (آیت ۱۱۵)

(۲۰) مکّہ والوں سے ایک رسول اُٹھا جو تیری آیتیں اُنہیں پڑھ کے اور اُنہیں کتاب اور حکمت سکھلاتا ہے۔ (آیت ۱۲۳)

(۲۱) نیکی یہ ہے کہ آدمی خدا پر اور آخری دن پر اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے (آیت ۱۷۶)

از سورہ آل عمران

(۲۲) اُس نے تجھ پر سچی کتاب اُتاری ہے کہ اگلی کتابوں کی مُصدّق ہے اور اُس سے پہلے توریت انجیل کو اُتارا تھا۔ (آیت ۳)

(۲۳) اُس نے تجھ پر کتاب اُتاری اُس میں کچھ آیتیں پکی ہیں (آیت ۵)

(۲۴) کیا تو نے اُس کی طرف نہیں دیکھا، جن کو کتاب میں سے کچھ حصّہ ملا ہے وہ خدا کی کتاب کی طرف بلائے جاتے ہیں۔ (آیت ۲۳)

(۲۵) جب خدا نے سب نبیوں سے یہ اقرار کر لیا تھا کہ میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے (آیت ۷۵)

از سورہ نساء

(۲۶) اے کتاب والو! جو کچھ ہم نے (محمد پر) تمہاری کتاب کا مُصدّق اُتارا ہے تم اُس پر ایمان لاؤ (آیت ۵۰)

(۲۷) ہم نے تیری طرف یہ کتاب بہ راستی اُتاری ہے (آیت ۱۶۰)

(۲۸) اے محمد ہم نے تیری طرف ایسا الہام بھیجا ہے جیسا ہم نے نوح اور اس کے بعد نبیوں کی طرف بھیجا تھا۔ اور جیسا الہام ابراھیم و اسحاق و یعقوب اور اس کے بارہ بیٹوں کو اور عیسٰی و ایوب و یونس اور ھارون اور سلیمان کو دیا تھا اور داؤد کو ہم نے زبور دیا (آیت ۱۶۱)

(۲۹) خدا نے موسیٰ سے باتیں کیں (آیت ۱۶۲)
(۳۰) جو کچھ تم پر اُتارا ہے اُس کے بارہ میں خدا گواہی دیتا ہے کہ اُس نے وہ بعلم خود اُتارا ہے اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ گواہ کافی ہے (آیت ۱۶۴)

از سورہ مائدہ

(۳۱) مسلمان پاکدامن عورتیں اور اہل کتاب کی پاکدامن عورتیں بھی تمہیں حلال ہیں (آیت ۷)
(۳۲) تیری طرف ہم نے اے محمد سچائی سے کتاب اُتاری ہے (آیت ۵۲)
(۳۳) جب تم ان کی حقیقت ایسے وقت میں پوچھو گے کہ قرآن اُتر رہا ہے تو ان کا بھید تمہارے لئے کھولا جائے گا (آیت ۱۰۱)

از سورہ انعام

(۳۴) اگر ہم تجھ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب نازل کریں اور وہ اپنے ہاتھوں سے اُسے ٹٹولیں تو بھی کافر کہیں گے کہ یہ صریح جادو ہے (آیت ۷)
(۳۵) اور وہ کہتے ہیں کہ (محمد پر) کوئی فرشتہ کیوں نہ اُترا؟ اگر ہم فرشتہ اُتاریں تو بات ہی فیصل ہو جاتی پھر ان کو مہلت ہی نہ ملے گی (آیت ۸)
(۳۶) اگر ہم کسی فرشتہ کو رسول بناتے تو اُسے آدمی بنا کے بھیجتے (آیت ۹)

از سورہ اعراف

(۳۷) یہ کتاب تیری طرف اُتاری گئی ہے تاکہ تو اس کتاب سے لوگوں کو ڈرا دے (آیت ۱)

از سورہ نحل

(۳۸) جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو

اُتارتا ہے (آیت ۱۰۳)

(۳۹) اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ (اہل مکہ) کہتے ہیں کہ محمد کو ایک آدمی سکھلاتا ہے یعنے جبر یا ابو فکیہ ویسار وعائش وغیرہ نصرانی صیقل گر مکہ میں تھے اور اکثر راتوں کو جمع ہو کے حضرت صاحب کو کتب سناتے تھے) جس کی طرف نسبت کرتے ہیں (کہ فلان شخص سکھلاتا ہے) اُس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی زبان ہے (آیت ۱۰۵)

از سورۂ زخرف

(۴۰) ہم نے اُسے عربی قرآن بنایا تاکہ تم (اہل عرب) سمجھو (آیت ۲)؛
(۴۱) اور وہ اصلی کتاب میں ہمارے پاس بلند و باحکمت ہے (آیت ۳)؛

از سورہ قلم

(۴۲) اور قلم کی قسم اور جو کچھ لکھتے ہیں اُس کی قسم (آیت ۱)؛
(۴۳) کہ تو اے محمد بفضل رب دیوانہ نہیں ہے (آیت ۲)؛

از سورہ جن

(۴۴) تو کہہ مجھے الہام ہوا ہے کہ چند نفر جن (قرآن سُن گئے ہیں سو انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے عجیب قرآن سُنا (آیت ۱)

از سورہ مزمل

(۴۵) اے کمبل پوش (محمد!) (آیت ۱)
(۴۶) رات کو اُٹھ! مگر تھوڑا (آیت ۲)
(۴۷) آدھی رات یا تھوڑا اُس سے کم کر! (آیت ۳)

(۴۸) یا اُس پر زیادہ کر اور قرآن کو صاف پڑھ (آیت ۴)
(۴۹) دن میں تجھے لمبا شغل رہتا ہے (آیت ۷)
(۵۰) اپنے رب کا نام یاد کر اور اس کی طرف متوجہ ہو! (آیت ۸)
(۵۱) تیرا رب جانتا ہے کہ تو قریب دو تہائی رات کے اور آدھی رات اور تہائی رات اُٹھتا ہے اب قرآن میں سے جس قدر آسان ہو پڑھو! (آیت ۲۰)

از سورہ دہر

(۵۲) ہم نے تجھ پر آہستہ آہستہ قرآن اُتارا۔

از سورہ رعد

(۵۳) یہ کتاب کی آیات ہیں اور جو کچھ تیرے رب سے تیری طرف نازل ہے وہ حق ہے (آیت ۱)
(۵۴) اللہ جو چاہے اُس میں مٹا دے اور جو چاہے لکھ دے[۱] (آیت ۳۹)

از سورہ حاقہ

(۵۵) جو کچھ تم دیکھتے ہو اُس کی قسم کھاتا ہوں (آیت ۳۸)
(۵۶) اور جو تم نہیں دیکھتے (اُسکی بھی قسم) (آیت ۳۹)
(۵۷) کہ یہ قرآن ایک بزرگ رسول[۲] کا نازل ہے (آیت ۴۰)

---

[۱] اس بات کی تشریح کے لئے کہ قرآن کا کونسا حصہ منسوخ ہوا ہے سورۃ انعام کی آیت ۱۵۸ دیکھئے۔ چنانچہ وہ یہ ہے کہ کوئی چیز نہیں کہ ہم نے کتاب میں نہ لکھ رکھی ہو۔ (حاشیہ)
[۲] معلوم ہوتا ہے کہ قرآن درس رسول کا تھا اور ہے اور وہ تو صرف منشی ہے (" ")

---

[۱] بیشک لکھا جاتا ہے مرسل حق کا کام مرسل کے محض قدرتی سہارے ہیں اسطرح یہ بھی ہے (منیجر)
[۲] بیشک رسول کا قول ہے مگر رسول میں بحیثیت رسول جو کہتا ہے وہ مرسل کا ہوتا ہے نہ (" ")

از سورہ دخان

۵۸) واضح کتاب کی قسم (آیت ۱)۔

۵۹) ہم نے اس قرآن کو مبارک رات میں اتارا تھا۔ (وہ شب برات تھی) ہم ڈرانے والے تھے (آیت ۲)

از سورہ طور

۶۰) لکھی ہوئی کتاب (قرآن) کی قسم (آیت ۲)۔

۶۱) (جو کہ) کشادہ ورق میں (ہے) (آیت ۳)۔

اگر قرآن میں فن تحریر یا ڈکٹاویزر کے معنوں میں ہی کتاب کا لفظ مستعمل ہوتا تو وہ اور بات تھی۔ لیکن قرآن میں بیسیوں جگہ کتاب کا لفظ قرآن کیلئے آیا ہے ہم طوالت کے خوف سے اس بات کی تائید میں زیادہ اقتباس پیش کرنا نہیں چاہتے مندرجہ بالا کافی ہیں، اور سب سے بڑھکر خود مولوی صاحب کی تحریر موجود ہے۔ پس صاف ثابت ہو گیا۔ کہ قرآن کے الہام کے معنی عربی زبان میں ایک لکھی ہوئی کتاب کے اترنے کے ہیں۔ یہ کتاب کس نے لکھی؟ کہاں لکھی؟ کس چیز سے لکھی؟ اور کس کے ہاتھ سے یا دیگر مقام سے کس طرح نیچے پھینکی؟ اور وہ کس طرح عرب میں خاص خدا کے بندے کے گھر آگری؟ یہ سوال ہیں۔ جنکا کہ جوابدہ قرآن کے الہامی ماننے والوں کا فرض ہے اگر خدا کو ٹائپ پریس کا علم ہوتا۔ تو ممکن تھا۔ کہ وہ کتاب لکھنے کی بجائے اسکی کئی کاپیاں چھاپ ڈالتا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ چھاپے اور ٹائپ کی اہمیت سے بے بہرہ ہے۔ کیا وہ خدا جو کسی خاص مقام سے کتاب نیچے اتارتا ہے۔ کبھی بھی محیط کل کہلا سکتا ہے کوئی عقلمند ایسے مقامی خدا کو ہرگز ہرگز محیط کل نہیں کہہ سکتا۔ اگر خدا انسان کی روح کے

لہ افسوس! ماسٹر صاحب اپنے منقولہ حوالوں میں سے نمبر ۲ ۳ ہی بغور ملاحظہ فرماتے تو یہ بے ثبوت بات منہ پر نہ لاتے ناظرین مولوی صاحب کے جواب کے منتظر رہیں (منیجر)

موجود ہے تو کیا وہ بذریعہ تحریک اپنے علم کا پرکاش (ظہور) نہیں کر سکتا تھا جب کتاب لکھ کر اُتارتا ہے تو ضروری ہے کہ کسی خاص مقام پر گوشہ نشین ہو کیا اس نے نشان نہ باندھ کر کتاب پھینکی تھی؟ بہتر تو تھا کہ بارش کیطرح کتابوں کا مینہ برسا دیتا یا کتابوں کے درخت ہی لگا دیتا اب کیا خدا نے کتاب کا محکمہ توڑ دیا؟ کتاب کرۂ ہوائی کی رگڑ سے جل بھن کر خاک کیوں ہو گئی؟ جبکہ اب خدا نے وعدہ بنا رکھا ہے کہ کوئی ٹھوس شئے کرۂ ہوائی کی رگڑ سے نہ بچے۔

اگر ایک بچہ کے ہاتھ میں کوئی کتاب دیدی جائے اور استاد کچھ نہ پڑھائے تو کیا وہ بچہ عالم ہو سکتا ہے؟ خدا نے کتاب اُتارنے کے بعد ضرور کر پڑھایا ہو گا اور معانی سمجھائے ہونگے اور جبتک نہیں پڑھایا ہو گا تبتک کتاب ایک فضول شئی کا کام دیتی ہو گی خدا نے یہ عبث کام کتاب اُتارنے کا کیوں کیا؟ جبکہ اس کو بچانا نہ پڑا کہ محض کتاب لکھی ہوئی ہاتھ میں دیدینے سے کوئی عالم نہیں ہو سکتا۔ کیوں نہ اُسنے پہلے ہی لفظ اور ان کے معانی کا پرکاش روح میں کر دیا۔ اور وہ ادنےٰ سا کام کتاب لکھنے کا جو کہ انسان کے کرنے کا کام ہے اور جس کو کہ علیم انسان خود یا علیم سے تعلیم پائے ہوئے انسان کر سکتے ہیں کیوں کر کے اپنی خدائی کو بٹہ لگایا؟ اگر انسان کے کام خدا کرتا ہے تو وہ ضرور روٹی دال بھی کبھی پکا کر کھلاتا ہو گا جب وہ اس کی کتاب لکھتا ہے تو کیوں نہ اُس کے کپڑے سئے؟

پس ظاہر ہوا کہ کتاب اُتارنے سے یا کتاب کو کسی خاص بندے کے ہاتھ میں دینے سے خدا الہام نہیں دے سکتا۔ کیا کتاب مثل میز کرسی مادی شئے کے نہیں ہے گر تو کیا میز کرسی کسی کے ہاتھ میں رکھدینے سے کبھی میز کے پکڑنے والا کائنات کا علم حاصل کر سکتا ہے؟ اور اگر کر سکتا ہے تو تمام جلد ساز جو لکھی ہوئی کتابوں کو پکڑتے ہیں اور تمام کتب فروش جو رات دن کتابوں میں کھیلتے ہیں عالم اور علیم ہو جاتے جب کوئی شخص کہی ہوئی کتاب کے محض لے لینے سے علیم نہیں کہلا سکتا تو کیونکر باور کیا جائے؟ کہ فلاں صاحب لکھے ہوئے قرآن کے حاصل کرنے سے علیم کہلائے گر اسی

نام الہام ہے تو بس کیا کہنے۔ اس سے تو کوئی شخص باخبر یا عالم نہیں ہو سکتا ہم حیران ہیں کہ ہمہ دان خدا بھی کبھی ایسا عبث کام کر سکتا ہے کہ لکھی ہوئی کتاب کسی کو دیدے جبکہ لینے والا اس عمل سے عالم نہیں ہو سکتا۔

اب یہ بات بیان کرنے کے قابل ہے کہ قرآن جبکہ کتاب کی صورت میں نازل ہوا تو قرآن بوجہ کتاب ہونے کے ایک حادث اور فانی شئے ٹھیری قرآن فانی شئے ہے۔ لیکن وید فانی شئے نہیں کیونکہ وید علم کا نام ہے اور وہ علم خدا کی صفت ہے پس وید (علم) خدا کا وصف ہونے سے خدا کی طرح ازلی ہے مولوی صاحب فرماتے تھے کہ وید (مثل) دیگر اشیائے کے ہے لیکن در اصل ثابت ہوا کہ وید (علم) مثل دیگر اشیائے کے نہیں بلکہ قرآن جو کہ کتاب کا نام ہے مثل دیگر اشیاء کے ہے۔ لہذا قرآن مثل دیگر اشیائے کے ہے اور فانی ہے۔"

ابھی تک تو میں نے صرف آتاری ہوئی کتاب۔ ان الفاظ کے متعلق کچھ خیالات پیش کئے اب میں ان الفاظ کی طرف آتا ہوں کہ "جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری" اس کے متعلق میرا سوال ہے کہ کیا دیگر انسان خدا کے اپنے بندے نہیں ہیں اگر خدا کے اپنے بندے نہیں تو کیا کسی دوسرے خدا کے بندے ہیں؟ اگر دوسرے خدا کے بندے ہیں تو پھر خدا دو ہو جاویں گے۔ ایک زبردست بڑا خدا جس کے بے شمار بندے ہیں اور ایک کمزور برائے نام خدا جس کا کہ صرف ایک ہی بندہ ہے اگر کہو کہ خدا ایک ہی ہے اور ایک ہی خدا کے سب بندے ہیں تو پھر وہاں اپنے بندے کیوں لکھا اور اگر سب اس کے اپنے بندے ہیں تو وہ سب کو مساوی نظر سے کیوں نہیں دیکھتا؟ اس کو اپنے سب بندوں پر لکھی ہوئی کتاب اتارنی چاہیئے تھی کتاب اتارنے کی اگر صرف شرط اپنا اور بندہ ہونا ہے تو اپنے اور بندے تو سب ہیں پھر کتاب سب پر کیوں نہیں اتاری؟ اور کیا سب بندے اب بھی اس کے اپنے نہیں؟ اگر ہیں تو اب سب پر لکھی ہوئی کتاب کیوں نہیں اترتا؟

اب ہمیں اس آیت کے دوسرے حصہ کی طرف توجہ مبذول کرنی چاہیئے۔ اور

دعویٰ ہے کہ "اگر تم کو شک ہو تو اس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ"

واضح ہو کہ شک پیدا ہونے کی دو وجوہات ہوا کرتی ہیں (الف) کسی کتاب کی تعلیم یعنے علمی مسائل کا دقیق ہونا (ب) اُن کا ناقص اور علم و عقل کے خلاف ہونا صورت اوّل میں شک کرنیوالوں کی نالائقیت پائی جاتی ہے اور صورت دوم میں تعلیم کا ناقص اور خلاف عقل ہونا پایا جاتا ہے چونکہ آیت زیر بحث میں یا دیگر مقام پر یہ کہیں ظاہر نہیں کیا گیا کہ قرآن مخزن العلوم ہے یا علم و عقل کی کتاب ہے لہذا ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ لوگوں کو شکوک اس لئے پیدا ہوئے کہ قرآن کی کہانیاں علم و عقل کے خلاف تھیں اور اگر یہ صحیح ہے کہ قرآن اپنا ہی رد کر رہا ہے اگر کوئی کہے کہ نہیں صاحب! قرآن کے علمی مسائل دقیق تھے اس لئے شک پیدا ہوا تو اس کو قرآن کی کسی آیت کا حوالہ دے کر یہ دعوے دیکھنا چاہیئے کہ قرآن علمی مسائل پر ہے یا علمی کتاب کا منبع ہے جبکہ قرآن علمی کتاب ہی نہیں تو پھر اس میں دقیق علمی مسائل کہاں سے آگئے؟ جب تک کہ قرآن یہ دعوے نہ کرے کہ میں علمی کتاب ہوں تو ہم کیونکر باور کر لیں کہ وہ علمی کتاب ہے؟

جبکہ صورت اوّل قائم نہ ہوئی تو صورت دوم آئے گی ثابت ہو کہ قرآن کی تعلیم ایسی ناقص ہے کہ خواہ مخواہ اہل عقل اس کو سن یا پڑھ کر شک میں پڑ جاتے ہیں جیسا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ بچوں کی تعلیم ایسی ناقص ہے کہ خواہ مخواہ عالم لوگوں کو شک میں ڈالتی ہے اچھا جبکہ قرآن کی تعلیم ہی ناقص ہونے کی وجہ سے شک کے پیدا کرنے والی تھی تو خدا نے بجائے اقبال کرنے کے "مامنوں" کا جواب کیوں نہ سب سے بہتر جواب تو یہ تھا کہ شک اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ یہ ناقص ہے لیکن خدا نے عجیب جواب دیا کہ اس جیسی کتاب لے آؤ؟"

ملے جیسے شرعاً جب! سنئے! کِتَابٌ عَزِيزٌ لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ یعنے قرآن بڑی عزت دار کتاب ہے کہ نہ تو آئندہ کے [illegible] سکتے ہیں [illegible] کیونکہ خدا حکیم [illegible] تعریفوں کے لائق سے آئی ہے (منجی)

یہ ممکن ہے کہ بعض محمدی بھائی برابر یہی کہیں کہ قرآن کی علمی تعلیم ضرور دقیق ہے۔ اس لئے شکوک پیدا ہوئے ہونگے۔ اچھا اگر ہم اس کو فرض بھی کرلیں تو پھر خدا کا جواب سراسر ناقص ثابت ہوتا ہے۔ کیا اگر ایک نوجوان اقلیدس پڑھتے وقت کسی علمی اصول کی بابت شک کرے تو استاد خدا کی طرح یہ جواب دینا چاہے کہ اگر تمکو شک ہو تو اس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ۔ کتاب نہ لا سکنے کی بھی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ اچھا تو پھر اگر وہ نوجوان اقلیدس جیسی کتاب نہیں لا سکتا تو کیا نہ لا سکنے کے باعث اسکا شک دور ہو جائیگا کالجوں میں روزمرہ پروفیسر طلباء کو علمی مسائل سمجھاتے ہیں اور بارہا طلباء کہا کرتے ہیں کہ ہمیں یہ شک ہے۔ لائق استاد دوبارہ سہ بارہ سمجھا کر انکی روحانی سیری کرتے ہیں اور طلباء استادوں کی ہدایت کے مطابق چلتے ہوئے سوچنے غور کرنے سے اپنے شکوک کو آخر کار رفع کر لیتے ہیں لیکن خدا کی طرح اگر پروفیسر یہ جواب شک کرنیوالے طلباء کو دینے لگیں تو بس پھر کیا کہنے۔ کالجوں کا ہی خاتمہ ہو جائے۔ کوئی پروفیسر کبھی کسی طالب علم کو یہ نہیں کہتا کہ چونکہ تمکو منطق کے مسائل کی بابت شک ہے اس لئے منطق کی کتاب کا ٹکڑا لے آؤ۔ اور نہ ہی کوئی یہ کہتا ہے کہ چونکہ تم کو علم کیمیا کے اصول سمجھ میں نہیں آتے اسلئے علم کیمیا کی کتاب کا ٹکڑا لے آؤ۔ بلکہ ہمیشہ لائق استاد مختلف مثالیں (الفاظ) دیکر دقیق رموز کو سمجھاتے ہیں اور طلباء کو ہمیشہ اس قسم کی ہدایات کرتے ہیں کہ جنپر عمل کرنے سے ان کی عقل تیز ہو اور انکے اندر دقیق مگر سچی باتوں کے سمجھنے کی قابلیت پیدا ہو جائے۔ ویدوں میں تتھی بھگیہ کی ہدایت ہے جس سے یہ مراد ہے کہ اعلےٰ درجہ کے یوگیوں اور عالمانِ باعمل کی صحبت سے دقیق ویدک مسائل کے متعلق جو شکوک کہ گرہستی لوگ رکھتے ہوں وہ روزمرہ ان سے دور کریں اور کئی مقام پر یوگ ابھیاس کرنے گوشت اور شراب کے چھوڑنے کی ہدایات دیدمیں موجود ہیں جن کا کہ مقصد یہ بھی ہے کہ لوگوں کی عقل تیز ہو سکے۔

اگر عربی لوگوں کو یہ شک ہوتا کہ اس قرآن کی بہت کا پیاب مکہ کے شہر میں ہیں تو تو خدا کا یہ جواب درست ہو سکتا کہ بہت جلدیں نہیں اور اگر نہیں مانتے تو

ڈھونڈتے پھرو۔ لیکن اگر لوگوں کا اعتراض یا اب بھی قرآن کی تعلیم کے متعلق یہ شک ہے یعنی وہ یہ کہیں کہ قرآن کی تعلیم سچی نہیں تو پھر کیا خدا کا یہ جواب اور ٹالمٹول کہ اس جیسی کتاب کے ٹکڑے لاؤ کبھی شک کا جواب یا شک کو دور کرنیکا ذریعہ کہلا سکتا ہے؟ ؎

میں نہیں سمجھتا کہ ایسا کہنے سے خدا کا کیا مطلب ہے؛ کہ "اس جیسی کتاب کا ٹکڑا لاؤ"، کیا خدا نے کہیں قرآن میں یہ بھی کہا ہے کہ تمہیں جس چیز کی نسبت شک ہو اسکے اُس جیسی چیز ڈھونڈتے پھرا کرو؛ مثلاً اگر تم کو ہماری بنائے ہوئے سورج یا چاند پر شک ہو تو اُن جیسے سورج یا چاند لے آؤ! اور اسی طرح درخت پہاڑ، سمندر وغیرہ کے متعلق شکوک ہوں تو سمندر، پہاڑ وغیرہ کے ٹکڑے لے آؤ! اگر کسی کم فہم شخص کو خدا کی ذات پر ہی شک ہو تو کیا خدا یہ کہیگا کہ تم مجھ جیسے خدا کا ٹکڑا لے آؤ! شک کا جواب برہان قاطع سے دینا لازم تھا نہ کہ اسطرح سے کہکر ٹالدینا تھا؛

چھا فرض کیا کہ قرآن جیسی لکھی ہوئی کتاب عرب میں نہ تھی تو کیا اس سے پھر قرآن الہامی کتاب ہو سکتی؛ دنیا میں کئی چیزیں ہیں جو کہ خواہ وہ بری ہوں یا بھلی اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ مثلاً ایک آدمی ہے جو کہ سخت بدخط ہے اور کوئی بھی آدمی اس بات میں اسکا ہم پلہ نہیں۔ اگر یہ بدخط آدمی لوگوں کو کہے کہ دیکھو میرا خط لاثانی ہے، اسوجہ سے میں الہامی ہوں اگر تم مجھ کو یا میرے خط کو الہامی نہیں مانتے۔ تو مجھ جیسا خط لاکر دکھاؤ۔ اس دلیل کو مان کر قرآن تو کیا دیگر سینکڑوں کتابیں بھی لاثانی ہونے کیوجہ سے الہامی ہو سکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن جیسی کتاب اور کوئی نہیں اسلئے یہ الہامی ہے؛

ہم کہہ سکتے ہیں کہ اقلیدس جیسی کتاب اور کوئی نہیں تو کیا نتیجہ نکلیگا کہ اسلئے اقلیدس الہامی ہے اس قسم کی بیسیوں مثالیں نکالی جا سکتی ہیں۔ الہامی کتاب کو جملہ کمالات

[illegible] صاحب نے مطلب نہ سمجھا مشرکین عرب کہتے تھے کہ قرآن کلام بشر ہے اسلئے [illegible] تو آدمی ہو ہمیں جیسا کلام بنا لاؤ۔ بیشک اگر کوئی ہم سے کہے کہ سورج چونکہ [illegible] بنائے ہوئے ہے، تو ہم اُسے کہینگے کہ تم بھی ایک سورج بنا لاؤ۔ ایڈیٹر۔

اور غیبوں میں لاثانی ہونا چاہیئے۔ نہ کہ کوئی کتاب جو کہ غیب میں اپنا ثانی نہ رکھتی ہو الہامی کہلا سکتی ہے"۔

یہاں پر قرآن کی کوئی خوبی نہیں دکھائی گئی پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ علمی کمالات کا مجموعہ قرآن ہے اور اس بات میں لاثانی ہے ہاں اب تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ ؎

کس نگوید کہ دوغ من ترش ست ۔ اس کی مثال قرآن کا دعوٰی ہے۔

اب رہا یہ فقرہ کہ "الہام کیا ہمنے تیری طرف قرآن عربی تاکہ تو ڈر اُس کے گرد والوں کو ڈرا دے" اس فقرہ کو پڑھکر کیا کبھی کوئی عقلمند اسکو خدا کا بیان یا حکم مان سکتا ہے؟ اوّل تو خدا عربی زبان میں جو کہ ملک عرب کی بولی ہے الہام کر کے غیر منصف ثابت ہوتا ہے اور اپنی خدائی کو بٹہ لگاتا ہے بمفصل پچھلے فقرہ میں ذکر ہو چکا ہے وہاں پر ملاحظہ فرمائیے؛ دوم قرآن کے الہام کا مدعا کیا اوپر ظاہر کیا گیا ہے یعنی ایک معمولی شہر مکہ اور اس کے گرد والے لوگوں کو دھمکانا اور طرفہ یہ کہ اس میں بھی تمیز نہیں کی گئی کہ بدوں کو ڈرانا یا بھلے مانسوں کو کیا یہ دعوٰی کبھی قدرت کے خدا کا ہو سکتا ہے یہ تو کسی تنگ خیال انسان کی بات ہو سکتی ہے۔ کیا اس مقامی دھمکی کا نام الہام کبھی ہو سکتا ہے؛ کیا خدا کو روئے زمین کی کل نسل انسان کے لئے اپنی تعلیم پہنچانی مقصود نہ تھی صرف مکہ اور اس کے گرد والوں کو دھمکانا چاہتا تھا۔ اس کے لئے الہام کی کیا ضرورت تھی۔ پولیس کے چند سپاہی یا فوج کا ایک دستہ بھیج دیتا تاکہ وہ باغیوں کو دھمکاتے دا یہ خوب عالمگیر اور راحت بخش الہامی تعلیم کا دعوٰی ہے اور مکہ وغیرہ شہر کا ذکر قرآن میں ہونے سے اسکو الہامی کتاب کے درجہ سے بالکل گرا دیتا ہے۔ اگر مکہ کا ذکر ہے تو کلکتہ۔ لنڈن۔ کابل۔ قندہار وغیرہ دنیا بھر کے شہروں کا ذکر کیوں نہیں کیا؛ خدا محض عرب کا جغرافیہ جانتا ہے کیونکہ وہ عربی دان ہے۔ دنیا کا جغرافیہ کیا اُسے نہیں آتا؛ اور کیا وہ کتاب جو انسان کے بنائے ہوئے شہروں کا ذکر کرے وہ کبھی علمی لحاظ کی کتاب یا الہامی کہلا سکتی ہے۔ مکہ کا اس میں ذکر آنے سے یہ تاریخی یا جاگرفی کی کتاب بنگئی، الہامی یا علمی کتاب ہرگز نہ رہی۔ اس بات پر کہ تاریخی کتاب کبھی علمی یا

الہامی کتاب نہیں ہو سکتی ہیں آگے چلکر زیادہ تشریح کیساتھ ابھی بحث کرونگا۔

"تو ڈرائے" یہ الفاظ بتلا رہے ہیں کہ آجکل قرآن کا مدعا فوت ہو گیا ہے اور اب یہ غیر ضروری کتاب ہے کیونکہ حضرت محمدؐ صاحب تو فوت ہو گئے اور قرآن اسی لئے اتارا تھا کہ صرف وہ مکہ والوں کو ڈرائیں!۔

پھر مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "ہم نے قرآن کو عربی کر کے اتارا ہے تاکہ تم سمجھو! ہم بتلاتے ہیں تجھکو بہت اچھی حکایت بذریعہ اس کے جو الہام کیا ہم نے تیری طرف اس قرآن کو اور تحقیق تو اس الہام سے پہلے بیشک بے خبر تھا"۔

قرآن جیسکہ صاف کہہ رہا ہے کہ ہم تجھکو بتلاتے ہیں اور تجھکو باخبر کرنے کیلئے میں نازل ہوا ہوں۔ تو پھر حیرانی اور سخت حیرانی کا مقام ہے کہ لوگ اسکو کیوں اپنی ہدایت کے لئے پڑھتے ہیں۔ کیا اگر کوئی خط میں اپنے کسی دوست کو لکھوں اور اس میں لکھدوں کہ یہ خط صرف تمہارے لئے ہے اور وہ دوست مرجائے اور اس کو اس لکھے والے پڑھنے رگ جائیں تو کیا ان کو اسوقت پڑھنا اس خط کا چھوڑ دینا نہیں چاہیے جبکہ وہ پائیں کہ اس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ فلاں شخص کے لئے لکھا گیا تھا اور باوجود اس قسم کی تحریر کے بھی اگر وہ لکھے والے پڑھتے جائیں اور اس خط کو ہر خاص و عام کو دکھائیں تو لوگ ان کی نسبت کیا کہینگے! کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ پرائیویٹ خط کو عام میں مشتہر کرتے ہیں ٹھیک اسیطرح خدا نے تو پرائیویٹ طور پر محمدؐ صاحب کو لکھ کر کتاب بھیجی تھی اور اس میں صاف لکھدیا تھا کہ:۔

> ہم نے قرآن کو عربی کر کے اتارا ہے۔ تاکہ تم سمجھو۔ ہم بتلاتے ہیں تجھکو بہت اچھی حکایات الہام کیا ہم نے تیری طرف اس قرآن کو۔ تو اس الہام سے پہلے بیشک بے خبر تھا۔

اب مسلمان بھائی ان الفاظ کی طرف خیال کریں اور خدا کے پرائیویٹ خط کو جو کہ اس نے محمدؐ صاحب کے نام روانہ کیا تھا۔ پڑھنا چھوڑ دیں کسی کی پرائیویٹ خط کو

پڑھنا اچھا نہیں۔ قرآن ہرگز نہیں بتلاتا کہ میں نوع انسان کی بہبودی کے لئے ہوں بلکہ صرف محمدؐ صاحب کو باخبر کرنے کیلئے۔ اب چونکہ محمدؐ صاحب فوت ہوگئے لہٰذا قرآن کا عدم وجود ہمارے لئے برابر ہوگیا جن کے لئے قرآن تھا جب وہ نہ رہے تو ان کی شئے کو ہم بلا اجازت خدا کے کیوں لیں ۔

"عربی کرکے اتارا ہے" ان الفاظ سے تو ظاہر ہے کہ خدا صرف منشی ہی نہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تھا بلکہ وہ مترجم بھی ہے۔ عربی کے اتارنے سے تو پایا جاتا ہے کہ خدا نے عربی میں ترجمہ کیا ہے اور بیشک ترجمہ کا مدعا وہی ہوتا ہے جو کہ خدا نے یہاں پر درج کیا ہے "تاکہ تم سمجھو"۔ اچھا اگر یہ قرآن عربی ترجمہ ہے تو دراصل قرآن کس زبان[1] میں تھا؟ اور اب وہ کہاں ہے؟۔

آپ کے فقرہ ششم کی اس مختصر سی پڑتال کے بعد اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ الہام کے دعوے جو آپ نے پیش کئے وہ ہرگز دعوٰی الہام کہلانے کے مستحق نہیں جیسا کہ میں ابھی ثابت کرچکا ہوں۔ اب میں دید کی رو سے دکھانا چاہتا ہوں کہ دید نے جو دعوٰے الہام کیا ہے وہ کیسا ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میں دید منتروں کے حوالہ جات دیکر اس بات کو واضح کرکے دکھاؤں ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے یہ ثابت کرکے دکھاؤں کہ تاریخی کتاب کبھی الہامی کتاب نہیں ہوسکتی اور پھر مدلل طور پر ثابت کروں کہ دعوٰی الہام میں کن[2] شرائط کا ہونا نہایت ضروری ہے اور پھر اخیر میں منتر دیکھ یہ دکھاؤں گا کہ جملہ شرائط صرف دید میں ہی پائی جاتی ہیں قرآن میں [illegible]

اسوقت نہایت ہی مختصر طور پر جتلانا ضروری ہے کہ الہام کی شرائط کیا ہوسکتی ہیں (۱) سب سے پہلے ہمیں یاد رکھنا چاہئیے کہ شبدارتھ اور سمبندھ یعنی ملفوظات مفہومات اور انکے تعلق کا نام الہام ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ الہام علم کا دوسرا نام ہے

[1] چہ خوش! ماسٹر صاحب! اپنے والد مغفور کو جیسے ہمنے خط دیا ہے دیکھ لیتے تو یہ بات کبھی منہ پر نہ لائے کیونکہ اس میں "تم" کے لفظ سے سب انسانوں کو خطاب ہے (منیجر)

[2] پہلے الہامی کتابوں میں تہا غور سے پڑھو۔ اِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ

لیکن ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح سورج کی روشنی سے کوئی حرارت کو جدا نہیں کر سکتا اسی طرح علم سے زبان اور اسکا باہمی تعلق کوئی جدا نہیں کر سکتا۔ پس اگر ہم الہام کیلئے عام طور پر علم کا لفظ استعمال کریں تو ہم سے ہمیشہ یہی مراد لی جائیگی جو ہمنے بیان کردی غور سے دیکھیں تو علم (وید) خدائی صفت ہے اور الہام بجز علم کے کوئی علیحدہ شئے نہیں ہے۔ علم کا کام بھی سورج کی طرح سب کو روشنی پہنچانا ہے اور الہام کا مدعا بھی یہی ہے۔ اس لئے علم اور الہام میں ہرگز فرق نہیں ہو سکتا۔ بس علم کو الہام کا مترادف لفظ سمجھنا چاہیئے۔

(۲) الہام یا علم کے اندر تاریخ یا گرفی کی باتیں یا قصے کہانیاں ہرگز شامل نہیں ہو سکتیں۔ علم سائنس کا مترادف لفظ ہے سائنس یا علم جبکہ قدرتی اور طبعی یا خدائی کہلانے کا مستحق ہے۔ جیسا کہ کل اہل عقل مانتے ہیں وہاں تاریخی بیانات یا قصے کہانیاں ہرگز قدرتی اور طبعی نہیں کہلا سکتیں اسی وجہ سے مغربی علماء بھی علم تواریخ کو ہرگز سائنس یا علم کے معنوں میں نہیں لیتے اور تاریخ کی وقعت انکی نگاہوں میں اتنی ہرگز نہیں جتنی کہ سائنس یا علم کی ہے۔ علم کو وہ قدرتی اور طبعی کے نام سے پکارتے ہیں۔ لیکن تاریخ یا قصے کہانیوں کو وہ مصنوعی کہتے ہیں۔ سپنسر کے مندرجہ ذیل الفاظ ہمارے اس بیان کی تائید میں پیش کئے جا سکتے ہیں (دیکھو سائنس آف سنگوئیج جلد اوّل صفحہ ۱۷) +

"طبعی سائنس (علم) کہا جا سکتا ہے جو کہ خدا کے کاموں کی ماہیت بتلاتا ہے تواریخی علم انسان کے کاموں کی تشریح کرتا ہے شفاف روشنی کا سائنس جسمیں کہ روشنی اور رنگ کے تمام قوانین کا ذکر ہے ایک طبعی سائنس ہے" سپنسر اس قسم کی بہت سی تمثیلات دیکر اپنی تحریر میں یہ ثابت کرتا ہے کہ علم زبان بھی ایک سائنس ہے اور اس کا درجہ دیگر علوم کے برابر ہے۔ کیونکہ ابتدائی زبان انسان کی بنا وٹی یا ایجاد کردہ نہیں ہے۔ ہم اس بات کو طول دینا نہیں چاہتے اب یہ دیکھ لینا کافی ہوگا کہ آیا قرآن یا وید کس میں تاریخی باتیں ہیں اور جس کتاب میں تاریخی باتیں درج

پس وہ بلا شبہ علمی یا الہامی کتاب یا سائنس کی بک کہلانے کی مستحق نہیں ہے جیسا کہ آریوں کا دعوےٰ ہے تاریخی بیانات سے بالکل مبرا ہے۔ اس لئے وید علمی یا الہامی کتاب کہلا سکتا ہے۔ جبکہ قرآن جس میں جیسا کہ اوپر کے اقتباس سے ظاہر ہو گیا ہے پیغمبروں کے قصے کہانیاں وغیرہ درج ہیں ہرگز ہرگز علمی یا الہامی کتاب نہیں کہلا سکتی ہے۔

(۳) خدا کے قول و فعل کی مطابقت ضروری ہے؟۔

سائنس (علم) کی کتاب خدا کے کاموں کا ذکر کرتی ہے لیکن تاریخی کتاب انسانی افعال کا۔ وید کلام الٰہی ہے کیونکہ یہ قدرت جو کہ فعل خدائی ہے اسکو بیان کرتا اور اس کے مطابق ہے لیکن قرآن قدرتی اشیاء کا ہرگز علم نہیں دیتا۔ اسلئے یہ مصنوعی یا انسانی کتاب ہے؟۔

(۴) الہام دنیا کی پیدائش کے شروع میں ہی ہو سکتا ہے جس طرح کہ آنکھ کے لئے سورج کا پہلے ہونا ضروری ہے جس طرح کہ بچہ کی پیدائش سے پہلے خدا اسکی ماں کے پستان میں دودھ کا بندوبست کرتا ہے جس طرح کہ ایک دانا اور صاحب قدرت باپ اپنے بیٹے کو سفر پر بھیجنے کیلئے ضروری سامان ساتھ ہی مہیا کر دیتا۔ ہر جگہ قدرت میں خدا نے یہ قاعدہ بنا رکھا ہے کہ حیوانات اور انسانوں کی ضروریات مہیا کرنیوالی اشیاء انکی ضروریات سے پہلے مہیا ہو جائیں یا ان کے ساتھ ساتھ۔ عام کہاوت ہے کہ پیاس کیوقت جو کنواں کھودے وہ دانا نہیں پیاس لگنے سے پیشتر دانا لوگ کنواں کھودا کرتے ہیں۔ اگر خدا اس دنیا کے ابتدا میں الہام نہ دیتا تو وہ خدا کب کہلا سکتا؟ پہلے سے ہی انتظام کرنا خدا کی دانائی اور رحم دانی کا ثبوت ہے نہ صرف اسلئے بلکہ اسلئے بھی کہ وہ ہماری بہتری کا مثل والدین کی خواہاں ہے کیا کوئی باپ جبکہ اس کے پاس چراغ جلانے کی توفیق ہو اپنے بچے کو اندھیرے میں ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ سکتا ہے؟

خدا نے جب سانس لینے کے لئے ہوا۔ پینے کے لئے پانی۔ کھانے کیلئے پھل میوے

اور دیکھئے کیلئے سورج اور ٹھہرنے کیلئے زمین پہلے ہی مہیا کر دی تو کیا الہام کے بغیر اسکو گمراہ چھوڑ دیا، دور بینی کا نہونا جہالت پر دلالت کرتا ہے اور جس خدا نے پہلے مکمل الہام نہیں دیا اُس پر یہ الزام عائد ہوگا ۔

(۵) ترمیم۔ تنسیخ۔ ایزادی۔ کمی وغیرہ خدائی کاموں میں نہیں ہو سکتی ۔خدا چونکہ مکمل ہے اس لئے اُس کے کام بھی مکمل ہیں قدرت اس کا کام ہے اور الہام اس کام کی تشریح، قدرت کی اشیاء اور قدرت کے قوانین جبکہ بے بدل ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ سچا الہام جو کہ اس قدرت کی تشریح ہے وہ بے بدل نہ ہو جس طرح خدا کی قدرت میں ترمیم۔ تنسیخ۔ کمی۔ بیشی وغیرہ کرنے کی خدا کو ضرورت نہیں پڑتی اسی طرح قدرت کی تشریح یعنی الہام میں بھی کسی قسم کی تبدیل کی ضرورت نہ ہونی چاہیئے سچ تو یہ ہے کہ الہام قدرت کی اشیاء سے اس بات میں بڑھکر رہتا ہے نہ کہ کم کیونکہ قدرت میں ہاتھ جو خدا سے علیحدہ شئے ہے اور جو کہ غیر مدرک اور دیگر صفات والا ہے شامل ہے اور اُسکا جوڑنا یا جدا کرنا ایک خاص موقعہ پر ضروری ہے لیکن علم جو کہ خدائی صفت ہے علم جو کہ خدا کی ذات میں شامل ہے اسمیں کبھی بھی تبدیلی واقعہ نہیں ہوتی اسی طرح پر الہام یا علم میں کبھی تبدیلی واقعہ نہ ہونی چاہیئے اسی وجہ سے ویدوں کا ازلی و ابدی ہونا کہا جاتا ہے مکمل شئے میں نقص کی گنجائش نہیں ہو سکتی اگر خدا مکمل ہے تو اسکا الہام بھی ترمیم، تنسیخ وغیرہ سے مبرّا ہونا چاہیئے رہبر آج تک کوئی ترمیم، تنسیخ نہیں ہوئی نہ کمی بیشی کی ضرورت پڑی لیکن سنانی خدا نے جو پہلے نبیوں کو الہام دیئے اسکا کچھ حصّہ تبدیل کرکے دوسرے لوگوں کو الہام دیئے اس لئے وہ الہام اور خدا غیر مکمل ثابت ہوتے ہیں ۔

(۶) قدرتی شئے کو کوئی انسان کبھی تباہ نہیں کر سکتا جس طرح کہ ایک چیونٹی یا مچھر ہمالہ پہاڑ کو گرا نہیں سکتی ٹھیک اسی طرح جملہ انسان خدا کے الہام یا علم کو تباہ نہیں کر سکتے۔ جبکہ ایک کمزور آدمی ایک طاقتور آدمی کو گرا نہیں سکتا تو کیا کوئی انسان خدائی الہام کو تباہ کر سکتا ہے؟ کیا آجتک آپ نے کبھی سنا کہ کسی انسان نے

سورج یا چاند کو تباہ کر دیا جبکہ کوئی شخص کسی قدرتی شئے کو تباہ نہیں کر سکتا تو آیا وہ الہام کو تباہ کر سکتا ہے! نہیں۔ ہرگز نہیں۔ کیا کوئی انسان ہوا کو ڈسٹ کے لئے اس زمین پر سے تباہ کر سکتا ہے! مسلمان لوگ کہتے ہیں کہ قرآن خدا نے اسوقت اتارا جبکہ پہلے دیئے ہوئے الہام یا تو گم ہو گئے یا تباہ ہو چکے تھے انکے ایسا کہنے سے پایا گیا کہ وہ قدرتی الہام کو ایسے شئے مان رہے ہیں جو کہ کبھی گم یا تباہ ہو سکتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ کمزور خدا سے ہمیشہ کمزوری کے کام ہوتے رہینگے۔ اگر اس خدا نے پہلے الہام دیا اور پھر اسکو قائم نہ رکھ سکا تو کوئی وجہ نہیں جو الہام اُسنے بقول مسلمان صاحبان اب دیا۔ اس کو قائم رکھ سکے کیونکہ کمزوری کی وجہ سے اس کے پہلے الہام گم ہو گئے۔ اسی وجہ سے یہ الہام بھی نہ رہیگا اس لئے مسلمانوں کا یہ دعوےٰ کہ قرآن کے بعد الہام نہ ہوگا یا قرآن کا الہام تباہ نہو گا ہمارے تجربے اور ان کے خدا کی عادت کے خلاف ہے!۔

(۷) ہر ایک کلپ کے بعد ای الہام کا ہونا ضروری ہے جسطرح کہ کلپ کے بعد یہی ایشور اسی مادہ سے بوجہ خود مکمل ہونے کے کسی اور طرز پر چاند سورج نہ بناتا ہوا عین اسی طرح پر بناتا ہے ٹھیک اسی طرح پر وہ ان ہی دیدوں کا پرکاش کرتا ہے اور بیشمار دفعہ پہلے یہ دید پرکاش ہو چکے اور آئندہ ہمیشہ ہر کلپ کے موقعہ پر ہوتے رہینگے۔ کیونکہ خدا مادہ اور روح ازلی و ابدی ہیں ازلی ابدی دنیا کا آغاز و انتہا کبھی نہیں ہوا کرتا۔

(۸) ایشور کی کلام اس کی صفات کے مطابق ہو اور اسکو ظاہر کرنیوالی ہونی چاہیئے۔

آیشور مکمل ہے اس لئے لازمی ہے کہ اسکا الہام بھی مکمل ہو!۔

آیشور مخزن العلوم ہے " " " مخزن العلوم ہو!۔

آیشور عادل ہے " " " عدل سے پر ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۹) قدرتی اشیاء کی تین خصوصیتیں قدرتی الہام میں ہونی ضروری ہیں۔ سورج ایک قدرتی شئے ہے اور چراغ ایک صنوعی چیز۔ چراغ کی روشنی محدود ہے۔ لیکن

سورج کی روشنی عالم گیر، چراغ میں ڈھواں وغیرہ موجود ہے جس سے اس کے نامکمل ہونیکا ثبوت مل سکے۔ سورج میں کوئی جزو ایسا نہیں جو کہ ثابت کرے کہ اس کو نامکمل صانع نے بنایا ہے۔ چراغ ہر ایک کے لئے ضروری اور مفید ثابت نہیں ہو سکتا جبکہ سورج سب کے لئے ضروری اور مفید ہے ؛۔

ہر ایک چیز جو کہ قدرتی ہے اس میں بلا شبہ تین خصوصیتیں ضرور ہونگی یعنی ر۔

(الف) اسکا عالم گیر ہونا (ب) مکمل ہونا (ج) مفید یا راحت بخش ہونا۔

(۲) الہام کے پرکھنے کی کسوٹی قدرت اور دلیل ہی ہے۔ الہام چونکہ الہٰی کلام یا بیان ہے اور قدرت اسکا فعل اس لئے اگر کلام کے پرکھنے کی ضرورت پڑ جائے تو سب سے بہتر طریق بھی ہے کہ ہم اس کو قدرتی قوانین کیساتھ ملائیں اگر الہام کا کوئی حصہ قدرتی قوانین کے مطابق نہ پایا جائے تو وہ حصہ سچا نہیں ہو سکیگا۔ اگر کوئی شخص خدا کی ہستی کا قائل نہ ہو تو ہم اسکو یہ کہکر خدا کی ہستی کا نشان دیا کرتے ہیں کہ دیکھو قدرت کے اندر نظام اور حرکت موجود ہے، مادہ غیر مدرک اور بیحرکت چیز ہے۔ پھر یہ نظام کہاں سے آگیا؟ وغیرہ وغیرہ۔ بڑے بڑے منکر قدرت کے بغور مطالعہ سے خدا پرست بن گئے ہیں جس طرح پر کہ قدرت خدا کی صفات کو بتاتی ہے اور منکر کو بھی خدا ثابت کرکے دکھاتی ہے اسی طرح پر وہ صفات جو خدا کے متعلق ہیں الہامی کتاب میں بھی پائے جانے ضروری ہیں یا یوں کہو کہ الہامی کتاب اگر الہٰی اور پاک کی صفات کا ذکر کرتی ہو۔ تو ان صفات کو ہم قدرت پر غور کرکے ثابت کر سکتے ہیں اگر انکو قدرت میں بذریعہ دلیل محسوس کر لیں۔ کیا معنے! کہ الہام کے مضمون کو ہم تب درست کہہ سکتے ہیں جبکہ یہ قوانین کے مطابق ہو یا انہی کی تشریح کرے۔

روشنی اچھی ہے یا بری اسکی شہادت آنکھ دے سکتی ہے۔ ذائقہ اچھا ہے یا خراب؟ اسکی شہادت زبان سے ملتی ہے یا ہونٹ سے۔ سچی کو اپنی عقل یعنی دلیل ہی دے سکتی ہے۔

(۱) الہام میں زبان جس میں وہ ہو وہ زبان بھی ابتدائی اور قدرتی اور مکمل طور پر فصیح ہونی چاہیئے ؛۔

(۲) الہامی کتاب وہ ہے جس میں الہامی تعلیم درج ہو۔

(۱۳) الہامی کتاب میں مکمل طور پر دعوٰی الہام درج ہونا چاہیئے۔ اور قدرتی الہام کے جاننے کے لئے کسی مصنوعی شہادت (تاریخی بیان، مثل ملہم کے حالات وغیرہ کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ سورج کی روشنی کو کسی چراغ کی روشنی روشن نہیں کر سکتی۔ اس لئے الہام کا سوتہ پرمان مثل آفتاب کے ہونا ضروری ہے

ویدمنتروں سے دعوٰی الہام کا ثبوت

نمبر (۱) सनःपितेव सूतवेगी पूयायनो भवः॥
सचस्वानःस्वस्तये॥

ऋ॰ म अ १ सू॰ १ मं॰ ६

(رگوید بھاشیہ صفحہ ۲۹)

पिता جس طرح باپ सूतवे اپنی اولاد کو مفید تعلیم دیتا ہے ویسے ہی सनये علم مجسم پرمیشور ہمکو सपयन مبارک علم جو کہ جملہ راحتوں اور مفید اشیاء کے حصول کا ذریعہ ہے اس کو دیتا اور न ہم لوگوں کو सचस्व جملہ راحتیں स्वस्तये بخشتا ہے॥

(مطلب) سب سے پہلے دیکھنا یہ ہے کہ پرمیشور نے کیوں ہمکو علم یا الہام دیا؟ جس طرح سے کہ ایک باپ اپنے پیارے بیٹے کی ضروریات مہیا کرتا ہے، ٹھیک اُسی طرح علم مجسم پرمیشور نے جو کہ وید بتلاتا ہے کہ تم کو مثل باپ کے پیار کرتا اور تمہاری بہتری کا خواہاں ہے۔ اس نے جملہ راحتوں کے دینے والے مفید علم سے ہمکو بہرہ ور کیا ہے یہی نہیں کہ صرف علم دیا ہو بلکہ جملہ راحتیں بھی دی ہیں ٭

علم (وید) ہمیں کس نے دیا؟ اس میں جواب ہے کہ علم مجسم پرمیشور نے پس اس سے کیا صاف ثابت نہیں ہوتا؟ کہ علم یا وید کا پرکاش کرنیوالا پرمیشور ہے اور اس لئے وید الہامی ہیں کیونکہ یہ علم مجسم پرمیشور سے ظاہر ہوتے ہیں اور ساتھ ہی دیکھے وید دن کا رچا کیا ہے اس کا یہ جواب ملگیا کہ ہم لوگوں کی بہتری اور بہبودی کے کو اگر والدین بچے نہ سکھائیں تو بچے بالکل ہی ورکھ رہجاتے ہیں ٹھیک جس طرح کہ باپ

بچہ کو زبان اور علم سکھاتا ہے۔ اسی طرح پرمیشور نے انسان کو جو کہ مثل بچے کے ہے علم دیا تشبیہ کیسی مناسب اور اعلیٰ ہے؟۔

کیا قرآن میں کہیں پر ذکر ہے کہ خدا نے مثل باپ کے انسان کو اس کی بھلائی کے لئے دیا۔ میرے خیال میں قرآن ان باتوں کو کہاں بیان کر سکتا ہے۔ قرآن تو لکھی لکھائی کتاب کے اتارنے کی فکر میں ہے۔

نمبر (۲) एवाद्यासप सूनृता विरप्शी गोमती मही
पक्वा शाखा न दाशुषे
ऋ॰ मं॰ १ अ॰ ३ सू॰ ८ मं॰ ८

जیسے تکمیل یافتہ درختوں کی پکی ہوئی شاخیں میوہ سے پُر راحت بخشتی ہیں ویسے ہی پرمیشور کی تحقیق جس کو حاصل کر کے عالم بنتے ہیں سچائی اور سچائی کے ظاہر کرنیوالی مخزن العلوم اور جملہ انسانوں کی عزت کرنے کے لائق وید کی کلام ہے جو ذوق سے سوچنے والے جملہ علوم کو ظاہر کرنیوالی ہے۔

(دیکھو رگوید بھاش صفحہ ۳۰۳ جلد اوّل)

(مطلب) اس منتر میں پہلے لفظ مکمل کی تشریح کی گئی ہے اور تمثیل دیکر سمجھایا ہے جیسے حالت میں درختوں کی شاخیں پکے ہوئے میووں سے پُر ہو جاتی ہیں وہ حالت مکمل کہلاتی ہے جب درخت کے پھل پک جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ درخت مکمل ہے کیونکہ اسمیں جڑ تنہ۔ پتے۔ شاخیں اور پھل سب کچھ موجود ہے قدرت کی مکمل شئے کو بیان کرنیکے بعد بتلایا ہے کہ کلام وید اسی طرح مکمل ہے۔ پھر کہا ہے کہ تحقیق ویسے ہی وید جس کو کہ حاصل کرنے سے ہی انسان عالم بنسکتا ہے وہ سچائی اور سچائی کے ظاہر کرنیوالا مکمل ہونے کیوجہ سے مخزن العلوم اور جس طرح کہ پرمیشور کی جملہ تصنیف کی عزت جملہ انسانوں کو کرنی چاہیئے اسی طرح ویدبھی اس کے علم اور انسانوں کے رہبر ہونے کی وجہ سے جملہ انسانوں کی عزت کی لائق ہے۔

یعنی قابل قدر ہیں ۔

سمندر میں جواہرات بہرے پڑے ہیں لیکن نصیب انکو ہی ہوتے ہیں جو جستجو کرتے ہیں۔ ویدوں میں جملہ علوم کا خزانہ ہے لیکن اس خزانہ کو وہی پا سکتا ہے جو رشی منیوں کی طرح ویدمنتروں کو غور سے سوچتا ہے (اس منتر میں چھ اصول بیان کئے گئے ہیں، (۱) وید مکمل ہیں (۲) سب کی بھلائی کے لئے ہیں۔ (۳) سچائی سے پر ہیں (۴) مخزن العلوم ہیں (۵) اعلیٰ ہونے کیوجہ سے سب کے قابل قدر ہیں (۶) جو غور سے ویدمنتروں کو سوچتا ہے وہی علمی خزانہ پاتا ہے۔ اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ قرآن میں اس قسم کا دعوٰی الہام ہرگز نہیں پایا جاتا۔ وید کا دعوٰی کیسا اعلیٰ اور قدرتی ہے۔ ویدوں کا مکمل اور بھلائی اور سچائی سے معمور ہونا اور مخزن العلوم ہونا ایک ایک بات ان کو قدرتی اور الہامی ثابت کرنے کیلئے کافی و وافی ہے لیکن وید کے اس اعلیٰ دعاوی کے مقابلہ پر ذرا مولوی صاحب کے پیش کردہ قرآن کے مندرجہ ذیل دعاوی پر نگاہ تو ڈالیئے۔

(۱) "اگر تمکو ہماری اتاری ہوئی کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے شک ہو تو اس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ"۔

(۲) "الہام کیا ہم نے تیری طرف قرآن عربی تاکہ تو مکہ اور اُن کے گردوالوں کو ڈرائے"۔

(۳) "ہم نے قرآن عربی کرکے اتارا ہے تاکہ تم سمجھو۔ ہم بتلاتے ہیں تجھکو بہت اچھی حکایت بذریعہ اس کے جو الہام کیا ہم نے تیری طرف اے رسول! اس قرآن کو اور تحقیق تو اس الہام سے پہلے بیشک بے خبر تھا"۔

یہی تین دعاوی مولوی صاحب نے پیش کئے تھے کہیں بھی ان میں لکھا ہے کہ قرآن مخزن العلوم ہے یا سچائی اور بھلائی کی تعلیم دیتا ہے یا مکمل ہے یا علم ہے! ہاں تو کتاب اتاری ہے، مکہ والوں کو ڈرانے اور حضرت صاحب سے بات چیت کرنے کا ذکر ہے۔

पावकाना : सरस्वतीवाजेभिर्वाजिनीं (۳) منتر نمبر
वतीध्रुवंबष्टु धियावसु॥
ऋ॰ म॰ १० सू ३ मंत्र १०

पदार्थः

पावका) याज्ञं पवित्रंकारकंव्यवहारंकापयति
पाव्दु यतिसा॥
(नः) अस्माकं
(सरस्वती) सरसः प्रशंसिता ज्ञानवोगुणा
वियान्त यस्मात्सा)
सर्वविद्यम मरीपका वाक
سرسوتی پاک کرنیوالے اعمال کو ظاہر کرنیوالی **पावका**
قابل تعریف کیان (علم) کا وصف ہے۔ ایسی علمی جملہ علوم کے دینے والی جو ہمیں
کی کلام ہے وہ جملہ فنون کی ماہیت سے ہم کو باخبر کرتی ہے ؛۔

(مطلب) وید کی کلام پاک کرنے والے اعمال کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کا
وصف علم ہے جملہ فنون کے اصولوں سے انسانوں کو باخبر کرتی ہے ؛۔

قرآن بھلا کیونکر ان وعادی کو کو سکتا ہے قرآن کو علوم وفنون سے کیا مطلب
اور نیک اعمال سے کیا واسطہ افنون کا نام لکھ مولوی صاحب پہلے ہی کہتے تھے کہ
وید کیا لوگوں کو کہتا ہے ؛۔

صاحب موصوف نے شوشہ از خود کے طور پر ہم نے یہاں سوامی جی کی سنسکرت ہی کہا ہے
کیونکہ وید بھاشیہ میں جو سنسکرت ہے وہ آریہ سماج کی مستند ہے اور جو بھاشہ ہے وہ سوامی
جی کی نہیں ہے مستند ہیں پس سنسکرت کے شاکو ہم نے وہیں بیان کرنے ہیں وہاں
جی ایسا ہی کیا ہے اس لئے کا مکمل ترجمہ نہیں کیا صرف معنی کے متعلق حصہ لیا گیا ہے
مفصل رگوید بھاشیہ بھاشہ میں دیکھئے ۔ مترجم

منتر نمبر (۴)

चोदयित्री सूनृतानां चेतन्ती
सुमतीनाम् यज्ञं दधे सरस्वती॥
ऋ॰मं॰१ अ॰१ सू ३ म॰११

चोदयित्री نیک اوصاف کے حاصل کرنے کے لئے تحریک کرنے والی
सूनृतानां جھوٹ کو نا ش کرنے اور سچائی کے ظاہر کرنے والی
चेतन्ती سمجھانے والی اُن کو सुमतीनाम् جو کہ عقل سلیم کے
सरस्वती رکھنے والے عالم ہیں وہ دیدکی کلام جملہ انسانوں کو نیک اوصاف
کے حاصل کرنے کی تحریک کرتی اور نیک وغیرہ اعمال کرنے کیلئے راغب کرتی ہے۔

سوامی جی کی اس سنسکرت ملاحظہ کرنے سے اس بیان کی تائید ہو جائیگی۔

या सूनृतानां ..... सरस्वत्यस्ति
सैव वेद विद्या संस्कृत वाक्

(دیکھو رگوید بھاشیہ صفحہ ۶۲)

(مطلب) جس طرح سورج انسان کو جملہ اشیاء کے دیکھنے اور انکا علم حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے اور جس طرح کہ سورج کی روشنی میں انسان منزل طے کر سکتا یا کوئی کام کر سکتا ہے اور جس طرح کہ سورج کا وجود اندھیرے کا ناش اور روشنی کا پرکاش کر دیتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح وید کا سورج جملہ انسانوں کو نیک اوصاف اور نیک اعمال کے کرنے کی تحریک کرتا اور سچائی کو ظاہر کرنے سے جھوٹ کو تباہ کرتا ہے اور عقل سلیم کے رکھنے والے ہیں یہی اشخاص وید کی کلام سے اعلیٰ علمی باتوں کو سمجھتے ہیں۔ گویا اعلیٰ علمی باتوں کے سمجھنے کی قابلیت انہیں میں ہوتی ہے جو کہ عقل سلیم رکھتے ہیں اس منتر نے بتلایا کہ وید کے بغیر انسان کوئی بھی کام نہیں کر سکتا۔ وید کی ضرورت اور اس کا مدعا کس خوبی سے ظاہر کیا گیا ہے۔

ہم مولوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن کے متعلق آپ کبھی یہ دعوی پیش کر سکتے ہیں؟

منتر نمبر (۵)

महोअर्णः सरस्वती प्रचेतयति केतुनाधियोविश्वाविसंजानाऋ - मं·१ अ-१ व ३ मन्त्र १२

महो जو بہت گہرا अर्णः مفوظات کا سمندر ہے۔ اسکو وید کی کلام سرسوتی کا حقہ جتلاتی ہے اور केतुना نیک اعمال اور اعلےٰ عقل کے ذریعہ विश्वना جملہ علوم کو धियो خاص کر विसंजानाति ظاہر کرتی ہے ؛۔

(مطلب) بتلایا گیا ہے کہ وید کے شبد (الفاظ) مگر ایک عمیق سمندر کی مانند ہیں اور یہ سمندر کہاں پر ملتا ہے۔ یعنی مکمل حالت میں زبان انسان کہاں پر مل سکتی ہے۔ اسکا جواب ہے کہ وید کے لفظوں کے اندر گویا ویدک شبد انسان کی مکمل و قدرتی زبان ہیں اور وید کی تعلیم بتلاتی ہے کہ انسان عالم باعمل ہو کر اعلیٰ عقل کے ذریعہ جملہ علوم کو حاصل کر سکتا ہے۔ زبان کے بڑے بھاری سوال کا یہ حل ہے جسکو کہ حل کرنے کیلئے اسوقت یورپ کے علماء پیچ و تاب کھا رہے ہیں اور عجب ڈگمگاتے ہوئے پکارتے ہیں کہ واقعی زبان خدا کا عطیہ ہے اور انسان کی ایجاد کردہ شے نہیں لیکن وہ زبان اصلی اور قدرتی حالت میں کس شکل و صورت کی تھی اسکا خاطر خواہ جواب دینا ان کی طاقت سے باہر ہے لیکن اس منتر نے اس گتھی کو حل کر کے دکھا دیا کہ وہ انسان کی قدرتی زبان ویدک شبدوں کی صورت میں براجمان ہو رہی ہے اس قسم کی اعلیٰ علمی باتیں قرآن سے ڈھونڈنا سراسر لاحاصل ہے کیونکر قرآن کو علم اور علمی مسائل سے کیا واسطہ؟ وہاں تو ابراہیم اور قربانی کے قصے کہانیاں بھرے پڑے ہیں ؛۔

منتر نمبر (۶) यथेमां वाचं कल्याणी मावदानि जनेभ्यः ब्रह्मराजन्याभ्यां शूद्राय चार्य्यायच स्वाय चारणाय च य· अ -२६ मं·२

اس منتر میں جملہ انسانوں کیلئے यथा کامگا ہے یعنی جیسے इमां دنیا اور عقبیٰ کی راحت دینے والی कल्याणी رگویدی

چاروں ویدوں کی کلام کا अवदानि اپدیش کرتا ہوں ویسے تم بھی کرو
ब्रह्मन ہم نے براہمن ۔ کھشتری आर्य्याय دیش دیش شودر
स्वाय تمہارے ملازم اور مستورات अरणाय اور انتی شودروں کے لئے
بھی ویدوں کا پرکاش کیا ہے تاکہ سب انسان ویدوں کو پڑھ پڑھا سُن سُنا کر علم کو
بڑھا کر نیک اعمال کے اختیار کرنے اور بد اعمال کے ترک کرنے سے دکھوں سے
چھوٹ کر سدا درخوشحال رہیں" ۔

(مطلب) منتر مذکورہ بتلاتا ہے کہ وید نسل انسان کے لئے ہیں جیسے پہلے منتر
میں اقسام کے ہیں ۔ یہی کہہ دینا کافی تھا ۔ لیکن براہمن سے لیکر چنڈال تک کی
تشریح کر دینے سے کوئی شک کی گنجائش نہ رہے اس لئے تشریح بھی ساتھ ہی درج ہو
مولوی صاحب! دیکھئے تو سہی کہ وید کس عالمگیر اصول کی اشاعت کر رہا ہے
اور آپکی آیات پیش کردہ کی رُو سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا قرآن کو ایک "خاص
بندے" کے لئے کتاب کی صورت میں اُتارتا ہے ۔ کہاں ایک خاص بندہ اور کہاں
دنیا بھر کے کل انسان ؛ قرآن کی آیت میں درج تھا کہ وجہ کے لئے قرآن اتارا
گیا ہے ۔ لیکن وید کے لفظ کی طرف خیال تو کیجئے! کہ اس کلام ربانی کا نام کلیانی
(راحت بخش) ہے اور قرآن جہاں کئی جگہوں پر اپنے آپ کو کتاب ظاہر کر رہا ہے
وہاں وید اپنے آپکو واچم یعنی کلام ربانی بتلا رہا ہے ۔ قرآن کتاب کی صورت میں تارا
گیا ہے لیکن وید جیسا کہ منتر بتلاتا ہے کلام ہے اور جبکہ اُپدیش پر مشورے کیا ہے
اور پھر ویدوں کو اشاعت کیلئے ہدایت ہو کہ جسطرح میں نے اس فیض رسان کلام کو
سبکے لئے ظاہر کیا ہے اسی طرح تم بھی جملہ انسانوں کیلئے اسکا اُپدیش کرو ۔ کیا عالمگیر
اصول اور کیسی مبارک اور راحت بخش تعلیم ہی جو کہ منتر دے رہا ہے ۔

منتر نمبر (۷)

ऋतञ्च सत्यञ्चाभीद्धात्तपसोऽध्यजायत ।
ततो रात्र्यजायत ततः समुद्रो अर्णवः ॥१॥
समुद्रादर्णवादधि संवत्सरो अजायत अहोरात्राणि

विदधदिश्व स्व मिषतो वशी ॥२॥
सूर्य्याचन्द्रमसौ धाता यथापूर्व मकल्पयत्॥
दिवञ्च पृथिवीञ्चान्तरिक्ष मथोस्वः॥३॥

مطلوبہ ویدک شبد	سنسکرت میں سوامی جی کا بھاشیہ (مندرجہ ذیل بھاشیہ دوسری صفحہ ۱۱
	यथार्य सर्व विद्याधिकरणं वेद शास्त्रं ” (سنسکرت بھاشیہ کا مطلب)
	यथार्य نھیک ہے مبنی
	सर्व विद्याधिकरणं جملہ علوم کا مخزن
	वेद शास्त्रं ویدشاستر ہے (اسکو)
तपसः ویدک شبد سنسکرت سوامی جی کا بھاشیہ	अर्थादनन्त सामर्थ्यात (مطلب) غیر متناہی طاقت سے دنیا کا پیدا کرنیوالا
	अभीद्धात ظاہر کیا ہے۔
	यथापूर्वम् جس طرح پچھلے کلپ کی سرشٹی میں ویدوں کا پرکاش کیا تھا ویسے ہی اب بھی کیا ہے اور آئندہ بھی کرتا رہیگا۔
धाता वशी यथापूर्वम	سب عالموں کا سہارا دینے اور پرورش کرنیوالا ایشور جو نظرتی طور پر سب کو تحت میں کئے ہوئے ہے۔
	جسطرح کہ اسکے دنیا کے پیدا کرنیکا علی اور مکمل علم تھا اور جیسے کہ پچھلے کلپ کی پیدائش میں دنیا کی ساخت تھی اور جیسے کہ جیوں کے نیک و بد اعمال تھے۔ انکے مطابق ایشور نے انسان

وغیرہ جاندروں کے اجسام وغیرہ بنائے ہیں۔

सूर्य च جیسے کہ پہلے کلپ (پہلی دنیا) میں سورج چاند بنائے تھے ویسے اب بھی بنائے ہیں +

(نوٹ):- ان منتروں کے دیگر الفاظ کی تشریح طوالت کے ڈر سے چھوڑتی ہوں (مترجم)

(مطلب) ایشور کو مکمل ثابت کرنے کے لئے اس سے بہتر دلائل دنیا بھر کے فلسفہ میں کہیں نہیں ملسکتیں جو کہ ان منتروں میں درج ہیں اگر واقعی ایشور اور اس کی صفات عمل اور عادات مکمل اور بے بدل ہیں اور جو کچھ ان سے اس کلپ میں ظہور میں آیا ہے رہی اس سے جو پیشتر اور وہی اسکے بعد کے کلپوں میں ظہور میں آنا چاہیئے یہ دنیا بنی ہوئی ہے اس لئے عقل کہتی ہے کہ ایک زمانہ تھا کہ اس وقت یہ غیر مرکب ہو گی۔ اور اگر ایشور نے جو غیر مرکب ہے اس کو مرکب کیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ پھر اسکو مرکب سے منفرد کی صورت میں نہ لا سکے اور ہمیشہ کیلئے یہ سلسلہ جاری نہ رکھے جو وقت بنتی ہے اسوقت کلپ کا آغاز ہوتا ہے جو وقت فنا ہوتی ہے اس وقت پرے ہوتی ہے۔ کلپ کے بعد پرے اور پرے کے بعد کلپ کا دور تسلسل ہمیشہ سے جو آیا ہے اور ہمیشہ جاری رہیگا۔ ٹھیک اسی طرح پر جس طرح کہ دن کے بعد اور رات کے بعد دن کا دور تسلسل جاری ہے!۔

امریکہ کے ایک فلاسفر اے جے ڈیوس کا قول ہے کہ خدا کے مکمل ہونیکی ایک دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے کام اسی طرح پر بار بار کر سکتا ہے اور کرتا ہے جس طرح پر کہ ایکدفعہ وہ کرتا ہے یا کرے مثلاً دیکھو کہ خدا نے آج ایک بچہ کی دو آنکھیں بنائیں لیکن جتنے بھی بچے کل کو یا آئندہ برس کو پیدا ہونگے ان سب کی خدا دو ہی دو آنکھیں بنائیگا اور خدا کی سرشٹی میں غور دینے سے واضح ہوتا ہے کہ ایک چکر ازل سے چل رہا ہے جس کا کہ آغاز و اختتام ہو نہیں سکتا +۔

شیطان! عیسائی بھائی جو یہ مانتے ہوئے ہیں کہ قیامت کے بعد پھر دنیا کبھی پیدا نہیں ہوگی وہ دراصل خدا کی ماہیت سے بے بہرہ ہیں ہم پوچھتے ہیں کہ کیا وہ طاقت

جو خدا میں اب دنیا کو پیدا کرنے کی ہے آئندہ کا نور ہو جائیگی! اگر خدا کی طاقت بے بدل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس طاقت سے وہ پھر دنیا پیدا نہ کرے ہاں اگر اسکی طاقت گھٹ جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ خدا مکمل نہیں۔ کیونکہ مکمل سے اگر گھٹ جائے یا اس میں فرق آجائے تو اس کو مکمل کہنا ہی غلطی ہے۔ مسلمان بھائیوں سے ہمارا سوال ہے کہ کیا خدا میں دنیا کے بنانے اور فنا کرنے کی طاقت ہمیشہ سے بے بدل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا اسکا ستوار ظہور نہیں ہونا چاہیئے۔

ان منتروں میں دنیا کی پیدائش کا ذکر ہے اور بتلایا گیا ہے کہ جس طرح پرماتما نے پہلے کلپ میں ایشور نے دنیا بنائی اور چاند سورج وغیرہ کل اشیاء رچی ہیں اسیطرح کی یہ تمام چیزیں اس پیدائش کے موقعہ پر ایشور نے بنائی ہیں اور آئندہ بھی ہمیشہ اسی طرح بناتا رہیگا۔ اور دکھایا ہے کہ جس طرح غلطی سے مبرا اور جملہ علوم کے مخزن وید اس کلپ کے آغاز میں پرکاش کئے ہیں اسیطرح ہر پہلے کلپوں میں بھی پروردگار اپنی غیر متناہی اور مکمل طاقت سے کرتا رہا ہے اور آئندہ ہمیشہ ہر کلپ کے موقعہ پر کرتا رہیگا کیونکہ وہ مکمل ہے۔

سرشٹی کی پیدائش کے ضمن میں ویدوں کے پرکاش کا ذکر ہونا اور یہ بتلانا کہ یہ وید ہمیشہ سے جیوؤں کے لئے پرمیشور ہر کلپ میں اپدیش کرتا رہا ہے اور کرتا رہیگا کیسی تسلی بخش اور شانتی دائک ہے۔ کیا اب بھی مولوی صاحب یہی کہے جائینگے کہ ویدوں میں دعوے بلا دلیل موجود نہیں؟ وید کے ازلی ہونے کا کیا، اس سے بڑھکر ثبوت چاہتے ہیں کہ ویدکی یہ صفات کہ وہ غلطی سے مبرا اور جملہ علوم کا مخزن ہے واقعی اس کو الہامی نہیں ثابت کرتے ہے۔

منتر نمبر ۸۱)

अदृश्रन्नस्य केतवो वि रश्मयो जनाँ अनु ।
भ्राजन्तो अग्नयो यथा ॥ ऋ० ९ । ९७ । ४१

ے منتر کا یہ مطلب ہوگا کہ یہ صورت اور شکل نہیں ہوئی بلکہ جنت دوزخ کی صورت میں ہوگی جو خدا کی مخلوقات اور پیدا کرنے سے ہونگیں (مترجم)

سوامی جی کا بھاشیہ سنسکرت میں ہے۔

आस्मा बहस्पति रर्यां दूहतया वाचो बृहतो वेद शास्त्रस्य ..... "

مطلب:۔ وید کی کلام کے مالک ہونے سے پرمیشور کا نام بہسپتی ہے گویا اس منتر کے ان الفاظ سے یہ ظاہر ہے کہ ایشور ہی وید کی کلام کا مالک ہے کیا معنے؟ کہ وید کی کلام کلام ربانی ہے۔

منتر نمبر (۹)

अदृत्यं जात बेदसं

ऋगु-अ-३३ मं ३१

مطلوبہ ویدک شبد جو اس منتر میں ہے وہ ہے जातवेदसं

اس کا بھاشیہ سوامی جی اس پر کا رکرتے ہیں

(जातवेदसं) = जाता ऋग्वेदा दयश्चत्वारो वेदाः सर्व ज्ञान प्रदाः ॥ "

مطلب۔ جس سے رگوید وغیرہ چار وید ظاہر ہوئے ہیں اور جو کل کائنات کا صانع ہے وہ جات ویدا ہے۔

منتر نمبر (۱۰)... पुनन्तु विश्वा भूतनि जातवेदाः

اس منتر میں بھی ایشور کا نام جات ویدا یعنی ویدوں کے پرکاش کرنیوالا آیا ہے۔ زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں۔

منتر نمبر (۱۱)

स्वयम्भूर्याँ स्यतोऽर्थान व्यदधाच्छाश्वतीभ्यः समाभ्यः

य-अ-४० मं ८

جو خود بخود موجود۔ محیط کل۔ پاک۔ ازلی۔ بے شکل پرمیشور ہے وہ ازلی اور دائمی جیووں کے بہبود کی خاطر تمام علوم کا اپدیش (تلقین) بذریعہ ویدوں کے ٹھیک ٹھیک

طریقہ پر کرتا ہے (دیکھو ستیارتھ پرکاش سملاس ساتواں)

منتر نمبر (۱۲)

मस्तावची ऽ पावक्षा यजुर्मस्माद् यावकधनमामान
यसाप तीभ्या साथ वाज गिरसी सुरवम्
अ ष्व ·का ० प्र · मा ः 23 अनु 8 मे · 20

مطلب:۔ پرماتما سے رگ وید، یجر وید، سام وید اور اتھر وید ظاہر ہوئے ہیں وغیرہ

اِس منتر کا بھاش سوامی جی نے رگوید آدی بھاشیہ بھومکا میں درج کیا ہے۔ وہاں پر سنسکرت سوامی جی کی دیکھ لیجیئے گا۔ اس منتر میں چاروں ویدوں کا نام لیکر بتلایا ہے کہ وہ پرماتما سے ظاہر ہوئے ہیں اور اس منتر کے آخری حصہ میں یہ بتایا ہے کہ:۔

"اس سکھبہ یعنی سب کو سہارا دینے والے ایشور کے سوائے اور کوئی دوسرا دیو، عالم، ویدوں کا پرکاش کرنیوالا نہیں ہے"۔

اِس منتر میں نہ صرف یہ بتلایا گیا ہے کہ چاروں وید پرمیشور سے پرکاشت ہوئے ہیں بلکہ نہایت عمدگی سے ذہن نشین کرانے کے تدرتی طریق پر تمثیل دیکر بتلایا گیا ہے کہ علم چار تدرتی حصّوں میں ہی تقسیم ہو سکتا ہے۔ اور ان چار حصّوں کے نام رگ، یجر، سام اور اتھر وید ہیں۔ رگ وغیرہ ہر ایک حصّہ کا نفس مضمون کیا ہے۔ اسکی تشریح بھی اسی منتر میں درج ہے اور نہایت مختصر اور برجستہ الفاظ میں ایک انکار (تشبیہ) کی شکل میں بات کو ظاہر کیا ہے چنانچہ اس انکار کی رو سے رگوید مثل پرانوں کے ہے، یجر وید مثل زر کے ہے، سام وید مثل رتنگھٹوں اور مسالوں کے ہے۔ اتھر وید مثل بحر کے ہے۔

پیشتر اس کے کہ ہم اس جگہ انکار کی ضروری تشریح کریں اوّل یہ ضروری ہے کہ ہم ظاہر کر دیں کہ انکار کا مدعا کیا ہے۔ واضح رہے کہ کسی تحقیق علمی مسئلہ کو ذہن نشین کرانے کی غرض سے تشبیہ یا انکار کا سہارا لیا جاتا ہے اب ہم پیشتر اس کے کہ رگوید کے نفس مضمون یا اسکی خصوصیت کو جانیں یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ پرانوں کا انکار (تشبیہ) سے کیا تعلق ہے جسکے ساتھ رگوید کو تشبیہ دی گئی ہے۔

پرشن اُپ نشد میں ایک کہانی کے طرز پر لکھا ہے کہ ایکدفعہ آنکھوں نے کہا کہ ہمارے بغیر جسم نہیں رہ سکتا اور اپنی عظمت دکھانے کی غرض سے آنکھیں جسم کو چھوڑ کر نکل گئیں۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ انسان اندھا ہو گیا اور بغیر آنکھوں کے زندگی بسر کرنے لگا۔ اسی طرح ایک ایک اندری نے جسم سے جانا شروع کیا۔ جب یہ ہُوا کہ وہ انسان اندھا بہرہ۔ گونگا۔ وغیرہ وغیرہ ہو گیا مگر زندہ رہا۔ ہر ایک اندری (حس) نے جب دیکھا کہ ہم سب کے بغیر انسان زندہ رہ سکتا ہے تو لوٹ آئیں۔ پران (سانس) نے کہا کہ اب میں جاتا ہوں اور تم سب یہاں ٹھہرو۔ چنانچہ پران جسم انسانی کو چھوڑ گیا۔ پرانوں کا جسم انسانی کو چھوڑنا ہی تھا کہ کل اندریوں نے لازمی طور پر ساتھ ہی جسم سے علیحدگی اختیار کی اور اسوقت نہ جسم زندہ رہا اور نہ کوئی حس رہی۔ سب کو ماننا پڑا کہ زندگی بغیر پرانوں کے ناممکن ہے اس لئے اس اُپ نشد میں لکھا ہے کہ پران سب سے افضل اور برتر ہے جسطرح پرانوں کے بغیر کوئی اندری کام نہیں کر سکتی۔ اور پرانوں کے بغیر زندگی ناممکن ہے اسی طرح رگوید کے بغیر علم ہو نہیں سکتا۔ کیا معنے؟ کہ علم کی ابتدائی صورت رگوید ہے جس طرح بیج کے بغیر نہ جڑ ہے نہ شاخیں یا جس طرح پرتوں کے بغیر کوئی قوی اور اعضا زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح رگوید علم کا بیج ہے اور انہی ابتدائی اصول ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں آسکتی ہے۔ اگر ہم لفظ رگوید کی ماہیت سے واقف ہو جائیں رگوید کیلئے جو لفظ اس وید منتر میں آیا ہے وہ رچا ہے اور رچا کے معنے سنسکرت میں ستوتی کے ہیں اسکی مفصل تشریح بھومکا میں دیکھئے ستوتی کا مترادف لفظ انگریزی

اور اردو میں "تعریف" ہے پس اگر ہم عام طور پر یہ کہیں کہ رگوید کے معنے تعریفی علم کے ہیں تو بجا ہوگا۔ اب ہمیں کسی قدر پتہ لگ گیا کہ رچا اور رگوید کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ تعریفی علم ہے۔ تعریفی علم وہی ہو سکتا ہے جو کہ موجودات کا علم ہو۔ یہ تعریف حاصل کرنے اور درحقیقت غور سے دیکھیں تو علم بجز اس کے کہ وہ اشیاء کی تعریف (ستتی) ہو۔ کوئی چیز نہیں۔ اس بات کو ہم مثال سے سمجھا سکتے ہیں۔ جب ہم کہیں کہ اسکو پانی کا علم ہے تو اسکے یہ معنے ہوتے ہیں کہ پانی کی تعریف جانتا ہے یعنی یہ کہ پانی ٹھنڈا ہے اور بہنے کی صفت رکھتا ہے

گو یا تعریف ہی دراصل علم ہے. جب ہمیں کوئی شخص ملتا ہے درہم اسکا علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ بھائی صاحب کی تعریف کیجئے! تعریف علم کا باعث ہے اور علم تعریف مجسم ہے. علم کو اگر ہم ایک جسم سے تشبیہ دیں تو اس کی زندگی کا سب سے اعلےٰ اور ابتدائی اصول جو مثل پرانوں کے ہو سکتا ہے وہ تعریف یعنی رچا یا رگوید ہے.

اسی تعریفی علم کا دوسرا انگریزی نام سائنس ہے اور سائنس کے معنی یہی ہیں کہ اشیاء کے اوصاف کی تعریف کرنا. سائنس کے دو حصے ہیں ایک Progressive اور دوسرا Exact پہلے سے مراد یہ لیجاتی ہے کہ جو دن بدن ترقی کر رہا ہے اور دوسرے سے یہ مراد ہے کہ جو بالکل ٹھیک اور غلطی سے مبرا ہونیکی وجہ سے اس قسم کی ترقی یا تنزل کا محتاج نہیں مثلاً ۲ اور ۲ ملکر چار ہوتے ہیں اس اصول کو سائنس یعنی سچے علم کا اصول کہینگے اور "عناصر چوسٹھ ہیں" یہ مسئلہ چونکہ پایۂ تحقیق کو نہیں پہونچا. اس لئے اسکو Progressive یعنی بدلنے یا ترقی کرنیوالے سائنس کے صیغہ میں شامل کرینگے. اگر یہ مسئلہ آج درست مانا جارہا ہے تو کل کو غلط ثابت ہو سکتا ہے لیکن جسکو ہم Exact سائنس یعنی پتا رتھ گیان کے نام سے پکارتے ہیں اس پر ہم تنسیخ ترقی و تنزلی ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی. سائنس کے اندر اعلیٰ رتبہ Exact سائنس یعنی پتھارتھ گیان کا ہے مشکوک سائنس کا دوسرا نام ترقی پذیر سائنس کہا گیا ہے اور اس کا درجہ کبھی غیر مشکوک یا صحیح سائنس کے برابر نہیں ہو سکتا مشکوک سائنس دراصل نامکمل علم ہے جبکہ Exact سائنس یعنی صحیح سائنس مکمل علم کہا جا سکتا ہے لیکن یہ الفاظ کہ سائنس یا علم نامکمل کبھی ہو سکتا ہے دراصل بالکل غلط ہیں. علم کے اوپر یہ الفاظ نہیں گھٹ سکتے. اس بات سے مفہوم ہمیشہ یہ ہے کہ انسان جب کسی علمی اصول کو جیسا کہ وہ ہے. اس حالت میں معلوم کر لیتا ہے تو تب وہ اسکو مکمل علم کا نام دیتا ہے لیکن جب اپنی ناقص عقل وغیرہ کے بوا سطے سبب کسی علمی اصول کی تہ کو نہیں پہونچا تو اسوقت یہ کہتا ہے کہ اسوقت یہ علم نامکمل ہے یا ترقی کرنیکے قابل ہے. لیکن دراصل مراد اس کہنے کی یہ ہوتی ہے کہ انسان اس

قابل نہیں کہ خاص مضمون کے متعلق علمی اصولوں کو بالکل درست طور پر جان سکے چونکہ انسان محدود العقل ہے۔ اِس لئے اُسکا محض اپنی کوشش سے قدرت کے خواص اور اصولوں کو بالکل غلطی سے مبرا جان لینا ناممکن ہے۔ اور موجودہ یورپ اور امریکہ کی علمی تواریخ اس بات کی شاہد ہے۔ ہاں اگر خدا یا پرمیشور جو کہ قدرت کا صانع ہے وہ اپنے گیان سے جو کہ کبھی ناقص نہیں ہو سکتا۔ اُسکو ہدایت دے تو وہ بغیر غلطی کے اعلےٰ اصولوں کو جان سکتا ہے اسلئے الہامی تعلیم کا درجہ کبھی Progressive نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کبھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ خدا کے ظاہر کردہ علم میں نقص یا غلطی ہو سکتی ہے۔ الہامی تعلیم میں کبھی ترقی یا تنزل نہیں ہو سکتا۔ ترمیم تنسیخ کی محتاج نہیں ہے۔ اس کا درجہ سائنس یعنی غلطی سے مبرا علم کا ہے اسکے بیان کردہ اصولوں میں کبھی کوئی غلطی نہیں پکڑ سکتا۔

اوپر کئی منتروں کے پرمان دیکر ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ ویدوں کی تعلیم غلطی سے مبرا۔ مکمل اور بالکل سچائی سے پُر ہے کیا معنی ہوئے کہ وید Exact Science یعنی غیر مشکوک علم ہے اسکو انگریزی میں Infallible کہتے ہیں۔

یہ بات ہم اوپر کہیں بیان کر چکے ہیں کہ انسان میں خود بخود علم کے ایجاد کرنے کی طاقت نہیں۔ بلکہ ایک انسان دوسرے انسان سے سیکھتا آیا ہے۔ اور سب سے پہلے انسانوں نے اسکو ایشور یعنی خدا سے حاصل کیا اور اسی کا نام الہام[1] ہے۔ موجودہ سائنس کی تواریخ اور اُس میں سائنس کو مشکوک اور صحیح دو حصوں میں تقسیم کرنا ظاہر کرتا ہے کہ سائنس میں وہی مسائل صحیح ہیں جنکی اشاعت کرنے والوں نے کسی نہ کسی طریقہ سے ویدک سدھانت کی مدد لی اور جن مسائل میں وہ وید یا ویدک سدھانت کی مدد نہیں لے سکے۔ اُس میں وہ ابھی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ اور ان ٹھوکروں کو وہ مشکوک سائنس کا نام دیتے ہوئے دراصل یہ ثابت کر رہے ہیں۔ کہ انسان محدود العقل وغیرہ ہونیکے باعث اس قابل نہیں کہ از خود درست علم یا راستی کی ماہیت کو پا سکے۔

ہم یہ کہہ رہے تھے کہ علم تعریف مجسم ہے اور اب ہمیں اُسی بات کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ

[1] قرآن مجید بھی کہتا ہے۔ علّم آدم الاسماء کلہا (بقرہ رکوع ۴)

جو کتاب الہامی ہونے کا دعوےٰ تو کرے لیکن یہ نہ کہے کہ میں اشیاء کی تعریف بھی کرتی ہوں۔ وہ کبھی الہامی کہلانے کی مستحق نہیں۔ قرآن اور بائیبل کبھی دعوٰی نہیں کرتے کہ ہم اشیاء کی تعریف کرتے ہیں۔ یا ہمیں موجودات کے صحیح اور غیر مشکوک علم بتلانے سے کام ہے ؛

اِس مختصر سی تشریح سے ہم سمجھ سکتے ہیں۔ کہ رگوید کا دوسرا نام رچا یا تعریفی علم ہے اور یہ تعریفی علم یا رگوید کل علم کی زندگی ہے۔ اگر ہم علم کو ایک جاندار جسم کی تشبیہ دیکے بیان کریں۔ پس وید کا مبارک ارشاد کہ رگوید مثل پرانوں کے ہتھے لگل درست اور صحیح ہے ؛

اب ہمیں دوسری بات کو وچارنا چاہیئے۔ پیشتر اس کے کہ ہم جانیں کہ یجروید کس قسم کے علم کا ذکر کرتا ہے۔ ہمیں ذرا دل کو سمجھ لینا چاہیئے۔ جس کے کہ ساتھ یجروید کو تشبیہ دی گئی ہے۔ ذرا دل کے اوپر ہاتھ دھر کر بتاؤ تو سہی کہ آپکو کیا معلوم ہوتا ہے فوراً آپکو پتہ لگ جائیگا۔ کہ یہ دھڑک رہا ہے۔ یعنی حرکت کر رہا ہے۔ پس حرکت کی عضلون کو جتلانا دل کا کام ہے۔ اور یجروید بھی مثل دل کے حرکت (کرم کانڈ) کے علم کو بیان کرتا ہے۔ عمل فعل کرم تمام حرکت کی ہی صورتیں ہیں ؛

رگوید میں مادی اور روحانی تمام اشیاء کی صفات جو کہ بذریعہ تعریف حاصل ہو سکتی ہیں۔ درج ہیں۔ لیکن اس علم کا کچھ مطلب بھی ہے۔ جسمانی راحت کیلئے ہنر کا ہونا ضروری ہے اور ہنر ریگیہ کی جان حرکت کا حصول ہے۔ پس کرم کانڈ یعنی حرکت کی تعلیم دینا جس سے کہ جملہ صنعت و ہنر پیدا ہوں یجروید کا کام ہے۔ یجروید کا انگریزی ترجمہ اگر ہم کے لفظ سے ادا کریں۔ تو بیجا نہ ہوگا۔ انسان پہلے تعریفی علم کو حاصل کرتا ہے۔ پھر اس سے مفید اشیاء بذریعہ کرم بناتا ہے۔ حرکت۔ ادھیاء اکینڈ ۸ ابیں تیج کے معنے دیوپو جاسگتی کرن اور وان کے کئے ہوتے ہیں ؛

دیوپوجا سے مراد علمی اور مفید اشیاء سے کام لینے کے ہیں اور بغیر کرم یا حرکت کے کوئی کام ہو نہیں سکتا ؛

نگتی کرن کے معنے جوڑنے یا ملانے کے ہیں۔ اور یہ عمل بھی بدوں حرکت کے اصول کے تکمیل کو نہیں پہونچ سکتا۔

دان کے معنے تقسیم کرنے کے ہیں۔ اور یہ عمل بھی بدوں حرکت کے اصول کے تکمیل کو نہیں پہونچ سکتا۔ پس حرکت کے اصول کو مختلف طور پر استعمال کرنے سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ پہلے ہم صنعت وحرفت میں کمال کریں۔ جو کہ دیو پوجا کا دوسرا نام ہے۔ پانی بباعث مفید شئے ہونے کے دیو کہلا سکتا ہے۔ اور اس کی پوجا یہ ہے کہ اسکو ہم کلام میں لائیں۔ جن اشیا کو رگوید نے دیو بتایا دیو (مفید اور اعلیٰ) قرار دیا ہے اُن سے کام لینا یجروید کا منشا ہے۔

پتنی کی چلانے سے ہم دیو پوجا کرتے ہیں۔ جو بجلی وغیرہ جدید تحقیق سے کام لینا دیو پوجا ہے کیمسٹری (علم کیمیا) کے رو سے ہم مختلف اشیاء کو باہم ملانے یا تجربہ کرنے سے مفید مرکب بنا سکتے ہیں۔ اور یہ بات نگتی کرن کے لفظ سے ظاہر ہوتی ہے۔

تمام کلیں اور صنعتیں جو کہ ہم دیو پوجا یا نگتی کرن کے اصولوں کے مطابق بنا سکیں۔ انسان کیلئے کبھی راحت نہیں دے سکتیں۔ اگر دان (تقسیم) کا اصول ساتھ کام نہ کرے یعنی کو ضروریات کے مطابق کارخانے بنانے اور کارخانوں کی پیدا شدہ اشیاء کو دان کے اصول کے مطابق لوگوں میں تقسیم کرنا ہی اُنکو حیاتی آسائش پہونچاتا ہے۔

رگوید کا نام اگر سائنس ہے تو یجروید آرٹ ہے۔ پہلے ہمیں کسی شئے کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ پیشتر اس کے کہ ہم اُس علم کی مدد سے حرکت کے اصول کے مطابق اُس شئے کو مفید صورت دے سکیں۔ یورپ میں جن لوگوں نے کلیں بنائی ہیں وہ پہلے اشیاء کے خواص سے واقف تھے۔ پہلے مغرب میں سائنس بڑھا پھر سائنس کے ساتھ آرٹ (ہنر) بڑھے۔ ہنر سائنس کا نتیجہ ہے۔

رگوید کا مضمون گیان کانڈ ہے اور یجروید کا کرم کانڈ ہے۔ اور اسی لئے کو الفنکار کے طور پر کہا گیا ہے کہ یجروید دنکی ماتا ہے یعنی حرکت کے اصول کی تعلیم دیتا ہے۔

اب ہم تیسری بات کی طرف آتے ہیں۔ مادی یا حیاتی ترقی کا خاتمہ گیان اور

کرم کانڈ پر ہے۔ انسان صرف جسم ہی نہیں بلکہ روح بھی ہے۔ جسمانی ضروریات کے بہم پہونچانے کے لئے علم و ہنر کافی ہیں اور روحانی ترقی کرنے کے قابل بنا دیتے ہیں۔ لیکن روح کی ترقی گیان اور کرم سے نہیں ہو سکتی۔ اگر گیان اور کرم جسمانی آسائشوں کو بہم نہ پہونچاتے تو روح کبھی ترقی نہ کر سکتی سے پراگندہ روزی پراگندہ دل۔ کامہ بالکل درست ہے۔ سے بھوکے مرتے کیا نہ کرتے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ لیکن جہاں گیان اور کرم کی ترقی ہے۔ وہاں بھوکھ جسم کی مٹ جاتی ہے۔ اور جب جسمانی بھوکھ کا خطرہ نہ رہے تو تب روح کو اپنی ذات ترقی کرنیکا موقعہ ملتا ہے پس جہاں گیان اور کرم کانڈ ہوتا ہے وہاں پر روحانی ترقی کا آغاز ہوتا ہے ۔

آتما اصل میں پاک ہے۔ لیکن جب آتما پرکرتی کی اشیاء کیساتھ تعلق کر لیتا ہے تو پرماتما سے دور ہو جاتا ہے اور اسی باعث ناپاک بنجاتا ہے۔ روحانی ترقی سے مراد یہ ہے کہ روح کو اپنی اصلی پاک حالت میں لایا جاوے تاکہ مادی اشیاء کے دام محبت میں یہ گرویدہ نہ ہو جاوے اور بس راحت شانتی کو جس سے یہ مادی اشیاء ہم جنس روحوں میں ٹھیک رہی تھی حاصل کر سکے۔ وہ آنند مادہ یا روحوں کا وصف نہیں بلکہ آنند ایشور کی ذات میں ہے۔ ایشور ہی سروپ آنند ہے۔ پس مادی اشیاء کی تمنا اور موہ سے من کو ہٹا کر ایشور کے نزدیک لانا ہی روحانی ترقی ہے۔ اور اسی کو یوگا شاستر کہتے ہیں جسکے معنی نزدیک نشست (قرب الٰہی) کے ہیں۔ آتما میں یہ کثافت پرکرتی کے تعلق سے آگئی تھی۔ اب پرکرتی کے تعلق کو بڑھانے سے سکا میل دور ہو سکتا ہے۔ لوہے کو اگر پانی کی صحبت سے باعث زنگ (میل) لگ گیا ہے تو اسکو اصلی حالت میں لانے کے لئے آگ میں ڈالنے کی ضرورت ہے آگ کا قرب لوہے کے زنگ کو دور کر سکتا ہے اور اسکو پاک بنا کر اصلی حالت میں لا سکتا ہے ۔

روحانی ترقی کیلئے ہمیں یہی ضروری ہے کہ آتما روپی زنگ آلودہ لوہا ایشور روپی اگنی میں شدھی یعنی پاکیزہ بنانے کیلئے ڈالا جاوے اور یہی سام وید کا مدعا ہے۔ سام وید کو سام وید کے منتروں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ سام اور رگ غفلت کو نکال کر کل جسم کو پاک صاف کر دیتے ہیں۔ اگر جسم کی اصلی حالت کا نام صحت رکھا جاوے تو غفلت کے جمع ہونے

وہ صحت (اصلی حالت) بگڑ سکتی ہے۔ لیکن سام اور رونگٹے غلاظت کو خارج کرنے سے جسم کی اصلی حالت قایم رکھتے ہیں۔ سام اور رونگٹوں کا کام شدھی (صفائی) کرنا ہے۔ اور یہی سام وید کا کام ہے۔ سام وید آتما کی شدھی کے مضمون کو کہتا ہے اور اس آتم شدھی کا ذریعہ اُپاسنا (عبادت) بتلاتا ہے۔ جب آتما ایشور کے نزدیک لایا جاویگا تب ہی اُن کے من سے ایشور اچھا کے خلاف وصف اور عمل دور ہو سکیں گے ایشور روپی آگ میں تپ کر آتما شدہ ہو سکیگا۔ پس روحانی ترقی کا پہلا درجہ شدھی ہے۔ اور یہ شدھی بذریعہ یوگ یا اوپاسنا کے عمل میں آسکتی ہے۔ علم کا وہ حصہ جو روحانی ترقی اور اُسکا وسیلہ شدھی کو بتلاتا ہے۔ وہ سام وید ہے۔ لہذا سام وید کا نفس مضمون آتم شدھی یا اُپاسنا ہے ؛

(معلوم نہیں ماسٹر جی کیا کہہ رہے ہیں شاید آپ نے میں لیکچر دیتے ہی ہیں اس مقدمہ میں ہیں)

اب ہم چوتھی بات کیطرف آتے ہیں۔ ناپاک آتما لگاتار ایشور کی صحبت کرنے سے آخر کار پاک ہو جاتا ہے۔ اور یہ پاکیزگی اوپاسنا کا پھل ہے۔ جیسے بیج تب ہی پاکیزہ ہوتی ہے تب ہی یہ بیج کو حاصل کرنیکے قابل بنتی ہے۔ جب شیشہ پاک صاف ہو جاتا ہے تب ہی یہ نور کو جذب کر سکتا ہے۔ آتما جسوقت اُپاسنا کے ذریعہ پاک ہو جاتا ہے اُسوقت صفات الٰہی کو جذب کر سکتا ہے۔ تب ہی یہ اُس آنند کو جو کہ پرمیشور سے ہی ملتا ہے جذب کر کے آنندت ہو جاتا ہے۔ اور مُکت کہلاتا ہے۔ آنند کے حصول کی تکمیل اُپاسنا کے بعد ہوتی ہے۔ جب آتما میں کوئی میل نہیں رہی تو پھر یہ آنند کو بلا روک جذب کر سکتا ہے اوپاسنا کے بعد گویا آنند کے حاصل کرنے میں جیو کامل کرتا ہے۔ اور سچ پوچھو تو اسوقت جیو کو مکمل جیو کہہ سکتے ہیں۔ جب درخت کو پھل لگنے لگتا ہے تو درخت کے کمال کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ جب پھل پک جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے۔ کہ درخت مکمل ہو گیا۔ اسی طرح جب جیو گیان کرم اور اُپاسنا کی سیڑھیوں سے آنند کی منزل مقصود پر پہونچ گیا تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ جیو مکمل ہو گیا۔ کوئی کمی باقی نہیں رہی +

انسانی جسم میں ڈاکٹر لوگ دماغ کو کُل طاقتوں کا ذخیرہ بتلاتے ہیں۔ جسمانی اعضا

کی کمیوں کو پورا کرنا دماغ کا کام ہے۔ دماغ کا درجہ سب سے اونچا اور اعلیٰ ہے جسم کی تکمیل دماغ کی تکمیل کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔ لیکن دماغ مکھ کا ایک حصہ ہے مکھ میں تمام حسیں جن کے ذریعہ علم حاصل ہوتا ہے رہتی ہیں۔ حرکت بھی تکمیل کیفیات میں مکھ میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں مکھ کے معنی مکمل سر اور اعلیٰ کے ہیں اسی واسطے اتھروید کو مکھ سے تشبیہ دی ہے۔ اتھروید (گیان) مکمل اور اعلیٰ علم کا نام ہے۔ رگوید کو اگر ہم بیج سے مشابہت دیں تو اتھروید کو پھل سے دے سکتے ہیں۔ جو وقت بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اسوقت اُس کی زندگی کا آغاز اُس کے پرانونسے سمجھا جاتا ہے۔ لیکن بچہ بزرگ اور مکمل انسان تب ہوتا ہے جبکہ اُسکا دماغ مکمل ہوجائے دماغ۔ سر یا مکھ کمالیت کی نشانی ہے۔ پس اتھروید کو جب ہم مکھ کہتے ہیں تو اُس سے یہ مراد ہے کہ یہ روح کو گیان (علم معرفت) کے ذریعہ مکمل بنا دیتا ہے۔ اور اسی حالت میں جیو جیون مُکت یا پورن جیو ہو سکتا ہے۔ اور اسی واسطے رشیوں نے کہا ہے کہ "شیش انشوں کی پورتی (تکمیل) کرنا اور سریر سنشوں کو نورت کرنا" اتھروید کا مدعا ہے ؛

کمال خاتمہ کا دوسرا نام ہے۔ تکمیل سے پرے کوئی درجہ نہیں۔ ایشوری آنند سے پرے کوئی راحت نہیں۔ انسانی جسم میں مکھ سے بڑھکر کوئی عضو افضل اور اعلیٰ نہیں۔ اسی لئے علم کا خاتمہ علم کی تکمیل کے ساتھ ہے۔ تمام علم کا مدعا روح کو جسمانی اور روحانی راحت دلانا تھا۔ رگ اور یجو نے جیو مادی اور جسمانی آسائش دلاکر روح کو ترقی کے قابل بنا دیا ؛

سام وید نے روح کو پاک کرکے اصلی پاکیزہ حالت میں کر دیا۔ اتھروید نے روح کی رہی سہی کمیوں اور کمزوریوں کو ایشور کے وصل سے دور کرکے مکمل اور پورن آنند بنا دیا۔

پس وید (علم) کی یہ قدرتی تقسیم رگ یجر۔ سام۔ اور اتھرو ہی ہو سکتی ہے اور یہی بات علاوہ دیگر باتوں کے اس منتر میں ظاہر کیگئی ہے ؛

ऋचे वाचं प्रपद्ये मनो यजुः प्रपद्ये साम प्राण

ऋग्वेदस्य मन्त्रं प्रवच्मि ॥ अ० ३६ मं० १ ॥

اس منتر میں رگ۔ یجر اور سام تین وید وں کے نفس مضمون کا ذکر ہے۔ اس منتر کا نفس مضمون اُس منتر کے نفس مضمون کی بالکل تائید کرتا ہے۔ جو کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ لیکن اس انکار کسی قدر مختلف ہے مگر اُسکا مدعا وہی ہے۔ چنانچہ اس منتر میں

(رگوید، رچاکو۔ واچم یعنی زبان کے فعل سے تشبیہ دی گئی ہے +

(یجروید، کو۔ من کے فعل " " " +

(سام وید) کو۔ پران کے فعل " " " +

ہر شئی کی واچم (کلام) ہی تعریف کرتی ہے۔ اور زبان سے ہمیشہ تعریف کیجاتی ہے جو جیب کے اوصاف ہوں۔ اُنکو تالو تا زبان یا کلام کا کام ہے۔ اسی لئے رگوید گویا بمنزلہ کلام ہے۔ یا یوں کہو کہ موجودات کی تعریف کرتا ہے +

یجروید کو من سے تشبیہ دیگئی ہے۔ من کی دو خصوصیتیں ہیں ایک تو یہ کہ اسمیں پرلے درجے کی حرکت ہے۔ اور دوم یہ کہ باوجود متحرک ہونیکے یہ خواہش کرنیکا آلہ ہے پس یجروید حرکت یعنے کرم کانڈ کے اصول کی تعلیم دیتا اور ساتھ ہی بتلاتا ہے کہ ایسا سوچ سمجھکر کرنے چاہئیں۔ اسی واسطے یجروید کا دوسرا نام من شاستر بھی ہے کیونکہ جو صنعت و حرفت کلا کوشل ایجاد وغیرہ کے کام کرنے ہوتے ہیں۔ وہ بدون سوچنے فکر میں نہیں آسکتے۔ من کے ساتھ یجروید کو تشبیہ دینے سے یہ جتانا مقصود ہے کہ یجروید اُس حرکت کے اصول کی تعلیم دیتا ہے۔ جو کہ خواہش اور سمجھ سے پیدا ہوتا ہے۔ گویا بنشکام کرم کانڈ یجروید کا نفس مضمون ہے +

سام وید کو اس منتر میں پران سے تشبیہ دی ہے۔ لفظ پران کے تین موٹے معنی ہیں (اوّل) ابتدائی حالت (دوم) نشکام کریا (سوم) اصولِ طاقت +

اِس سے پہلے منتر میں ہم نے جہاں رگوید کو پران ثابت کیا تھا۔ وہاں اسکے معنی ابتدائی حالت کے کئے تھے۔ لیکن اسجگہ وہ معنی کرنے درست نہیں یہاں نشکام کریا کے معنی لینے نہایت مناسب اور قدرتی ہیں۔ من سے خواہش کیجاتی ہے۔ اور تمام دنیاوی کام بغیر

خواہش دنیا کے نہیں ہوتے۔ اسی کو سنسکرت میں سکام کرم کہتے ہیں اور یہ بجرد ید کا فرض مضمون ہے۔ جیسا کہ اوپر لکھ چکے ہیں۔ لیکن سکام کے بعد نشکام کا درجہ ہے نشکام کے معنے بغیر خواہش دنیا کے ہیں۔ اور یہ بات وید نے پران کے لفظ سے انکار کے طور پر ادا کی ہے۔ من جہاں آلۂ حرکت ہے۔ وہاں آلۂ خواہش بھی ہے۔ پران حرکت تو کرتا ہے۔ لیکن پران آلۂ خواہش نہیں۔ پس سام وید طریق عبادت سکھلاتا ہے اور عبادت کا آغاز تب ہوتا ہے جب انسان دنیوی اشیا کے بھوگنے کی خواہش کو ترک کر دیوے اسی کو سنسکرت میں ویراگ اور فارسی میں ترک کہتے ہیں۔ ویراگی (تارک الدنیا) سے مراد ہم پیشہ یہ لیتے ہیں۔ کہ جو دنیا میں رہکر دنیا کا بندہ نہ بنے۔ دنیوی ضروری کام کرتا ہوا بھی دل میں انکی خواہش نہ رکھے۔ مثلاً ایک خزانچی سرکار کیطرف سے دس روپیہ ماہوار تنخواہ پاتا ہے ہزاروں روپے اُسکے تحت میں ہیں۔ لیکن وہ کبھی دل میں یہ نہیں سمجھتا کہ میں خزانہ کا مالک ہوں۔ یا اگر اُسکو خزانہ کے کام سے ہٹاکر کسی اور کام پر لگایا جاوے تو اُسکو کبھی رنج نہیں ہوتا۔ وجہ یہ کہ اُسکا خزانہ میں خواہش (ممتا) نہیں ہے دائیہ غیر کے بچہ کو دودھ پلاتی ہوئی کبھی اُسکو من سے اپنا بچہ نہیں سمجھتی جب اُس بچہ کو لے لیا جاوے۔ تو اُس کو دُکھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح عابد یا ویراگی کھانے پینے کے معمولی کام اور لوگوں کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے۔ لیکن وہ دنیوی اشیاء کی خواہش من سے نہیں کرتا۔ من سے تو خدا کے قرب کی خواہش کرتا ہے کیا معنے؟ کہ عابد مثل پران کے نشکام کرما کے ہے۔ پران کسی قسم کی خواہش نہ رکھتا ہوا کھانے پینے کی چیزوں کو تحلیل کرتا ہے لیکن جن چیزوں کو پچاتا ہے۔ اُنکی خواہش اس میں نہیں۔ بھوگ یا راگ سے جب انسان چھوٹتا ہے تب ہی نشکام مارگ (عبادت) میں داخل ہوتا ہے۔ پس سام وید سکھلاتا ہے کہ جس طرح پران شریر میں نشکام ہوکر وچرتا ہے۔ اُسی طرح عابد کو دنیا میں زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ دنیوی خواہشات کا ترک کرانا سام وید کا مدعا ہے اور اسی کا نام پران مارگ یا نشکام مارگ ہے اور اسی کو مہرشی دیانند نے رگوید آدی بھاش بھومکا کے صفحہ ۹۴ پر اس پرکار درشن کیا ہے ؛

समदा परमेश्वरस्य प्राप्ति मेव फल मुद्दिश्य
क्रियते नदः येऽत्र फलायत्न निष्काम संज्ञाः

(مطلب) صرف پرمیشور کے حاصل کرنے کی غرض سے دھرم کے کام کرنا ہی نشکام مارگ ہے جسمیں دنیوی بھوگوں کی خواہش سے دھرم کے کام کئے جاتے ہیں۔ اُسکو سکام کہتے ہیں" ٭

نشکام اور سکام دونوں مارگوں میں دھرم کے کام کرنے ہوتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ سکام مارگ میں دنیوی بھوگوں کی خواہش ہوتی ہے۔ اور نشکام مارگ میں ایشور کے حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے۔ ایشور کے حاصل کرنے کی تدابیر بتلانا سام وید کا کام ہے۔ اور اسی وجہ سے سام وید نشکام مارگ یعنی اوپاسنا کا طریق سکھلاتا ہے اور سکام مارگ ارتھات لوک ایشنا دت ایشنا پتر ایشنا سے ہٹاتا ہے ٭

سام وید کو پران سے تشبیہ دینے کی ایک اور بھی وجہ یہ ہے۔ کہ عبادت میں سام کے ایام یعنی گیت بہت اس کی ضرورت ہے۔ طوالت کے خوف سے اسکی زیادہ تشریح ہم نہیں کرنا چاہتے۔ منتر کے بقیہ حصہ کا نہ ہی ہمنے ترجمہ کیا ہے۔ اور نہ ہی تشریح کیونکہ اس کی تشریح یہاں مطلوب نہیں ہے ٭

منتر دیگر

शं नो मित्रः शंवरुणः शंनो भवत्वर्यमा । शंन इन्द्रो
बृहस्पतिः शं नो विष्णुरुरुक्रमः । यजु. ३६.९

اِس منتر میں لفظ "برہسپتی" سے مراد ایشور کی ہے۔ لیکن برہسپتی کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ بڑی سے بڑی شے یعنی آکاش کا سوامی اور دوسرے وید وانی کا سوامی ٭

جب پرمیشور وید وانی کا سوامی ہے۔ تو بلا شبہ وید وانی ایشور کیطرف سے ہے کیونکہ وہی اسکا پتی اور مالک اور حفاظت کرنیوالا ہے۔ زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں۔

منتر دیگر

तमीशानं प्रथमं यज्ञसाध्यं विशो अग्निं गुह्यं मृज्मसानम्
ऽ० जज्ञिः पुत्रं भरतं सूनुदानुं देवा अग्निं धारयन्द्रविणोदाम् ऋ० १।७ व ३ मं ३

(اس منتر میں لفظ موجود ہے اسکے معنے یہ ہیں کہ ایشور ہی سب جگت کو حرکت اور گیان ویدکا عطا کرنیوالا ہے (مفصل تشریح کیلئے آریہ دیہوتی کے صفحہ ۱۱۹ اور مہرشی دیانند کا رگوید بھاشیہ صفحہ ۱۶۴۹ ملاحظہ فرمایئگا)

منتر دیگر

सप्तऋषीनि द्विाकल्मनाग्नी रिमा प्रजा अजनय
न्मनुं गम् विवस्वता चक्षुसयाम् पञ्चादुवाअरिनं
धारयन द्रविणोदा दाम॥ ऋ० अ १ अ १ व ३ मं २

(सः) जगदीश्वरः (पूर्वया) प्राचीनया (निविदा) वेदवाचा (कल्पता) कल्पं कवित्वं तस्य ते यया वा (ये) ये इनानन्तान् कारणात् (सप्त) प्रत्यक्षाः (प्रजा) प्रजापयन्ते यास्ता (अजनयन्) जनयति

(دیکھو رگوید بھاش کرت سوامی دیانند صفحہ ۱۶۴۶)

(مطلب) انسانوں کیلئے پرمیشور نے پورویا (ازلی) نی دوا (کلام وید) کو جس سے کہ وہ کوتاہی (علم) کی اشاعت کرسکیں۔ آیوہا (ازلی علت) سے آج لی ین (پیدا) کیا ہے ؛

اِس مبارک منتر میں بتلایا گیا ہے۔ کہ کلام وید جو کہ ازلی ہے۔ اسکو پرمیشور نے ازلی علت یعنی اپنے میں سے ظاہر کیا ہے۔ اور دنیا میں جملہ علوم جو کہ اشاعت پا رہے ہیں۔ اُن کا مخرج وید ہی ہے۔ کیونکہ منتر بتلاتا ہے۔ کہ وید دانی کا اپدیش اس لئے کیا گیا ہے۔ کہ انسان علم کی اشاعت اس کی بدولت کرسکیں ؛

اِسی منتر کے اگلے حصے میں بتلایا گیا ہے۔ کہ اُسی پرمیشور نے جس نے کہ ویدوں کا پرکاش

کیا ہے۔ مادی سورج کو اس غرض سے پیدا کیا ہے۔ کہ وہ مادی اشیاء کو دکھا سکے اور اُسی پر میشور نے پانی۔ نباتات وغیرہ بنائی ہیں۔ اور سب دولت کا دینے والا وہی پرمیشور ہے۔ ایسے اگنی (علم مجسم) پرمیشور کو وِدوان لوگ ہاون کرتے ہیں۔ اور اسی کی عبادت کرتے ہیں ؛

منتر دیگر

समानीरुषा पुरुष्मात्र युष्मि विदुष्टे गातुं तनयाय
रचर्विन्।विश्वे गोपाजनि तारो दस्रो दैवा अरिंम
प्यारपद्य विविणदा॥ ऋग्० १।३१।७ व म० ७

(دیکھو پرشی دیانند کرت رگوید بھاش صفحہ ۱۵۶)

त---य

त्मानुम اپنی اولاد کی مانند جیو کیلئے स्वविद् راحت بخش
ویدوانی کو विवन्नू ایشور نے دیا ہے۔ اور مات رشوا (کرتہ ہواؤں) کو پیدا کیا ہے۔ تاکہ وہ ہر ادانی کی اشاعت میں ذریعہ بنے ؛

یہ کلام وید کی ہی خوبی ہے کہ سچائی کو ظاہر کر سکے۔ اس منتر نے کس خوبی سے بتلایا ہے۔ کہ جس طرح باپ اپنی اولاد کی بہتری کے لئے راحت بخش سامان مہیا کراتا ہے اُسی طرح جیو روپی اولاد کے باپ (ایشور) نے سکھ دینے والی کلام وید کا اُپدیش کیا ہے تمام عالم مانتے ہیں۔ کہ اگر ہوا نہ ہوتی تو انسان کی کلام کو دوسرا انسان نہ سُن سکتا ایک انسان کی کلام کو دوسرے انسان کے کان تک پہنچانے کا ذریعہ ایشور نے ہوا (مات رشوا) کو ہی بنایا ہے۔ طوالت کے خوف سے ہم زیادہ نہیں لکھتے ؛

فقرہ ہفتم۔ مولوی صاحب نے مہربانی کر کے اپنے مطلب کو صاف نہیں کیا یا شاید نہیں کر سکے۔ اگر یہ سچ ہے۔ کہ ہر ایک قوم میں ایک پیغمبر گذر چکا ہے اور خدا جانتا ہے۔ تو خدا نے کیوں نہیں اُن کے نام بتلائے ؟ خدا کا یہ کہنا کہ "ہم نے وہی راہ بتلائی ہے۔ جسکی بابت نوح کو ہدائیت دی تھی۔ اور جس کی ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو ہدائیت ہوئی تھی" ؛

مجھے خدا کی واحدانیت پر حیرانی آتی ہے۔ اگر آریہ جاتی میں بقول قرآن کوئی پیغمبر گذرا ہے۔ تو خدا نے اس کا نام کیوں نہیں لکھا؟ عرب کے گرد و نواح کے حبشی موسیٰ ابراہیم اور نوح کے نام جانتا ہے۔ کیا۔ ایران۔ چین۔ روس۔ جاپان۔ آسٹریلیا۔ جنوبی امریکہ۔ شمالی امریکہ۔ یورپ۔ افریقہ وغیرہ میں پیغمبر نہیں گذرے؟ اور اگر بقول قرآن گذرے ہیں تو خدا کو انکا علم نہیں؟ افسوس! کہ عربی خدا کی واحدانیت کیسی دھوئی اور ناقص ہے آگے مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ وہ دین کیا ہے؟ اور جواب دیتے ہیں کہ وہ توحید ہے۔ میرے خیال میں لفظ توحید بالکل بے معنی ہے۔ کیا توحید کے یہی معنی ہیں؟ کہ ایک خدا اگر یہی ہیں۔ تو اس سے کچھ قرآن کی بزرگی ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیا کسی چیز کے ساتھ لفظ ایک کا لگانے سے وہ چیز اعلیٰ ہو سکتی ہے؟ یا سمجھی جا سکتی ہے؟ فرض کرو کہ کوئی کہے کہ بہت چور نہیں صرف واحدہٗ لا شریک یعنی ایک چور۔ تو کیا ایک چور اچھا سمجھا جائے؟ اصل میں جہاں قرآن بار بار لفظ ایک پر زور دیتا ہے جو کہ بے معنی ہے۔ وہاں اسکو چاہیئے تھا۔ کہ اس ایک کی مکمل صفات بھی ظاہر کرتا۔ اگر ایک عمدہ مکمل صفات والا خدا ثابت کر سکتا تو نہایت ہی عمدہ بات تھی۔ لیکن قرآن کے مصنف نے نویں دیہ انیتوں سے لفظ ایک تو سن لیا۔ اور مکمل صفات سن[1] نہ سکا۔

واحد خدا کی کیا مکمل صفات ہونی چاہئیں۔ اسکا فیصلہ علم و عقل و قدرت سے ہی کر سکتے ہیں۔ جو آدمی کہ علم و عقل اور قدرت کی شہادت ماننے والا ہے اسکو شاید مولوی صاحب تو مشکل سے، لیکن آریہ لوگ برابا ایشور کی ہستی کا قائل کر سکتے ہیں کیونکہ قدرت اسکا فعل ہے۔ اس سے صانع کی صفات جانی جا سکتی ہیں۔ اگر قدرت کے اندر انتظام ہے تو ایشور منتظم اور صاحب علم ہو سکتا ہے۔ اگر دنیا میں انسانوں کی حالت رنج و راحت یکساں نہیں تو ایشور کا عدل ثابت ہو سکتا ہے۔ غرضیکہ کوئی بھی صفت ہم ایشور کی ایسی نہیں مانتے جو کہ قدرت اور علم و عقل سے ثابت نہ ہو سکے پس جب ہم کہتے ہیں کہ ایشور کی ہستی کو ثابت کرنے سے ہمارے معنی یہ ہیں کہ اسکی صفات بھی ساتھ ہی ثابت ہو سکتے ہیں۔

---

[1] بالکل غلط۔ خدا کی صفات کا مضمون صفحہ ۱۵ پر دیکھو (مینیجر)

لیکن قرآنی خدا کی تو ایک ہی صفت ہے۔ یعنی ایک ہی یا وحدہٗ لاشریک ہے میرے خیال میں ایک بیشک وہ ہے۔ لیکن وہ کیا ہے؟ اسکا جواب "قرآن ہرگز نہیں دے سکتا۔ کیا معنے؟ کہ قرآن قدرتی خدا کی صفات کو کہہ نہیں سکتا۔ پس محض توحید کا لفظ جبکی کہ مسلمان بڑائی کرتے ہیں بے معنی لفظ ہے کیا؟ کاش ایک عنصر نہیں؟ کیا زمانہ ایک شئی نہیں؟ محض لفظ ایک خدا کی کل صفات بتلانے کیلئے بالکل ناکافی ہے ؛

آگے چلکر مولوی صاحب نے سناتن دہرم گزٹ کا ذکر کیا ہے۔ اور نہایت سنجیدگی سے لکھا ہے۔ کہ "آریہ سماج کو بچر بھاگنے کے کوئی راہ نہیں سوجھتی" مولوی صاحب! اگر آپ نے عدالت میں جاکر یہ الزام ثابت کرنا ہو تو کیا وہاں آریہ سماج کے مخالف کا حوالہ دے کر آپ ثابت کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں کر سکتے یا نہیں کرینگے۔ تو یہاں لکھتے ہوئے آپکے دل میں خیال تک نہ گذرا؟ کہ سناتن دہرم گزٹ کی شہادت سے ہم کیا لکھ رہے ہیں اگر آپ کو انصاف مدنظر ہوتا۔ تو آپ کبھی تو اس مباحثہ میں تشریف لاتے اور آنکھوں سے دیکھتے کہ کس کو بھاگنے کی کوئی راہ نہیں سوجھتی۔ واقعی مولوی صاحب اگر قاضی بنائے جائیں اور اس قسم کے فتوے بلا تحقیق دیں تو بندگان خدا کا خوب انصاف ہو شاید مولویصاحب سمجھتے ہیں کہ تحریر میں امر واقعہ کے خلاف لکھنے کا ڈر نہیں۔ میں نہایت ادب سے درخواست کرونگا۔ کہ کیا مولوی صاحب سناتن دہرم گزٹ کو مستند مانتے ہیں؟ اور اگر نہیں مانتے تو یہاں پر ایسا کیوں لکھدیا؟[1]

اس سے آگے مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ خدا بندوں کی حاجتوں کیمطابق انکے سامان مہیا کیا کرتا ہے۔ جس سے مطلب آپکا یہ ہے کہ بندوں کی حاجتیں اتنی رہتی ہیں پہلے زمانہ میں تو انسان پَر رکھتے اور ہوا میں اڑتے تھے۔ اب چونکہ انسانکے پَر نہیں رہے (نہ معلوم کیوں) اسلئے خدا نے اب چلنے کیلئے زمین کا فرش بچھا دیا ہے پہلے لوگ شاید اور قسم کے الہام کے محتاج تھے۔ لیکن حضرت صاحب کیوقت میں کوئی انسانی فطرت ہی بدلگئی اور اسکو قرآن کا سا ناقص الہام درکار ہوا۔ خدا یہ بھی بقول

[1] مولوی صاحب نے مستند سمجھکر نہیں لکھا۔ بلکہ چند وقتوں کا کلام نقل کیا ہے دیکھو صفحہ ۳۵ (منیجر)

آپ کے کہتا ہے کہ "اپنے بناوٹی دوستوں اور اماموں کے پیچھے مت چلو"۔ مگر پھر بھی کیسی ناقص اور ادھوری نامکمل بات ہے۔ کیا مکمل خدا ایک مکمل فہرست دنیا بھر کے امامو ں کی اُنکے نام و پتہ کے نہیں دے سکتا تھا۔ اچھا اگر اُسے فرصت نہ تھی تو اتنا تو ضرور کرتا کہ بناوٹی دوست یا امام کی پہچان ہی بتلا دیتا۔ کیا بناوٹی دوست وہ ہے؟ جو علم و عقل اور راستی کے خلاف وعظ کرے۔ اگر یہ تعریف خدا کو منظور ہے تو پھر حضرت محمد صاحب جنکے قرآن میں علم و عقل و راستی سے خلاف باتیں پائی جاتی ہیں۔ بناوٹی دوست اور بناوٹی امام ثابت ہونگے اور پھر لوگوں کو چاہیئے کہ اُنکے پیچھے ہرگز نہ چلیں[1]۔

آگے چلکر جناب لکھتے ہیں کہ یہ قرآن بہت سی ایسی باتیں بھی بنی اسرائیل کو بتاتا ہے۔ جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔

مجھے آج معلوم ہوا کہ قرآن کے مصنف کو تاریخ لکھنے کا بخوبی مادہ نہ تھا۔ بھلا تاریخی باتوں اور معمولوں میں اسکے کیا معنے؟ ایسی باتوں سے مکمل خدا کا کیا مطلب؟ گول مول کارروائی خدا بھی معمولی آدمیوں کی طرح کرنیکا عادی ہے۔

اور دیکھئے کہ "ہم نے تم سے پہلی کتاب والوں کو اور تمکو بھی یہی آیت کی ہے کہ خدا سے ڈرتے رہو" واہ! کیا کہنا! خدا کو لفظ کتاب کا ہی آتا ہے۔ گیان تو اُس کے دماغ میں سما نہیں سکتا۔ پہلی کتاب کا پھر دیکھئے! نام تک نہیں بتایا۔ مہمل باتیں ہیں وہ کونسی پہلی کتاب ہے؟ کہ پہلی کتاب کے بعد قرآن دوسری ہے۔ اور کیا جس طرح پرائمری کلاس میں جاکر تیسری کتاب پڑھتے ہیں کل کو کوئی تیسری کتاب پہلی کتاب کا لفظ جس فصاحت سے استعمال کرتا ہے اُس سے ایک معمولی آدمی بھی بلا تامل یہ نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ قرآن کے خدا کے ذہن میں کتاب کو تارنے یا گرانے کا ہی خیال ہے گیان کو دلمیں بذریعہ تحریک ڈالنے کا نہیں پس جبکہ عقل نے ثابت کر دیا ہے کہ کوئی کتاب خدا کیطرف سے نہیں گر سکتی اسلیئے قرآن کا یہ قول غلط اور مہمل ہی ثابت ہوا۔

[1] یہ محض آپکا دعوٰی ہی دعوٰی ہے جو آجتک ثابت نہ ہو سکا۔ پنڈت دیانند جی بھی اسی حسرت میں چل بسے۔ بناوٹی دوست وہ ہیں جو قرآن کی تعلیم کے خلاف کہیں۔ آیت میں غور کریں (مینجر)

میں نے اوپر ابھی کہا تھا۔ کہ قرآن میں جابجا ایک کا لفظ تو ہے۔ لیکن خدا کی اُن اعلےٰ مکمل صفات کا مکمل ذکر نہیں جو کہ ہم عقل یا قدرت سے ثابت کر سکیں۔ لیجئے! اسکی گواہی میں مولوی صاحب کا پیش کردہ فقرہ کہ خدا سے ڈرتے رہو کیا خدا ہوّا یا ڈراونی چیز ہے؟ جس سے ڈریں۔ بُری شئے سے ہمیشہ ڈرنا چاہیئے نہ کہ نیکی مجسم خدا سے۔

کہاں وید کے مبارک الفاظ کہ "ایشور

اوم بھوہ" پران سے بھی پیارا ہے" ॐ भूः

" بھواہ" دکھوں کا ناش کرنیوالا ہے" ॐ भुव

" سواہ" جملہ راحتوں کا دینے والا ہے"۔ (دیکھو گایتری منتر) ॐ स्व

सनातनत्व وہ پتا کی مانند ہے" تت سوتیا" وہ سب کا داتا پتا ہے۔ ایتادی ہے

युत्र आनन्दश्च मोदश्च (دیکھو سنسکار ودھی سنیاس وشے) وہ پرمیشور راحت اور آنند مجسم ہے کل خوشیوں کا منبع ہے۔

"وشنو دیوی"۔ سندھیا کے پہلے ہی منتر میں کہا ہے۔ کہ وہ جملہ راحتوں اور مکمل آنند کی گویا بارش کرنیوالا ہے۔

"وشوانی دیو سوتیر" وغیرہ اس منتر میں کہا گیا ہے۔ کہ پرمیشور جملہ برکتوں۔ راحتوں۔ آنندوں۔ نیکیوں اور خوبیوں کا دینے والا ہے۔ اور جو انسان کی سچی بہتری کے لئے ضروری ہے۔ وہی وہ کر رہا ہے۔ اور تمام برائیوں اور گناہوں کو انسان اُسی کے وصل سے دور کر سکتا ہے۔

جو چیز انسان کے مرغوب طبع یا موافق مزاج ہوا کرتی ہے اُس سے انسان ڈرتا یا بھاگتا نہیں بلکہ اُسکو پیار کرتا ہے۔ کیا انسان نیکی مجسم راحت مجسم خدا سے کبھی بھاگنا یا اُس سے ڈرنا منظور کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ سنسکرت میں عبادت کیلئے لفظ اُپاسنا ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ پرمیشور کے نزدیک ہونا اور ہم آریہ لوگ ہمیشہ عبادت سے یہی مراد لیتے ہیں۔ کہ ہم ایشور سے پیار کریں اور آتما کو اُس سے ملائیں اور اُسکا قرب حاصل کریں۔ کیا جبکہ قرآن خدا کو ڈراونی شئے بتلا رہا ہے تو اُسکی عبادت کون کر سکتا ہے اور

کیلئے اُس سے پریم ہو سکتا ہے۔ پس ایسے قرآن کو دُور سے ہی سلام۔ جو کہ لوگوں کو برائی سے ڈرانے کی بجائے نیکی اور راحت مجسم خدا سے ہی ڈرنا اور بھاگنا سکھاتا ہے"

آگے چلکر مولوی صاحب نے اپنی تاریخ دانی کا نہایت اعلیٰ ثبوت دیا ہے آپ لکھتے ہیں "میرا قول لکھتے ہیں یعنی یہ کہ قرآن سے پہلے ہند مصر یونان۔ چین وغیرہ میں علمی ترقی ہو چکی تھی"

اور پھر دیکھئے! کہ کل ملکوں کی علمی ترقی کا رد شیخ سعدی کی ایک ہی تک سے کر دیا۔ میرے اس بیان کو رد کرنے کے لئے کسی بھی تواریخ کا آپ نے ذکر تک نہیں کیا صرف آپ نے یہ لکھدیا ہے کہ ؎

گُل ست سعدی و در چشم دشمناں خار ست

یہ لوگوں کو آج ہی کا پتہ لگا۔ کہ تاریخی امور مسلمہ کے جواب میں آپ سے مولوی صاحبان گلستاں کا مصرعہ پڑھکر گذارہ کر لیا کرتے ہیں۔ اگر آپنے تاریخ نہیں دیکھی تو چُپ رہتے لیکن ہر جگہ گلستاں کے شعروں سے کام نہیں چلیگا۔ پس میرا بیان ثابت ہے آپنے کوئی تاریخی حوالہ دیکر اُسکا رد نہیں کیا۔ مولوی صاحب نے جب دیکھا۔ کہ تاریخی امور مسلمہ کا جواب تو ہم سے نہیں بنے گا۔ پھر آپ کو تاہ ہتھیاروں پر آگئے اور تاریخ کے حوالوں کی بجائے اپنے دل کا بخار بے معنی اس طرح پر نکالنے لگے:۔

"مجھے یہ گمان نہ تھا۔ کہ آپ اس درجہ حق سے متنفر ہونگے کہ قرآن کے مقابلہ میں ایک اور ایک دو کہنے سے بھی جی چرائینگے"۔ انسان کو چاہیئے کہ جب دوسرے کو الزام دے تو کم از کم اُسکو ثابت تو کر دے۔ کیا اگر میں یہ لکھدوں کہ فلاں شخص کے سر پر سینگ ہیں تو میرا ایسا لکھ کوئی مان سکتا ہے؟ مولوی صاحب کا یہ فرمان کہ میں درجہ حق سے متنفر ہوں۔ سراسر لغو اس لئے ہے کہ انہوں نے کوئی بھی تاریخی حوالہ دیکر میرے بیان کا رد نہیں کیا؛

آگے لیجئے! مولوی صاحب کی نئی تاریخ۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"جناب من! ہند جو ہمیشہ سے بُت خانہ رہا ہے"۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ فقرہ مولوی صاحب نے اُس تاریخ ہند سے نقل کیا ہے۔ جو کہ آپکے دماغ مبارک میں ہے۔ جسے

منشی ذکاء اللہ وغیرہ کئی مسلمان اصحاب کی تاریخیں بھی پڑھیں لیکن انہیں ایسا فقرہ کہیں نہیں پایا۔ انگریزی میں جتنی بھی تواریخیں ہیں ان میں بھی ایسا بیان نہیں ملتا مولوی صاحب کی دیدہ دلیری واقعی قابل تعریف اور تاریخی واقفیت یاد رکھنے کے قابل ہے

اس سے بڑھکر لاعلمی تاریخ کی مولوی صاحب نے چین مصر، یونان وغیرہ کی بابت دکھلائی ہے اور پھر آگے چلکر توحید کی وہی بے معنی سُر الاپی ہے اور خارج از معنی ذکر چھ کروڑ آدمیوں کو مسلمان بنانے کا کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مان لیا کہ مسلمان چھ کروڑ نہیں بارہ کروڑ ہیں پھر اس تعداد سے کیا ثابت ہوگا؟ آپ یہ تو ثابت کر لیتے کہ قرآن میں بت پرستی۔ مردم پرستی۔ شہوت پرستی اور بے علمی کی باتیں نہیں ہیں جبکہ قرآن بیچارے پرانوں سے بڑھکر بت پرستی اور مردم پرستی وغیرہ کی تعلیم دے رہا ہے تو آپ کا یہ شیخی بگھارنا بے سود نہیں ہے؟ مولوی صاحب کو لکھتے وقت خیال نہ آیا کہ ان چھ کروڑ میں سے پونے چھ کروڑ تو قبر پرستی۔ تعزیہ یعنی کاغذ پرستی۔ کعبہ یعنی مکان پرستی اور انسان یعنی حضرت پرستی کے زرخرید غلام بن رہے ہیں اور اگر مولوی صاحب کا یہ طعنہ ہے کہ آریہ سماج نے بت پرستی کو بہت جلد نہیں اکھاڑا تو میں کہونگا کہ بیس سال کے عرصہ میں جو ترقی کہ آریہ سماج نے کی ہے اور جس سرعت سے کہ بُت پرستی کو اس تھوڑے عرصہ میں اکھاڑا ہے وہ تیرہ سو اسلام کو آجتک حاصل نہیں ہوئی صدیوں کی کوششوں سے بھی اسلام مکروہ قبر پرستی کو اپنے میں سے دُور نہیں کر سکا۔ آریہ سماج کے اپدیش نے تو وہ کام کیا ہے جو محمدی تیغ بھی نہیں کر سکی۔ بھلا ہندوؤں کے درمیان سے بت پرستی کو دور کرنا آسان کام تھا اور کیا کبھی اسلام کر سکتا تھا! نہیں نہیں! ہرگز نہیں۔

فقرہ ہشتم (صفحہ ۳ کتاب ہذا) لیجئے! آپ کے اصول نمبر ۲ میں نقص عرض کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں کہ "جو امر اور کام ایک فرد انسانی کرتا ہے دوسروں سے بھی ممکن ہے"، یہ عبارت ناقص ہے اس میں یہ الفاظ جبتک نہ درج کئے جائیں تبتک

لہ یہ ماسٹر صاحب کی اسلام سے واقفیت ہے کہ جہلا کے کاموں سے اسلام پر الزام لگاتے ہیں آگے ہ ماسٹر صاحب ہم اور آپ نہ تو ملکر قبر پرستوں وغیرہ کو روکیں (منیجر)

آپکا اصول پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتا۔ الفاظ یہ ہیں "جن حالات کے اندر جو سر در کام ایک فرد انسان کرتا ہے۔ انہیں حالات کے اندر وہی دوسرے بھی ممکن ہے"

اصول نمبر ۱ میں خدائی مذہب اور تعلیم بے معنے طور پر استعمال کئے گئے ہیں خدائی مذہب یا تعلیم درست ہے نہ کہ جو حضور والا نے لکھا ہے۔

اصول نمبر ۲ یہ خود اصول نہیں ہو سکتا بلکہ اصول کا نتیجہ ٹھہر سکتا ہے ضمنی بات کو اصول قرار دینا غلطی ہے۔

فقرہ نہم۔ اس میں آپ نے قرآن کی خاص باتوں کا ذکر کیا ہے جسکو آپ اس کے تعلیمی حصہ میں سے لیتے ہیں۔

(۱) "خداوند فرماتا ہے کہ ہماری قدرت کاملہ کے نشان انکے حق میں رات کا وقت ہے جس سے ہم دن کی روشنی کو نکال لیتے ہیں اور سورج اپنے وقت تک چلتا ہے" وغیرہ وغیرہ۔

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ رات کیا شے ہے اور دن کی روشنی کو نکال کر کہاں رکھا جاتا ہے؟ اور سورج سے کیا مراد ہے؟ قرآن کی عبارت تو مہمل ہی ہوا کرتی ہے لیکن مولوی صاحب نے بھی اس کو واضح نہیں کیا یہ کیا بات ہے۔

(۲) "خدا نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے۔

یہ کیا فرشتے ہیں یا انسان! کام سے کیا مراد ہے! اور کیا جنکو کام میں لگایا ہے ان کا علم بھی کہیں قرآن میں دیا ہے! سورج کی روشنی میں کتنے رنگ ہیں سورج کی حرارت سے کیا ہوتا ہے! وغیرہ وغیرہ۔

علمی باتوں کا ذکر تک تو قرآن میں نہیں، سورج اور چاند کے گھومنے کا تو ذکر کیا ہے لیکن یہاں پر زمین کی گردش کا ذکر کیوں نہیں! معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص معمولی آدمیوں کی طرح ظاہری مشاہدہ سے دیکھتا تھا کہ سورج چاند گھوم رہے ہیں لیکن زمین کی گردش کی بابت اُسے کوئی علم نہ تھا اگر ہوتا تو قرآن میں کیوں نہ لکھتا۔

(۳) آگے قرآن میں زمین سے دانے کھجوریں اور انگوروں کا ذکر کیا ہے؛

ادویات سونا۔ چاندی وغیرہ بے شمار اشیاء جو زمین میں بہری پڑی ہیں انکا ذکر تک نہیں بارش کا لفظ تو ہے۔ لیکن نہیں بتلایا کہ بارش کیونکر پیدا ہوتی ہے کس اصول پر کام ہو رہے ہیں علمی ذکر کچھ بھی نہیں جاہلوں کی سی موٹی موٹی باتیں ہیں ۔

(۴) "خدا وہ ذات پاک ہے جس نے زمین کو پھیلایا۔ اس میں پہاڑ۔ دریا پیدا کئے اور ہم بعض کے پھل کو بعض سے عمدہ کر دیتے ہیں" وغیرہ ۔

زمین آیا گول ہے یا کیا؟ پھیلایا تو کیا پہلے سکڑی ہوئی تھی۔ کس چیز سے زمین بنی کس کے بعد بنی اور اس کی علت مادی کیا ہے؟ وغیرہ جیسیوں علمی سوال ہیں جنکا کہیں بھی ذکر تک نہیں بھلا یہ باتیں تو جاٹ لوگ بھی جانتے ہیں اس میں کیا بڑی علمی بات ہے۔

(۵) آگے خدا دہریوں کو سمجھاتا ہے کہ تیرے رب کی طرف سب چیزوں کی انتہا ہے اور مولوی صاحب تشریح فرماتے ہیں کہ بیشک "ایک چیز سے دوسری پیدا ہوتی ہے" وغیرہ تو کیا مولوی صاحب کا یہ مطلب ہے کہ ان مادی اشیاء کی علت مادی خدا ہے اگر ایسا ہے تو خدا بھی مادہ ہوا۔ واہ کیا کہنا اس قرآن کی فلاسفی پر جس نے خدائی روح کو مادہ ہی بنا دیا ۔

(۹) "میرے سوا کوئی معبود برحق مالک الضاف نہیں اور اس کے فرشتے اور سب علم والے بھی گواہ ہیں" مولوی صاحب، فرشتوں کی گواہی بھلا انسان کیسے سن سکتا ہے۔ فرشتے کہاں رہتے ہیں؟ کیا آپ نے انکی گواہی کبھی سنی؟ جیسے فرشتے موجود تھے ہیں ویسے ہی خدا ہوگا ۔

(۷) "خدا شرک ہرگز نہ بخشیگا، خوب! باقی باتیں تو ظاہر ہوا کہ منت سماجت سے بخش ہی دیگا۔ واقعی اس فقرہ سے تمام گناہوں کی تعلیم پائی جاتی ہے جیسے کوئی کہے کہ میں چور کو ہرگز نہ بخشونگا تو ظاہر ہے کہ جھوٹے اور زانی کو بخش سکتا ہے ایک انسان یہ کہا جائے اور اکائی یعنی حساب کا ہندسہ پڑھتا جائے کہ خدا ایک ہو اور تمام گناہ کرتا جائے خدا اسکو بخش دیگا واہ یہی قرآن کی تعلیم ہے! جسکا آپ فخر کرتے ہیں ۔

(۸) "مکہ کے مشرکوں کو جو کعبہ میں بت پرستی کرتے تھے فرمایا کہ "اس گھر کے مالک یعنی صرف خدا کی عبادت کریں، خوب! الہامی کتاب اور اس میں جغرافیہ کا ہونا کیسا موزوں دکھائی دیتا ہے۔ مکہ اور کعبہ کے بتوں کا ذکر، متھرا اور بنارس کے بتوں کا ذکر کیوں نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ عرب سے باہر خدا دنیا کا علم نہیں رکھتا اور دیکھئے کعبہ خدا کا گھر ہے اور خدا اس گھر کا مالک۔ کیا خوب! محیط کل اسی کا نام ہے۔

(۹) خدا نے تمکو ایک دوسرے پر رزق کی بڑائی دی ہے۔ پس نہیں بڑائی دینے والے اپنے مال غلاموں کو دیکر اُن سے برابر ہوتے تو کیا خدا کی نعمت سے انکاری ہوتے ہیں"۔

ایہا جب خدا نے ہی لوگوں کو دکھ سکھ میں غریب امیر بنا کر ڈالا ہے تو پھر وہ کیوں لوگوں سے امید کرتا ہے کہ وہ امیر ہونے پر اپنا مال غلاموں کو دیکر انکے برابر بنا لیں یعنی جو خدا بھی نہیں کر سکا وہ خود کیونکر کر لیں۔ خدا اگر برابر بنا دیتا تو بیچارے غلاموں پر ظلم تو نہ ہوتا۔ خدا لوگوں سے جھوٹی امید رکھتا ہے۔ اول تو لوگ کر نہیں سکتے کیونکہ جو خدا نہیں کر سکا وہ کیونکر کر لینگے! اگر کریں تو خدا سے بڑے ہو جائیں دیکھئے شاستر نے بتلایا ہے کہ ایشور نیا کاری جیوں کے کرموں کا پھل پرداتا ہے غریبی امیری لوگوں کے اعمال کا نتیجہ ہے لیکن قرآن میں جیو اور اعمال کا ذکر کہاں یہ فلسفہ کی باتیں اس علم سے خارج کتاب میں کہاں سے آسکیں! یہ آیت ثابت کر رہی ہے کہ خدا عالم ہے غریب امیر بغیر کسی سبب کے اس نے پیدا کئے ہیں۔

(۱۰) خدا کا اور فلسفہ سنئے گا، "خدا کا شکر کرو اور زمین میں پہاڑ بنا دیئے تاکہ بسبب حرکت پانی کے تمکو نہ ہلا سکے وغیرہ" معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا مصنف سمجھتا ہے کہ پہاڑ زمین کیساتھ گردش نہیں کرتے۔ اسکو کیا معلوم تھا کہ کبھی میری باتوں کی بھی علم و عقل سے پڑتال ہوگی جو من میں آیا لکھ مارا۔ پہاڑ پانی کی حرکت روکنے کو خوب میخیں گاڑی ہیں علم طبعیات کا کمال اسی آیت نے کر دیا!۔

آگے جو مولوی صاحب نے صفات باری، تہذیب خلاق تدبیر منزل معاملات

اطاعت۔ قانون فوجداری دیوانی۔ جنگ فارن آفس۔ وغیرہ کی سرخی دیکر لکھا ہے اس کو پڑھکر تو بے اختیار ہنسی چھوٹتی ہے کہ یہ کیا باتیں ہیں! ان میں کہیں بھی کسی اعلیٰ علمی اصول کا ذکر تک نہیں اور کوئی بھی علمی بات ایسی نہیں لکھی جو علم و عقل سے پایۂ ثبوت کو پہنچ سکے۔ یہ باتیں تو ویسی ہیں کہ جیسے بچے کھیل کو وقت جج مجسٹریٹ بنجاتے ہیں جہاں لڑنے کا لفظ دیکھا اسکا نام مولوی صاحب نے محکمہ جنگ رکھدیا۔ جہاں کچھ بھی نظر نہ آیا وہاں فارن آفس ہی رکھدیا۔ میں حیران ہوں کہ ان صفحوں میں جو باتیں مولوی صاحب نے لکھی ہیں اُن میں کس کس بات کی تردید کروں! کوئی بھی مسئلہ تو علم و عقل کا مجھے نظر نہیں آتا۔ صفات باری پر مولوی صاحب اتنا خم ٹھوکتے تھے لیکن کہیں بھی خدا کو عادل اور شیطان کے اوپر غالب دلوں کے اعمال کا پھل دینے والا۔ محیط کل۔ علم کل وغیرہ وغیرہ صفات والا ثابت نہیں کرسکے اور سچ ہے کرتے بھی کہاں سے جبکہ قرآن میں علمی مسائل ہی نہ ہوں تو یہ کہاں سے لائیں! ۱۲۔ فقرہ دہم (صفحہ ۴۰ کتاب ہذا) یہاں پر مولوی صاحب نے ثابت کردیا کہ قرآن اجتماع ضدین کا مجموعہ ہے یعنی کہیں لکھا ہے کہ شیطان سب کو گمراہ کرتا ہے کہیں لکھتے ہیں کہ نیک بندوں پر دباؤ نہیں ڈالتا۔ ہم تو جاننا چاہتے تھے کہ اصل مسئلہ کیا ہے آیا شیطان کو ماننا یا نہ ماننا؟ آگے چلکر فرماتے ہیں کہ "سب لوگ خدا کے دربار میں حساب دینے کو حاضر ہونگے"۔ خوب! اتنی دیر دورہ پیرود ہونگے؟ کیا خدا اتنی دیر انصاف نہیں کرسکتا؟ آگے چلکر اوگون کا ذکر کرتے ہوئے ہندوؤں کی گیتا کو اپنا دکیل بنا بیٹھے ہیں لیکن اتنی معمولی بات کا جواب آج تک کوئی بھی مسلمان نہیں دیتا کہ محدود اعمال کا نتیجہ اور غیر محدود ثمرہ کس منطق سے خدا دیگا؟ اگر دیگا تو کیا وہ عادل خدا کہلا سکتا ہے اس فقرہ میں وہی باتیں بار بار دوہرائی گئی ہیں جنکی کافی تردید آگے کئی مرتبہ ہوچکی ہے اس لئے بیان کو طوالت دینا لاحاصل ہے۔ بدھی مان میری اور مودی صاحب کی تحریر کو علم و عقل اور قانون قدرت کی کسوٹی سے پرکھکر سچ اور جھوٹ کا خود ہی فیصلہ کرلینگے؛

لہ اپنے حال پر رونا تو نہیں آتا ہمیں +

مولوی صاحب

میرے پیارے ماسٹر!

۳۱ جولائی کا دن بھی کیا ہی میرے حق میں خوشی کا دن ہے کہ امرت سر میں اُس روز بارش بھی عمدہ ہوئی جس سے تمام لوگ خوشیاں منا رہے تھے۔ میں بھی دوستوں کی مجلس میں آموں کی دعوت اڑا رہا تھا کہ اتنے میں رسالہ آریہ مسافر پہنچا کہ اُس میں آپکا مضمون جس کے دیکھنے کو مدت آنکھیں ترس رہی تھیں بجواب نقیر "ختم شد" دیکھنے میں آیا بیساختہ منہ سے نکلا کہ ؎

خواستیم آنچہ ما فراز آمد ٭ آب از چو رفتہ باز آمد

لیکن مضمون پڑھنے سے وہ خوشی جو ابتدا میں ہوئی تھی نہ رہی آخر مثل اوّل یہ شعر زبان پر جاری ہوا ؎

چو آرزو ہے اسکا نتیجہ ہے انفعال ٭ اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہ ہو

اسکی وجہ یہ ہے کہ میں امید لگائے ہوئے تھا کہ آپ میرے نقرہ نمبر ۴۰، ۴۱ کتاب ہذا کے مقابلہ میں ضرور ویسے ہی اسی قسم کا نقشہ دکھا کر ..... میرے پیش کردہ نقشہ سے مقابلہ دکھائینگے۔ کیونکہ میں نے یہ نقشہ حسب درخواست آپ کے لکھا تھا۔ چنانچہ رسالہ نمبر ۲ جلد اوّل صفحہ ۲۵ کتاب ہذا پر آپ کی درخواست موجود ہے ملاحظہ فرمادیں مگر باوجود اس درخواست کے آپنے میرے بیان کردہ مضمون پر اعتراضات جنکا جواب آگے آئیگا، تو کئے لیکن یہ نہ ہو سکا کہ اسکے مقابلہ میں اپنے پہلو کی طرف سے جس طرح میں نے کہا تھا ثابت کر دیتے۔ کیوں نہ ہو ؎

؎ اس لئے کہ ۹، اگست ۱۹۰۰ء کو مولانا صاحب نے پرچہ دیا تھا جسکا جواب ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء کو پورا پہنچا اتنی مدت میں جس قدر تقاضا کے خطوط مولوی صاحب نے لکھے اور ان کے جواب میں وعدے ہوتے رہے وہ تو ایک دفتر ہے خلاصہ ان سب کا یہ ہے ؎

وعدہ وصل تمہارے نہیں سچے ہوتے ٭ ہاں غلط ہو گئے آپ کے اقرار کئی (منیجر)

زاہد نداشت تاب جمال پری خاں ✦ کنجے گرفت و ترسِ خدا بہانہ ساخت

ایسی ہی شکایت کے موقعہ پر میں نے سعدی مرحوم کا قول ؎

گل ست سعدی و در چشم دشمناں خار ست

لکھا تھا۔ خیر اس شکایت کے بعد دوسری شکایت وہی ہے جو میں اپنے سابقہ مضمون کے شروع میں کر چکا ہوں کہ آپ تقلید سوامی دیانند جی وغیرہ مسلمانوں کا خدا "قرآنی خدا" و پرانی خدا" وغیرہ وغیرہ الفاظ استعمال کرتے ہیں مگر چونکہ میں سب کا خدا ایک ہی جانتا ہوں اس لئے ایسے الفاظ استعمال کرنا موہم شرک سمجھتا ہوں۔ یہ الفاظ آریہ سماج کو مبارک ہوں۔ میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ میرے پیارے باشر میں بھی ایک آدم زاد ہوں اور عموماً آدمیوں کی طرح بدخصلتیں (ایذا رسانی۔ بدزبانی بدی طرح انتقام لینا) مجھ میں بھی ہیں۔ مگر چونکہ خدا کی سچی کتاب (قرآن شریف) کو اپنا ہادی مانتا ہوں جو باتیں میں آخر (مناظرہ بہت عمدہ طریق سے کرو) کہکر جو شیطانی بندوں کو راہ راست پر لاتی ہے اس لئے ایسے الفاظ جن سے میرے مخاطب کو رنج پہونچے لکھنے سے حتی المقدور کنارہ ہی حکم جانتا ہوں غرض ؎

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں

میرے خیال میں تو اب بحث ختم ہو چکی ہے اب ناظرین کی توجہ اور فیصلہ ہی رہا ہے اسی لئے میں چاہتا تھا کہ بس کروں مگر بعض دوستوں نے جو آپ کے بھی دوست ہیں لکھنے کی ترغیب دی اس لئے یہ سطور عرض کر کے امید کرتا ہوں کہ تاریخ اشاعت مضمون ہذا سے ایک ہفتہ تک جواب ضرور دیدینگے بعد ازاں میں اس مضمون کو کتاب کی صورت میں شائع کرنا چاہتا ہوں جسکا میں متعدد اشتہار دیچکا ہوں اور میرے دوست حساب ہو رہے ہیں پس میں آپ کے مضمون کا مختصر مختصر جواب عرض کرتا ہوں کیونکہ مفصل میں اپنے خیال میں دیچکا ہوں۔ فقرہ اول (صفحہ ۱ کتاب ہذا) میں آپ نے وہی سوال چھیڑا ہے کہ کتاب الہامی مدعی ہے یا شخص الہامی؟ (صفحہ ۲ کتاب ہذا) پر میں عرض کر چکا ہوں کہ اصل میں تو کتاب ہی مدعی الہام ہو گی مگر چونکہ کتاب کا دعویٰ

ہمکو اور سب دنیا کو علیم کے ذریعہ پہونچتا ہے اس لئے اُسکو بھی شرنگیہ طوی مجازاً کہا جاتا ہے اسپر میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کو کیا شبہ پیدا ہوتا ہے اسکی مثال بالکل ایسی ہے کہ بادشاہ وقت کا حکم حاکم ضلع کے وسیلے سے پہونچتا ہے اس لئے حاکم ضلع کا حکم بھی اس کو کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ باقی آپکی تقریر ناظرین کے حوالہ کرتا ہوں ۔

فقرہ دوم (صفحہ ۱۰ کتاب ہذا) میں آپ کو شبہ ہوا یا دانستہ تجاہل عارفانہ کر رہے ہیں کہ الہامی کتاب جب مدعی ہوئی تو اس کی تعلیم گواہ کیسے بن سکتی ہے ؟

مہربان ماسٹر صاحب! الہامی کتاب بحیثیت اُس فقرہ کے جس میں دعوے الہام کے مضمون کا ہوگا مدعی ہوگی اور اسی کتاب کی پاکیزہ تعلیم (باستثنا فقرہ مذکور) کے کیونکہ وہ دعوی ہے، اس کتاب کے حق میں گواہ ہے۔ میں حیران ہوں کہ آپ ایسے بدیہی اور واضح مضمون میں کیوں اُلجھتے ہیں! ہاں میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو کتاب کے سمجھنے میں غلطی ہوتی ہے آپ جانتے ہیں کہ کتاب تو نام ہے اوّل سے آخر تک کے مضمون کا۔ پھر جو فقرہ اس میں دعوی الہام کا ہوگا وہ بھی کتاب کا جزو ہے تو ایک ہی چیز آپ ہی مدعی اور آپ ہی گواہ کیسے ہو سکتا۔ بکر میں امید کرتا ہوں کہ پہری مذکورہ بالا تقریر سے آپکو یہ شبہ نہ رہا ہوگا۔ مثال کے طور پر سنئے! ہندوستان نام ہے کل ملک کا جس کے حدود اربعہ ہمالیہ۔ برہما۔ بحر ہند۔ بحیرہ عرب گنگا یہ ہم اپنے روزمرہ کے محاورات میں کہا کرتے ہیں کہ آپ پنجابی ہیں یا ہندوستانی! حالانکہ ہندوستان کے نام سے پنجابی بھی ہندوستانی ہیں پھر یہ تردد کیسی ہے! پھر جواب آپ اسکا دینگے وہی جواب اسکا ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کل سے کسی ایک جزو کو الگ اعتبار کرکے اس پر کل کی نسبت غائر حکم لگایا جاتا ہے پس ٹھیک اسیطرح الہامی کتاب بحیثیت دعوی الہام کے مدعی ہے یعنی اس فقرہ نے جس میں دعوی الہام مذکور ہے۔ اسکو مدعی قرار دیا ہے اور اس کی تعلیم اس کی گواہ ہے ہاں علیم کے حالات بتلانیسے جی چرانا کوئی خاص وجہ رکھتا ہے تاڑنے والے بھی تاڑ جاتے ہیں ۔

آپ فقرہ سوم میں لکھتے ہیں کہ "علیم کے حالات کا الہامی کتاب سے واسطہ کیا ہے"

میں متعجب ہوں کہ بارہا میں نے واسطہ عرض کیا مگر قبول نہ ہوا سچ ہے ؎

مجھے قتل کرکے وہ بھولا سا قاتل ۔ لگا کہنے کس کا یہ تازہ لہو ہے
کسی نے کہا جسکا وہ سر پڑا ہے ۔ کہا جھوٹ جانے کی کیا میری خو ہے

کاش کہ یہ لکھتے وقت میرا پہلا پرچہ بھی ملاحظہ فرما لیتے ہاں آپ کا ملہم کے حالات سے یہ سوال کرنا کہ کس زمانہ کے حالات پسندیدہ ہوں قبل از الہام کے یا بعد از الہام کے صفحہ ۲ رکتاب ہذا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے سوال کرنا بھی عجیب حیرانی بخش ہے جس کے جواب میں عرض ہے کہ میری مراد اس جگہ قبل از الہام کے حالات کے پسندیدہ ہونے سے ہے اگر ان حالات کی بھی تعیین کردوں تاکہ آپ کو پھر سوال کا موقع نہ رہے۔ مہربان حالات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک حالات وہ ہیں جنکو عام اخلاق کہا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں "زید پسندیدہ اخلاق ہے" یعنی عام برتاؤ جو بندوں کا آپس میں ہوتا ہے اس میں اچھا ہے جھوٹ نہیں بولتا۔ دغا فریب کسی کا نہیں کھاتا کسی سے بدتہذیبی سے پیش نہیں آتا جیسا کہ میرا آپ کی نسبت گمان ہے اور غالباً آپ کا بھی خاکسار کی نسبت ایسا ہی ہوگا۔ دوسری قسم کے حالات وہ ہیں جو ہمیشہ احکام کی پابندی سے متعلق ہوں یعنی خاص ان امور کا پسندیدہ ہونا جو کسی نہ کسی ہدایت سے لازم ہوئے ہیں جنکی وجہ سے میری اور آپکی علیحدگی ہے پس ان حالات کی حفاظت سے ہر ملہم کا پاکیزہ حالات ہونا ضروری ہے نہ کہ قسم دوم سے کیونکہ قسم دوم تو نزول الہام پر لازم ہوگئے۔ ہاں قسم دوم میں بھی بعد نزول الہام اس کا پسندیدہ احکام الٰہی ہونا ضروری ہے تاہم ؎

چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند

کی مثل سپر صادق نہ ہو۔ چونکہ مجھے آپکی حسن ارادت معلوم ہے کہ قرآن کی آیت کو شیہ ہیں ہر ایک امر پر مجھ سے آئین قرآنی طلب کیا کرتے ہیں لہٰذا بسبب نسبت خدا اپنے نبی کو ارشاد کرتا ہے۔

قُلْ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مخالفوں سے

بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ	کہہ کر اگر اللہ چاہتا تو نہ میں تمکو یہ قرآن سناتا نہ وہ خدا تمکو بتلاتا۔ کیونکہ میں تم میں اس سے پہلے مدت مدید رہ چکا ہوں (تم نے میری کوئی دور دگری نہیں پائی) کیا پھر سمجھتے نہیں ہو؟

دوسری قسم کے متعلق صاف ارشاد ہے کہ :۔

كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا	اسی طرح ہم نے تیری طرف (اے محمد!) اپنی ہدایت (قرآن شریف) بھیجی اس سے پہلے نہ تو تو کتاب جانتا تھا نہ ایمان کی حقیقت سے آگاہ تھا مگر ہم نے اس قرآن کو (تیرے اور کل لوگوں کے لئے) نور کرکے بھیجا ہے

تیسرے دعوٰی (کہ ملہم کا بھی اپنے الہام پر کاربند ہونا ضروری ہے) کا ثبوت یہ ہے ارشاد ہے :۔

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ	اگر تو بھی خدا سے شرک کریگا تو تیرے نیک عمل بھی ضائع ہو جائینگے اور تو ٹوٹا پانیوالوں سے ہو جائیگا "۔

حیرانی ہے کہ آپ اس سے بھی انکاری ہیں کہ ٹکہ کمانے کی غرض سے کوئی شخص کسی سچی تعلیم لکھنے لگا ؟ آپ فرماتے ہیں " ٹکہ کمانے والے انسان کو شرارت سوجھی گی یا وہ سچائیوں کو لکھنے بیٹھیگا "۔ (صفحہ ۷ کتاب ہذا) پیارے ماسٹر! یہ بھی شرارت ہے کہ ملہم تو نہ ہوا اور الہام کا دعوٰی کرکے آریہ سماج کو دام میں لانا چاہے۔ بھلا ایک شخص مسمی ستیارام کو یہ خیال ہوا کہ میں بھی حقا کو اپنے زیر فرمان کروں اس نے ایک کتاب لکھی کہ پنر جنم (تناسخ) درست ہے اور اس پر زور سے دلائل لکھے شراد وغیرہ لغو ہیں۔ وید الہامی کتاب ہیں وغیرہ اور یہ بھی لکھا کہ یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے محض الہام سے لکھا ہے۔ خدا کے تبلانیسے تبلایا ہے تو فرمایئے! آپ اسکی نسبت کیا رائے دینگے! غالباً یہی کہینگے کہ اسکی شرارت ہے لیکن مجھے بھی اجازت دینگے کہ آپ سے دریافت کروں کیوں! تعلیم بھی دعوٰے الہام موجود۔ پھر انکار کے معنے۔ پس جو جواب آپ اس سوال

کا دیکھنا اسی سے الہامی کے حالات زندگی کا معلوم ہونا ضروری ثابت ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ
آپ میرے اس فقرہ پر کہ "کسی کتاب کو الہامی ماننے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اسکا
لانیوالے خدا کا ایسا مقرب بندہ تھا کہ جسکو خدا نے الہام دیکر عام بندگان کو گمراہی
سے نجات دی" (صفحہ ۵، کتاب ہذا) سوال کرتے ہیں کہ الہام سے پہلے تمام بندے
جنہیں الہام بھی بندہ ہونے کی وجہ سے شامل ہے گمراہ تھے۔ لہذا حضرت محمد صاحب
کی زندگی کے حالات سارے نیک نہیں ہو سکتے" میں نہیں جانتا کہ آپکو اس سوال کرنیکا
کیا حق حاصل ہے! ہنوز یہی گفتگو ختم نہیں ہوئی کہ الہامی کے حالات کا دریافت
ہونا بھی ضروری ہے کہ نہیں! ابھی تک آپکا انکار برابر چلا جا رہا ہے جبکہ یہ اصول ہی
ابھی تک تصفیہ نہیں ہوا تو فروع کا سوال کیوں پیش کیا! ہاں آپ یہ اصول ان
میں وجہ میرے خیال میں آپ کے حق میں قرآن کو الہامی ماننے اور وید کے چھوڑ دینے
سادی ہے، کہ الہامی کے حالات کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے تو بعد اسکے ہم دونوں
اپنے دونوں الہامیوں کے حالات کی جانچ پڑتال کرینگے۔

ہٹ چھوڑیئے! پس اب برسر انصاف آئیے! انکار ہی رہیگا میری جان کب تک
علاوہ اس کے مجھے یہ بھی نہیں آتا کہ آپ جیسے دانا کو یہ سوال کیوں پیدا ہوا! کیا
اگر میں کہوں کہ آپ ماشاء اللہ کل ممبران سماج سے اعلیٰ اور افضل ہیں تو آپ مجھ پر یہ
سوال کرینگے کہ کل ممبران میں تو بھی میں ایک ممبر ہوں پھر اپنے سوا افضل کیونکر ہو سکتا ہوں
مجھے یقین ہے کہ اگر آپ یہ سوال کرینگے تو کل تعلیم یافتہ اصحاب آپ پر ہنسی اڑائینگے
کیونکہ ایسے کلام میں کل کے منفی سوائے اس ایک کے باقی افراد ہوا کرتے ہیں پس
آپ کے "کل" کا کل تار پود ٹوٹ گیا۔

آپکے فقرہ چہارم (صفحہ ۵ کتاب ہذا) کا خلاصہ یہ ہے کہ "ہندوستان جملہ علوم فنون
کا گھر رہا ہے ہر قسم کی صنعتیں یہاں قدیم سے پائی جاتی رہی ہیں وغیرہ وغیرہ"
بہت خوب! چشم ما روشن دل ماشاء۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارا آبائی ملک جملہ علوم
و فنون کا گھر رہا ہے۔ خدا کرے کہ اب بھی ویسا ہی ہو ہماری عین مراد ہے کیونکہ جو

فضیلت اور عزت ہندوستان کو نصیب ہوئی۔ اس میں ہم مسلمانوں کا بھی حصہ ہے
چنانچہ آپ بھی صفحہ ۲۶ رسالہ بابت ۔ مارچ ۱۸۹۹ء (صفحہ ۴۴ کتاب ہذا) میں لکھتے ہیں
کہ ہم اور آپ مل کے ایک ہی ہیں لیکن گفتگو اس میں ہے کہ یہ علوم و فنون بکودید سے
حاصل ہوئے تھے یا روز مرہ کے تجربہ سے۔ بکودید صفحہ ۲۲ رسالہ ماہ مارچ ۱۸۹۹ء صفحہ
۹ کتاب ہذا میں آپ نے نقل کیے جبکہ ترجمہ خود ہی کیا ہے کہ تجھے مٹی، پہاڑی پہاڑ
ریت، بنات، سونا، لوہا، تانبا، کانسہ، سیسہ اور دیگر ان سب پدارتھ چیزوں
کے اشنا فرما۔ تم استعمال میں لاؤ۔ آپ نے یہ نہ دیکھا کہ اس سے آپ کا دعویٰ ثابت
نہیں ہوتا بلکہ الٹا آپ کے اصل دعویٰ کہ ویدا بتلاوے عالم کو مضر ہے جس کا
مفصل بیان میں نے [illegible] کر دیا۔ اگر اتنا ہی کہنے سے وید سائنس کا بیان کر
چکا تو پھر قرآن کا بیان اس سے بڑھ کر کیونکر ہو سکتا ہے۔ قرآن میں تو فرماتا ہے۔

نَزَّلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (پ ۲۷ ع ۱)

"ہم نے لوہا پیدا کیا ہے، اس میں جنگ کے اسباب اور
لوگوں کیلئے کئی قسم کے فوائد ہیں"

کیا اگر میں یہ کہہ دوں کہ دنیا کی ہر ایک چیز کا مناسب حصہ پر ہونا جانتا ہے تو
میں بھی لاسفر نہ جاؤں گا۔ اسی کی مثال میں ایک حکایت یاد آئی جو عرض کرتا ہوں
ایک دفعہ [illegible] سے کہا کہ قرآن تو یونہی تثلیث سے منکر ہوا۔ قرآن
[illegible] سے کہاں ہوتا پڑھو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ باپ
الرحمن بیٹا یعنی مسیح اور الرحیم روح القدس مگر میرے خیال میں عیسائی مکور
[illegible] ہے اپنی دلیل کو کسی قدر مضبوط سمجھے کیونکہ آیت قرآنی میں تین [illegible]
[illegible] ہیں مگر آپکی دلیل میں اتنی گنجائش بھی نہیں۔

[illegible] کہ ویدکا [illegible] بابت اپریل ۱۸۹۹ء
[illegible] ایک کاری [illegible] تین بیٹھنے والی میز پر لگی ہوئی [illegible]
[illegible] آپ [illegible] کون سائنس [illegible] ہوئے۔
آپ کے [illegible] ۸۱ کتاب ہذا کا مختصر مطلب یہ ہے کہ [illegible]

دیگر زبانوں کے مکمل ہے۔ بلکہ دوسری زبانیں اسی میں سے نکلی ہیں" مجھے معلوم نہیں کہ یہ فقرہ میری کس تحریر کا جواب ہے! پیاری باسٹر! مناظرہ میں سوال و جواب کی تطبیق بھی ضروری ہے یا بالکل اسی کے مشابہ ہے جو کسی سماجی پنڈت صاحب نے کسی آریہ منش سے کہا کہ آپ سماج میں آیا کریں وہ بولا آپ کے والد نے دعوت کی تھی تو ٹک زائد نہیں ڈوا بتا! پنڈت جی نے کہا اس بات کو میری بات سے کیا تعلق! وہ بولا بات سے بات نکل آتی ہے۔ بہت خوب! لیکن کاش کہ مکمل کی تعریف بھی کی ہوتی تاکہ معلوم ہوتا کہ آپ کا یہ دعویٰ بھی کہ تک صحیح اور مکمل ہے اگر مکمل کے یہ معنی ہیں (اور غالباً یہی صحیح ہیں) کہ کل انسانی مطالب اس کے ذریعہ ادا ہو سکیں اور کسی دوسری زبان کی حاجت نہ رہے۔ تو میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آپ زیادہ نہیں تو عربی کی ایک چھوٹی سی کتاب کفایۃ المتحفظ[1] لیکر دیکھیں تو عربی زبان کی وسعت آپ کو معلوم ہو۔ گو مجھے اس مقابلہ سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ میرے نزدیک کل زبانیں خدا کی صنعت ہیں اپنے اپنے مدعا میں کوئی بھی ناقص نہیں جس قدر انسانوں کو ضرورت پیش ہے اپنی اپنی زبان سے ادا کرتے ہیں۔ تاہم آپ کے دعویٰ کی صداقت معلوم کرنے کی تکلیف دیتا ہوں کہ آپ اس کتاب کو ملاحظہ کرکے اس کے برابر سنسکرت کی کوئی کتاب بتلا دیں تو شکر رہونگا۔

آپ میرے اس فقرہ پر کہ قرآن شریف کے الفاظ بعینہٖ خدا کی طرف سے ہیں اعتراض کرتے ہیں کہ اگر کوئی میری قلم لیکر اپنے دوست کو خط لکھے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ قلم اسی کی ہو گئی وغیرہ۔ جی تو نہیں چاہتا تھا کہ ایسے معقول سوال کا جواب دوں بلکہ ناظرین کی فہم و فراست پر چھوڑ دوں مگر آپ کے سماجی دوست بزبانِ حال تقاضا کر رہے ہیں مہربانی۔ اس عبارت کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے اصول کے مطابق خدا تعالیٰ کا یہ پیغام فرشتہ جبرئیل جو پیغمبر خدا کے پاس لاتا تھا۔ یہ قرآن بعینہٖ اسی کی عبارت

[1] مولوی صاحب کے اس فقرہ کی بنا میں آیت قرآنی ہے وہ یہ ہے مِنْ اٰيَاتِهٖ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ (تمہارے) لئے (خدا کی) نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں (مترجم)

ہے یہ نہیں کہ پیغمبر خدا نے اس مضمون کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہو۔ بلاوجہ اس مطلب پر یہ سوال یا اور اسی قسم کے اعتراض جو آپ نے صفحہ ۲۳ رسالہ مئی ۱۸۹۹ء (صفحہ ۱۰۰ اکتاب ہذا) میں کئی ہیں کیا تعلق رکھتے ہیں آپ صاف فرما دیں ؎

سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست۔ ہاں میرے سوال کے جواب میں کہ ویدچونکہ الفاظ اور معانی سے مرکب کا نام ہے پرے کی حالت میں اسکی ترکیب جاتی رہیگی تو فنا ہو جائیگا۔ آپ کا فرمانا کہ (جس طرح آپ کا خدا ہمارا خدا ہمیں مبارک، قیامت کے ہونے پر بھی خود فنا نہیں ہوتا اسی طرح ہمارے پرمیشور اور اس کے اوصاف بھی پرے میں فنا نہیں ہوتے۔ (صفحہ ۲۳ رسالہ مئی ۱۸۹۹ء صفحہ ۲۰۰ اکتاب ہذا) حیرت افزا ہے۔ پیارے مہاشہ! خدا کوئی مرکب نہیں ہے اس لئے وہ قیامت کے فنا سے بچا رہیگا آپکا وید تو بقول آپکے الفاظ اور معانی سے مرکب کا نام ہے وہ کیونکر بچ سکتا ہے؟ ؎ ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ ہاں آپکا یہ مطلب کہ عربی میں الہام کرنیسے خدا بے انصاف ٹھہر سکتا ہے (۲۷ رسالہ مئی ۱۸۹۹ء صفحہ ۱۰۴ کتاب ہذا) عجب بات ہے۔

بے کیونکر کہ ہے سب کار آلٹ ٭ ہم اُلٹے بات الٹی یار الٹ

ہر بان حیران ہوں کہ آپ بے دلیل کہنے کے کیسے مشتاق ہیں حقیقت میں یہ بات اس اصول کی فرع ہے جو آریہ سماج ہمیشہ سے کہا کرتا ہے اور میرے آجتک کوئی دلیل تائید نہیں کی یعنی خدا نے ابتداء دنیا میں ویدوں کا پرکاش کیا اور پھر کوئی الہام کبھی نہیں کیا اور نہ کریگا۔ ہاں اگر آپ اس اصول کو ثابت کردیں تو بیشک تمام دنیا کی کتابیں بجز وید کے غلط ہو جائیں گی لیکن کہاں پیارے ماسٹر! ہمارے نزدیک الہام ابتدا دنیا میں ہوا اگر وید ابتدا سے ہم نہیں مانتے جسکا ثبوت آگے آویگا اور بعد میں بھی حسب ضرورت ہوتا رہا۔ جس زمانہ اور جس ملک میں خدا کی حکمت مقتضی ہوتی ہے وہاں کوئی اللہ کا بندہ اس کام پر مامور کیا جاتا ہے کہ لوگوں کو راہ راست پر لائے اور پہلے الہام میں جو لوگوں نے کجروی اور غلط خیال ملائے ہیں انکو صاف کرے پھر کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ الہام سابقہ کی کتاب سے الگ ہی ایک مضمون بصورت کتاب ظاہر کیا جاتا ہے مگر وہ اصل

مطلب میں پہلی الہامی کتاب سے موافق ہو۔ اور کہیں سابقہ کتاب میں لوگوں کی غلطیاں صاف کرکے اصل مطلب کو واضح کیا جاتا ہے سیدالانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم اول کے ملہم ہیں کیونکہ اُن کے زمانہ میں الہام سابقہ کی صورت کو لوگوں نے بہت کچھ بگاڑا ہوا تھا چنانچہ آجکل کے عیسائیوں کے حالات اس کے شاہد ہیں اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام قسم دوم کے انبیاء ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر قرآن ایسا محفوظ نہ ہوتا کہ اُس کے الفاظ کو بھی یاد رکھنے والے کروڑوں دی ملتی ہیں تو ہندوؤں کی زیادتی اور غلو جو بقول آریہ سماج انہوں نے وید وں کی سچی تعلیم میں کی ہوئی ہے بیشک اس بات کی مقتضی تھی کہ ہندوستان میں کوئی ملہم پیدا ہوکر ویدوں کی سچی تعلیم کو الہام کے ذریعے سے واضح کرتا اور بت پرستوں کے کان اینٹھتا ویسا ہمارا مذہب۔ نہیں اب آپکا اختیار ہے اسکو رد کریں یا قبول مگر سوچ سمجھ کر۔

آپکے فقرہ ششم (صفحہ ۱۰۰) کتاب ہذا کا مختصر مضمون یہ ہے کہ قرآن پر جو کتاب کا لفظ آیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن نبی بنائی کتاب آسمان سے اتری" آپ مصنف دکھیں اسکا جواب صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ع سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست مہربان ماسٹر صاحب! کتاب کے مفہوم میں "لکھا ہوا" ہونا داخل نہیں کتاب صرف مضمون کا نام ہوتا ہے آپ نے خواہ مخواہ اپنی قرآن دانی بتلانے کو تمام قرآن سے لفظ کتاب چن چن کر نکالا ہم مسلمانوں کے مذہب سے آپ واقف نہیں ہونگے ہمارے نزدیک جیسا کسی مضمون پر ساری قرآن سے ثبوت دینا۔ ویسا ہی ایک آیت سے ثابت کردینا ہوتا ہے بھلا اگر کتاب کے مفہوم میں "لکھا ہوا" داخل ہے تو میں کہوں کہ ایک کتاب میں فلاں مسئلہ لکھونگا تو غالب آپ مجھ پر سوال کرینگے کہ کتاب کا لفظ تو جب ہی صادق آتا ہے کہ لکھی ہوئی تیار کاپی ہو۔ تو پھر آپ کیوں کہتے ہیں کہ کتاب لکھوں گا۔ اگر آپ یہ سوال کریں تو میں بہت خوش ہونگا اور اس کے جواب میں آپ مجھ سے لکھا لیں کہ کچھ نہیں کہونگا۔ اگر کہونگا تو مجرم۔ جناب من! کتاب پر ہی کیا موقوف ہے۔ تمام چیزوں کا یہی محاورہ ہے روٹی پکاؤنگا۔ مکان بناؤنگا

کنواں لگاؤنگا۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب کام جو طیار ہوئے چیزوں کے ہیں مگر پہلے طیاری
لے ہوئے جاتے ہیں کتاب تو فقط مضمون کا نام ہے جسکا لکھنا ممکن ہے جو لکھا اسکو
کتاب کہتے ہیں یعنی قابل کتاب۔ پس آپ کا سارا تار و پود ٹوٹ گیا۔ ان معنی
سے وید کتاب یا پستک نہیں! سچ ہے ؎ وہ الزام کیا دیتے تھے تصور اپنا نقل آیا
پھر آپ اسی فقرہ میں فرماتے ہیں کہ "پرکاش" کا لفظ الہام سے اچھا ہے ورنہ
کہ جس طرح سورج وغیرہ خدا کے پرکاش کرنے سے قدرتی ہیں اسی طرح وید بھی قدرتی
ہیں اسی طرح وید بھی قدرتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ تو صحیح ہے۔ مہرنم! پرکاش بمعنی
ظاہر کرنا۔ ان موقعوں پر بھی بولا جاتا ہے جن میں بندوں کے افعال کو بھی کل یا کسی قدر
دخل ہو کیا آپ نہیں کہا کرتے؟ ہمارے دوست کے امتحان کا نتیجہ خدا کے فضل
سے اچھا ظاہر ہوا۔ ہمارے سفر کا نتیجہ خدا نے اچھا ظاہر کیا وغیرہ وغیرہ تو کیا یہ سب
کام قدرتی ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ قدرتی ہیں تو وید کو اسی قسم کے قدرتی کلام ہونے
کی کوشش میں بندوں کے افعال کو بھی دخل ہو۔ ہاں آپکا بندے کے لفظ پر چیڑ کرنا
عجیب ہے۔ آپ صفحہ ۲۲۳ رسالہ جولائی ۱۹۱۹ء صفحہ ۱۱ کتاب ہذا میں فرماتے ہیں
(خدا محمد صاحب کو اپنا بندہ کہتا ہے۔ کیا دیگر انبیاء خدا کے بندے نہیں) بجز آپ صاحب
رکھیں۔ اگر میں کہوں کہ نہیں اور اگر میں تو اس درجہ کے نہیں۔ ہمارے ماسٹر اعرابی کے
محاورے سے تو خیر آپ ناواقف ہی سہی۔ لیکن اردو کے محاورات اور روزمرہ
کی بول چال سے بھی کیوں محض ناواقف بن جایا کرتے ہیں کیا آپ نہیں جانتے کہ
خصوصیت سے بنا کے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ دوسرے بندے اس کے لئے ویسے
نہیں۔ جیسے یہ ہیں تو بندے کے معنے تو فرمانبردار کے ہیں جو عربی لفظ عبد کا
ترجمہ ہے فرمانبرداری میں حضرت محمد رسول اللہ کے برابر کون ہے ؎

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ✦ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

رفداہ ابی وامی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام! میں نے جو آیت متضمن فرمائی ہے اس کا
کی تھی جس کے یہ معنے ہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ اگر تمکو ہماری کتاب قرآن میں شک ہے تو

اس جیسی کتاب بنا لے آؤ۔ اسپر آپکے جتنے اعتراض ہیں سب بیجا ہیں۔ اس سے میری غرض صرف یہی تھی کہ قرآن شریف نہ صرف دعوٰی الہام کا ذکر کرتا ہے بلکہ اپنے منکروں کو للکارتا ہے۔ کہ درصورت انکار میری جیسی کتاب لاؤ۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپکے اعتراض اس مضمون سے کیا تعلق رکھتے ہیں؟ آپ یوں کہہ سکتے تھے۔ کہ قرآن نے یہ دعوٰی (الہامی ہونیکا) نہیں کیا اسکا تو جواب آپنے نہیں دیا۔ اور نہ ہی اس امر کو تسلیم فرمایا۔ کہ واقعی قرآن نے دعوٰی الہام کیا گیا ہے۔ اگر یہ تسلیم ہو تو میرا مدعا حاصل ہے۔ مجھے ان سوالوں کا جواب دینا ضروری نہیں۔ کیونکہ بے محل ہیں۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن مکہ والوں کیلئے آیا ہے۔ اس سوال کو یہاں تعلق کوئی نہیں۔ آپ مجھ کو مکہ والوں کا وکیل سمجھ لیتے۔ یہ سوال اسوقت وارد کرتے جب میں سلسلہ گفتگو میں یہ کہتا کہ قرآن سب لوگوں کیلئے ہے ہندی ہو یا چندی روسی ہو یا زنگی۔ گو ہمارا دعوٰی یہ ہے۔ اور ہم اسکو ثابت کر سکتے ہیں۔ مگر آپکو تو اصول مناظرہ کی پابندی ضروری ہے لیجئے! صاحب! ہم آپکو بتلاتے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ خدا فرماتا ہے ہم نے تجھکو سب لوگوں کیلئے بھیجا ہے۔ مسلمانوں کا علماء آمد بھی اس کی شہادت دیتا ہے۔ دیکھئے تو اعراب سے نکلکر ہم (آریوں) کو یہاں ہندوستان میں آدبوچا۔ اُدھر چین میں چینیوں کو۔ خراسان میں افغانوں اور مغلوں کو۔ یورپ میں یورپینوں کو۔ غرض دنیا کی کل قوموں کو اپنے میں ملا کر ہیک کر دیا۔ یہ نہیں کیا کہ غیر تو غیر ہندو شودر کے کان میں بھی وید منتر پڑ جائے تو اس بیچارے کے کان میں سکہ اور قلعی گلا کر ڈالی جائے کہ اُسنے کان کیوں بند نہ کئے گو آپکا یہ خیال نہ ہو مگر آپکے سلف صالحین کا عمل چلا آیا ہے۔ اور پنڈت دیانند کا شودر کے گھر سے بچا ہوا کھانے سے منع کرنا بھی اس خیال کی صحت کا قرینہ ہے (دیکھو ستیارتھ ص ۳۵۵) اور اس خیال کی صحت پر مشاہدہ بھی دلالت کرتا ہے۔ کہ باوجودیکہ وید کو بنے ہوئے (بقول آریہ سماج) کروڑہا سال ہو گئے۔ مگر سوائے ہندوستان کی چار دیواری کے باہر اسکا اثر اتنا بھی نہیں کہ کوئی کہہ سکے ؎

ابھی اس راہ سے گذرا ہے کوئی ۔ کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

آگے چلکر صفحہ ۱۹ رسالہ اگست ۱۸۹۵ء (صفحہ ۲۵ کتاب ہذا) میں آپنے الہام کی شرائط لکھی ہیں

جنپر بڑی خوشی سے ہم بحث کرینگے ؛

(۱) یہ کہ "الہام لفظ اور مفہوم سے مرکب کا نام ہے" ہمیں منظور صادکرتے ہیں مگر اتنی تشریح کے ساتھ کہ لفظوں کی ضرورت بغرض تفہیم مخاطب ہے۔ ورنہ نہیں لیکن آپکو یہ شرط خالی از دقت نہیں۔ کیونکہ آپ خود ہی فرماتے ہیں کہ غور سے دیکھیں تو علم (وید) خدائی صفت ہے۔ پس آپ ہی فرمائیں کہ وید جو بقول آپکے لفظ اور معنیٰ سے مرکب ہے خدا کی صفت کیونکر ہو سکتا ہے؟ مرکب تو حادث (نویں) اور خدا قدیم۔ فافہم ؛

(۲) آپ فرماتے ہیں کہ الہام یا علم کے اندر تاریخ یا جاگرفی (جغرافیہ) یا قصے کہانیاں شامل نہیں ہو سکتیں۔ علم سائنس کا مترادف ہے۔ سائنس یا علم جبکہ قدرتی یا خدائی کہلانے کا مستحق ہے جیسا کہ کل اہل عقل مانتے ہیں تو وہاں تاریخی بیانات یا قصے کہانیاں ہرگز قدرتی اور طبعی نہیں کہلا سکتیں" (صفحہ مذکور) اس سے آپکی مراد یہ ہے کہ وید کو آپ بوجہ اسکے لفظی ترجمہ (گیان) کے علم کہتے ہیں اور علم سے مراد سائنس لیتے ہیں جس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ وید ایک سائنس کی کتاب ہے اور سائنس کی کتاب میں قصے وغیرہ نہیں ہوا کرتے۔ بہت خوب! ہمیں منظور۔ مگر آپ کے بیان میں چند غلطیاں ہیں ایک تو یہ کہ آپنے وید کو لفظی معنے میں لیا ہے۔ یعنی علم جانکہ وید ایک کتاب ہے۔ نام کو بحیثیت نام ہی لینا چاہیئے۔ نام کا ترجمہ کرنے سے جو اسکی تخصیصیت ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ نام کہلاتا ہے جاتی رہتی۔ مثلاً "شتاند" اللہ کے معنی (اللہ کی تعریف کرنیوالا) لے کر آپ شتاند اللہ نہیں ہو سکتے اور آتمارام کا ترجمہ (خدا کی روح) میں آتمارام نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح وید ایک کتاب کا نام ہے۔ جو ایک خاص شکل اور مضمون کی کتاب ہے۔ دوم مانا کہ وید سائنس کی کتاب ہے پھر سوال یہ ہے کہ جیسا سائنس میں کہانیاں اور جغرافیہ نہیں ہوتا۔ ایسی ہی خدا کی حمد و ثناء بھی نہیں ہوتی۔ اسپر بھی وہی اہل عقل متفق ہیں۔ جنکا آپنے حوالہ دیا ہے تو پھر بتلاؤ کہ وید میں پرمیشور کے ستتی (تعریف) اور اوپاسنا کیوں ہے۔ سوم اگر الہامی کتاب میں قصے کہانیاں یعنی زمانہ ماضی کا حال نہ ہونا چاہیئے جیسا کہ آریہ سماج سے ہم مدت سے سنتے چلے آئے ہیں۔ تو وہاں وید میں پہلے بزرگوں کے حالات کیطرف توجہ دلائی ہے اسکے

کیا معنے ہونگے؟ غور سے سنئے رگوید اشٹک ۸۔ ادھیاء ۸ ورگ ۹ ہم منتر ۲ مندرجہ رگ وید بھاشیہ ہو سکا (وید میں حکم ہے) کہ:۔

"نکمو دہرم پر عمل کرنا چاہیئے اور ادہرم اختیار نہیں کرنا چاہیئے جس طرح زمانہ قدیم کے دیو یعنی صاحب علم و معرفت۔ راستی شعار طرفداری و تعصب سے اور ناشیورا دہرم کے حکم کو عزیز جاننے والے ہمارے بزرگ تمام علوم سے ماہر اور لائق فائق گذر چکے ہیں بجو بھاگ یعنی بھجن (اطاعت یا عبادت) کرنے کے لائق قادر مطلق وغیرہ صفات سے موصوف ایشور کے حکم کی تعمیل یا میرے بنائے ہوئے دہرم پر عمل کرتے رہے ہیں اسی طرح تم بھی اسی دہرم کے پابند ہو تا کہ وید میں بتلائے ہوئے دہرم کا نکمو بلاشک و شبہ علم ہو جائے"

اس حکم کے علاوہ بہت سے منتر اس مضمون کیلئے ملتے ہیں مگر چونکہ ثبوت کیلئے ایک نبی ہی حکم رکھتا ہے جو بہت سے رکھتے ہیں اسلئے ہم آپکی طرح وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے بتلا دیں کہ یہ بزرگ جنکی اطاعت اور برنقش قدم چلنے کا حکم دیا جاتا ہے کون ہیں[1]؟ وید کے بننے سے پہلے کے ہیں یا پیچھے کے؟ انصاف سے کہیے! ہم بھی ہمیشہ سے سنتے تھے کہ وید میں قصے کہانیاں نہیں کیونکہ وید دنیا کی ابتدا میں الہام ہوا تھا۔ اسی لئے آریہ سماج ہمیشہ الہام کی تعریف میں یہ قید لگا دیا کرتا ہے کہ اس میں کسی زمانہ ماضی کا حال اور ذکر نہ ہو۔ تنگ ہے کہ وید ہی میں زمانہ ماضی کے لوگوں کا ذکر نکل آیا۔ جس سے آریہ سماج کے دعوٰی ہی کو صدمہ نہیں پہونچا۔ بلکہ انکی وید دانی کا اظہار بھی ساتھ ہی ہو گیا۔ سچ ہے ؎

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے ٭ وہ ساری انکی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

[1] ناظرین آگاہ ہونگے کہ آریوں کا عونسے ہے کہ وید پتک خدائی علم کا نام ہے۔ جسکی کوئی ابتدا نہیں یعنی وید دنیا کے خدا ہونے پر دوسری دفعہ پھر وہی وید جو پہلی دنیا میں تھا رشیوں کو الہام ہوتا ہے۔ چنانچہ ماسٹر صاحب بھی صفحہ ۱۳۹ پر فرما چکے ہیں۔ پس کوئی آریہ صاحب گھبرا کر یہ نہ کہے کہ موجودہ دنیا سے پہلے کلپ (زمانہ) کے نیک لوگ مراد ہیں۔ کیونکہ اسوقت بھی ویکہ ابھی وہ بزرگ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے وید میں موجود ہوگی۔ پس جبتک کوئی ایسے بزرگ نہ بتلائے جائیں جو اس کلام پر تقدم زمانی رکھتے ہوں کلام صحیح ہوگا۔ اس مضمون کے متعلق مولوی صاحب کا ایک رسالہ حل دشواری بھی قابل ملاحظہ ہے (منیجر)

چہارم ہمارا آپکا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ ان معنوں سے جو آپ یا آجکل کے سائنس دان مراد لیتے ہیں۔ قرآن شریف سائنس کی کتاب نہیں۔ قرآن تو ہدائیت کی کتاب ہے۔ کیا معنے؟ گمراہ بندوں کو اور خدا سے تعلق توڑ کر دوسروں سے وہی تعلق کم و بیش جوڑنے والوں کو خدا کیساتھ ملاتی ہے۔ احکام خداوندی متعلق عبادت و معاشرت بتلاتی ہے۔ اور نیک باتوں کا وعظ کرتی ہے اس وعظ کرنے اور سمجھانے میں اگر زمانہ ماضی کے کسی قصے کو بطور نصیحت بیان کرنا مناسب ہو تو اُسے بھی بطور نظیر پیش کر کے نتیجہ پر اطلاع دیتی ہے اور ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ "تم زمانہ ماضی کے قصے سنا تا کہ:۔

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ | یہ لوگ بھی نیک و بد کاموں پر فکر اور سوچ کریں"۔ پس موجودہ سائنس کی اصطلاح سے قرآن کا طریق بیان جدا ہو نا کسی طرح مفر نہیں۔ لکل فن رجال۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند ❊ میل او را در دلش انداختند

(۳) سوم شرط میں آپ فرماتے ہیں۔ خدا کے قول و فعل کی مطابقت ضروری ہے ہمیں بھی تسلیم۔ لیکن آپ بتلاویں ویدک تعلیم کی تعمیل سے مطابقت رہتی ہے جواب دیتے وقت میرا مضمون مندرجہ رسالہ نومبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۲۱ و ۲۲ (صفحہ ۵ کتاب ہذا) ملاحظہ کریں جسکا خلاصہ یہاں بھی بتلاتا ہوں۔ کہ ویدک تعلیم کے مطابق اگر کل دنیا عمل پیرا ہو تو ایک دن ایسا آویگا کہ نہ سواری کو گھوڑا اور دودھ کو گائے اور نہ شہد کو مکھی ملیگی۔ کیونکہ یہ سب روحیں اپنے اپنے بداعمال کی سزا بھگت کر آخر انسانی جون میں آجائینگی۔ اور انسانی جون کی روحیں بوجہ نیک عملی کے اُدھر نہیں جائینگی۔ نتیجہ معلوم۔ مفصل مقام مذکور پر دیکھیں جسکا جواب آپ سے بجز اسکے کچھ نہ دیا تھا۔ کہ یہ اصول میرے مسلمہ نہیں (صفحہ ۳۰ رسالہ نومبر ۱۸۹۵ء (صفحہ ۲۰ کتاب ہذا) اب تو آپنے ان اصولوں کو کسی قدر ترمیم سے جو مجھے کسطرح مفر نہیں تسلیم کر لیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۹ رسالہ جون ۱۹۰۰ء (صفحہ ۱۹۲ کتاب ہذا) پس جواب عنایت کریں تو خوب ہوگا۔ پھر دیکھیں خدا کا قول و فعل ویدک تعلیم کیمطابق مطابق ہے۔ یا نہیں مگر میں تجربہ سے پیشینگوئی کرتا ہوں کہ آپ اسکا جواب نہ دینگے۔ اور یونہی ٹال مٹول بتلا دینگے

مارا بفگندہ کشت فتفارا بہانہ ساخت ✤ خود سوئے ما ندید و حیارا بہانہ ساخت

(۴) شرط چہارم آپ فرماتے ہیں "الہام دنیا کی پیدائش کے شروع میں ہی ہو سکتا ہے" صفحہ ۲۰ رسالہ اگست ۱۸۹۹ء (صفحہ ۱۲۷ کتاب ہذا) کیا وید منتر مذکور جو بینے نقل کیا ہے۔ اُسکو پڑھکر بھی آپ یہ کہینگے۔ اسکے علاوہ بھی ہمارے پاس بہت سا ثبوت ہے جس سے یہ امر بالبداہت معلوم ہوتا ہے کہ وید دنیا کی ابتدا پیدائش میں نہیں بنے۔ مگر جب آپ اسکا جواب دینگے تو دیکھیں گے۔ اسکے علاوہ کسی قدر تفصیل سے ہم پہلے ہی کہہ آئے ہیں کہ یہ کوئی بات قابل پذیرائی نہیں کہ الہام کو ابتدا عالم ہی سے محصور کیا جاوے ✤

(۵) پانچویں شرط آپ بتلاتے ہیں کہ "ترمیم تنسیخ ارادی کمی وغیرہ خدائی کاموں میں نہیں ہو سکتی" مسلّم ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وید میں آجتک کوئی ترمیم تنسیخ نہیں ہوئی نہ کمی بیشی کی ضرورت پڑی لیکن مسلمانی خدا نے جو پہلے نبیوں کو الہام دیئے۔ اُسکا کچھ حصہ تبدیل کر کے دوسرے لوگوں کو الہام دیئے اسلئے وہ الہام دعا غیر مکمل ثابت ہوتے ہیں" (صفحہ ۱۲ رسالہ اگست ۱۸۹۹ء صفحہ ۱۲۸ کتاب ہذا) بے سمجھی کا نتیجہ ہے۔ کوئی مثال اس امر کی آپ پیش نہیں کر سکتے کہ پہلے نبیوں کے اصلی الہام اور مقصود بالذات الہام کو قرآن میں منسوخ کیا گیا ہو۔ ہاں عیسائیوں اور یہودیوں کی من گھڑت باتیں اور مخلوط تفسیریں جیسی آپ کے ہندو ویدوں میں کرتے ہیں اُنکو باطل کیا ہے ثبوت کیلئے سُنیئے! خدا فرماتا ہے ہم نے تیری طرف اے محمدؐ سچی کتاب اُتاری ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اُن پر محافظ بھی ہے (کہ کجروؤں کی کجروی کو سیدھا کرتی ہے) ✤

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ

(۶) ششم شرط میں آپ لکھتے ہیں "قدرتی شئے کو کوئی تباہ نہیں کر سکتا" بہت خوب! مگر بگاڑ سکتا ہے۔ ایسا کہ جس غرض کیلئے وہ پیدا ہوئی ہے۔ وہ اُس سے حاصل ہونا تو کجا اُسکے برعکس نتیجہ دے۔ کیا خربوزہ کو چند دن رکھا جاوے تو بجائے فائدہ کے اور اُس غرض کے جسکے لئے پیدا ہوا ہے اُلٹی تکلیف دیگا یا نہیں؟ گو ہم اُس کے اجزا کو بالکل معدوم نہ کر سکیں علاوہ اسکے یہ اصول مادی اشیاء کی نسبت صحیح ہے۔ غیر مادی اشیاء کی نسبت مسلّم نہیں

الہامی کتاب غیر مادی ہے یعنی اُس مضمون کا نام ہے۔ جو خدا کیطرف سے کسی نیک بندے کو بتلایا جاتا ہے۔ کہ وہ لوگوں کو راہ راست کی طرف بلا دے۔ پس اُس مضمون کا تلف ہو جانا مادی اشیاء کے تلف کیطرح نہیں کہ اُسکے اجزا باقی رہیں۔ بلکہ اُسکا تلف ہونا یہ ہے۔ کہ لوگوں کو وہ مضمون (خصوصاً اُس زمانہ میں جبکہ نوشت و خواند کا دستور ہی نہ تھا۔ سینہ پر ہی مدار تھا) بھول جائے یعنی نہ تو وہ پڑھیں اور نہ یاد کریں۔ آپ بتلا دیں وید دل کے لکھنے کے زمانہ سے پیشتر جبکہ دار و مدار حفظ ہی پر تھا۔ اگر وہ حافظ لوگ وید دل کو حفظ کرنا چھوڑ دیتے تو آج وید آپکو کیسے ملتے؟ کسی الہامی کتاب کا تباہ ہونا یہی معنی رکھتا ہے چونکہ قرآن کی حفاظت خدا نے اپنے ذمہ لی ہوئی ہے اور صاف ارشاد ہے کہ "ہم ہی نے إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ | قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں" اسلئے یہ الہام لوگوں کے سینوں سے کبھی بھی تباہ اور معدوم نہ ہوگا۔ پس آپکا کہنا کہ "اگر مسلمانی خدا نے پہلے الہام دیا اور پھر اُس کو قایم نہ رکھ سکا تو کوئی وجہ نہیں کہ جو الہام اب بقول مسلمان صاحبان اب یا اُسکو قایم رکھے گا" تار عنکبوت سے بھی ضعیف ہے فافہم

(۷) ہفتم شرط میں آپ لکھتے ہیں کہ "ہر کلپ کے بعد اُسی الہام کا ہونا ضروری ہے ہمیں کسی طرح مضر نہیں۔ اگر کلپ (دوسری بار دنیا کا پیدا ہونا) ہے تو یہی قرآن پھر نازل ہوگا۔ اور گمراہ بندوں کو راہ راست پر لاوے گا"

(۸) ہشتم شرط میں آپ لکھتے ہیں "ایشور کی کلام اُسکی صفات کے مطابق ہو اور اُسکو ظاہر کرنیوالی ہونی چاہیئے" بہت ٹھیک مگر افسوس کہ آپ مقابلہ میں نہ دکھا سکے

(۹) نہم شرط میں آپ لکھتے ہیں "قدرتی اشیاء کی خصوصیتیں، قدرتی الہام میں ہونی ضروری ہیں (الف) اُسکا عالمگیر ہونا (ب) مکمل ہونا (ج) مفید یا راحت بخش ہونا" منظور کیجئے! قرآن صاف بتلاتا ہے۔ پہلی بات کہ عالمگیر ہو قرآن کی تعلیم اور مسلمانوں کا عمل شہادت دے رہے ہیں۔ خدا فرماتا ہے "اے محمدؐ سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے" نیز خدا فرماتا ہے "ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب بھیجی ہے جو سب ضروری چیزوں | مَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا
نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى

وَرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۔	بیان کرتی سراسر ہدایت اور رحمت اور

فرمانبرداروں کے لئے خوشخبری ہے" ۔

(۱۰) دہم شرط میں آپ لکھتے ہیں "الہام کے پرکھنے کی کسوٹی قدرت اور دلیل ہی ہے۔ بہت خوب! منظور۔ اس کا مضمون اور شرط سوم کا مضمون ایک ہی ہے صرف تعداد بڑھانے کو آپ نے لکھا ہے جو اسکا جواب ہے وہی اسکا ہے ۔

(۱۱) گیارھویں شرط آپ لگاتے ہیں۔ کہ الہام جس زبان میں ہوا ہو وہ زبان بلحاظ ابتدائی اور قدرتی اور مکمل طور پر فصیح ہونی چاہیئے"۔ اسپر کوئی دلیل آپنے نہیں دی اسکا جواب ہماری تقریر سابقہ میں آگیا۔ علاوہ اسکے مکمل کے معنے بھی نہیں بتلائے ۔

(۱۲) بارھویں شرط بڑی مشکل آپنے لگائی ہے جو شائد ہی کوئی مانیگا آپ فرماتے ہیں "الہامی کتاب وہ ہے جس میں الہامی تعلیم درج ہو" کہاں ہیں سُسرے منطقی! جو کہا کرتے ہیں کہ تعریفوں میں دور جائز نہیں۔ آئیں اور دیکھیں کہ ہمارے ماسٹر جی نے سب کچھ حلال کر دیا۔ بہت خوب! ہمیں منظور ۔

(۱۳) تیرھویں شرط میں آپ لکھتے ہیں "الہامی کتاب میں مکمل طور پر دعوٰی الہام درج ہونا چاہیئے۔ اور قدرتی الہام کے جاننے کے لئے کسی مصنوعی شہادت تاریخی بیان مثل ملہم کے حالات وغیرہ کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے" ۔

جزو اوّل مسلم بلکہ ہمارے دعوٰی کی تسلیم۔ مگر جزو دوم سے مراد اگر یہ ہو کہ اُس الہامی کتاب میں ملہم کے حالات زندگی کا مندرج ہونا ضروری نہیں" تو صحیح ہے اور اگر اس سے یہ مراد ہے کہ ملہم کے حالات زندگی کسی طرح سے بھی معلوم ہوئے غیر ضروری ہیں تو یہ نظر ٹھیک نہیں۔ تفصیل پہلے پرچہ میں اور اُسکے بعد کے مقامات میں کر چکا ہوں۔ اس شرط کے مطابق بھی ملحئے! قرآن اوّل نمبر ہے۔ سنئے! اور غور سے سنئے! میں پہلے ہی کہہ آیا ہوں۔ کہ "قرآن نہ صرف دعوٰی الہام کرتا ہے بلکہ اپنے منکروں کو

اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ	للکارتا ہے کہ "اگر تم کو میرے الہامی ہونے میں شک ہے۔ تو مجھ جیسا کلام لے آؤ"

اب اس کے مقابل ذرا وید منتروں کی پڑتال بھی ضروری ہے ؛

وید منتر جو دعوٰی الہام پر آپنے صفحہ ۲۲ رسالہ ماہ اگست ۱۸۹۹ء (صفحہ ۱۳ اکتاب نما) میں نقل کئے ہیں میرے خیال میں ایک بھی آپکے دعوٰی کا مثبت نہیں۔ پہلے منتر کا ترجمہ جو آپنے کیا ہے صرف یہ ہے کہ جس طرح باپ اپنی اولاد کو مفید تعلیم دیتا ہو دیسے علم مجسم پرمیشور سبکو مبارک علم جو کہ جملہ راحتوں اور مفید اشیاء کے حصول کا ذریعہ ہے اُسکو دیتا اور ہم لوگوں کو جملہ راحتیں بخشتا ہے"۔

میں نہیں سمجھا کہ اس میں وید کے الہام کا کیا ذکر ہے؟ شاید متکلم اپنے پاکیزہ خیال کے مطابق سب کچھ (جیسا کہ اللہ والے لوگوں کا خیال ہوتا ہے) خدا کی طرف سے سمجھا ہو جیسا سعدی مرحوم نے کل دنیا کی راحتوں اور تکلیفوں کو خدا سے منسوب کیا ہے ؎

گرچہ تیر از کماں ہمے گذرد ؛ از کماں دار داند اہل خرد

دریں نوعے از شرک پوشیدہ ست ؛ کہ زیدم بیازرد و عمرم بسخت

پس اسکو الہام خصوصاً وید کے الہام سے کیا تعلق؟

ہاں اسی ذیل میں آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن میں کہیں یہ ذکر ہے؟ کہ خدا نے مثل باپ کے انسان کو اسکی بھلائی کیلئے علم دیا۔ پھر آپ نے معمولی تمسخر سے کام لیتے ہیں" میرے خیال میں قرآن ان باتوں کو کہاں بیان کرسکتا ہے؟ (کیوں نہ بڑے دقائق فلسفہ ہیں) قرآن تو لکھی لکھائی کتاب آنے کی فکر میں ہے" (دروغ گو تم بر روئے تو)

پیاری ماسٹر! قرآن آپنے پڑھا ہوتا تو یہ لفظ منہ پر نہ لاتے۔ کبھی کبھی میری خاطر اور میرے ہی ذریعہ سے ٹوٹا پھوٹا پنڈت دیانند جی کیطرح ترجمہ دیکھ لیا تو اُسے دیکھنا ہیں کہتے لیجئے! اس سے بڑھکر اور اعلیٰ درجہ کے الفاظ میں جس کسی کبجروی کی کبجروی بھی پیش جاتے بتلاتا ہوں مگر آپ جانتے ہیں کہ عیسائیوں نے حضرت مسیح کو جو درجہ اور رتبہ دے رکھا ہے کہ خدا کا بیٹا اور اقنوم ثالث ماننے لگے ہیں۔ ایسا ماننے پر وہ کیوں مجبور ہیں؟ اسلئے کہ انجیل میں مسیح کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے گو اُسکے معنی بجائے خود مجازی معنے سے صحیح تھے مگر تجربہ سے ثابت ہوا ہے۔ کہ اس لفظ کا اطلاق کہ خدا کو باپ اور مخلوق کو اُسکا بیٹا کہا جائے۔ نتیجہ اچھا

نہیں دیتا۔ اسلئے قرآن میں کہیں بھی خدا کو باپ یا باپ کیطرح نہیں کہا گیا۔ ہاں اسمضمون کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ جو سچ پوچھو تو قرآن کی صداقت کی ایک اعلےٰ درجہ کی دلیل ہے۔ ارشاد ہے کہ "خدا نے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان کیا۔ انہیں میں سے ایک رسول

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ

بھیجا جو احکام آلہی انکو سناتا ہے۔ اور بداخلاقیوں سے پاک کرتا ہے"

ہاں قرآن کا یہ قصور ہے کہ وہ ایسے الفاظ خدا کی نسبت نہیں بتلاتا۔ کہ جس سے اُسکے متبعین کو کسی وقت میں شبہ یا غلطی ہو جائے جیسے باپ۔ اگنی۔ وایو وغیرہ کہ کروڑہا بلکہ ابتدا سے حساب لگائیں تو بیہا منہ وایسے ہی الفاظ سے شرک میں مبتلا ہوئے۔ آخر وہ ارب سال بعد پنڈت دیانند جی اور اُنکے ہم خیالوں نے بدقت سمجھا یا کہ ان الفاظ سے مراد خدا کی ذات ہے۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ اگنی۔ وایو۔ آگ وغیرہ ہیں یا خدا کی ذات ہے بلکہ میں خوش ہوں کہ پنڈت جی کی ٹیکہ تفسیر صحیح ہو اور خدا کرے کہ صحیح ہو تاکہ لوگ ان توہمات اور شرک پرستی کو چھوڑ کر اپنی اپنی زبان اور محاورات میں لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہوں جو اسلام کا اصل مدعا ہے۔ میری غرض صرف یہ ہے جس سے آپ بھی انکار نہیں کر سکتے کہ ایسے الفاظ نے نتیجہ اچھا نہیں دیا۔ پس قرآن بیشک اسمیں قاصر ہے ؎

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں ✤ اُن میں دو وصف ہیں بدخو بھی ہیں خودکام بھی ہیں

منتر نمبر دوم میں بھی الہام خصوصاً وید کے الہامی ہونیکا کوئی ذکر نہیں صرف وید کو جملہ انسانوں کے عزت کرنے کے لائق کہا گیا ہے۔ سو مبارک ہو ہمیں اس سے انکار نہیں کہ اس کلام کے متکلم کے نزدیک وید کو وہی رتبہ ہوگا۔ جو بعض مسلمانوں کے نزدیک مثنوی مولوی روم کو یا دیوان حافظ کو ہے جس سے الہامی ہونا معلوم ؎

اسکے ذیل میں قرآن شریف کیطرف توجہ مبذول فرمائی ہے جسکا جواب کئی دفعہ دیچکا ہوں۔

منتر نمبر ۳ میں بھی وید کے الہامی ہونیکا کوئی ذکر نہیں۔ نمبر ۴ میں بھی کوئی دعوٰی الہامی ہونیکا نہیں۔ ہاں وید کو سچائی کے ظاہر کرنیوالی کتاب جملہ انسانوں کو نیک اوصاف کے حاصل کرنیکی محرک کہا گیا ہے۔ جو الہام کے دعوے سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتی۔ آپ اسکے ذیل

ہیں مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن کے متعلق آپ کبھی یہ دعاوی پیش کرسکتے ہیں؟ بہت خوشی سے لیجئے! سنئے! ارشاد ہے:۔ لوگو تمہارے خدا کی زبردست اور قوی دلیل (قرآن) تمہارے پاس آچکی ہے اور ہمنے تمہاری طرف روشن نور اتارا ہے" "بیشک یہ قرآن سب سے عمدہ فصلت کی ہدایت کرتا ہے"

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ

منتر نمبر ۶ میں وہی لفظ "پرکاش" ہے جسپر کئی دفعہ بحث کرچکا ہوں کہ یہ لفظ الہام کے معنے میں نہیں آتا۔ اسکے ثبوت میں لیجئے! میں وید کا منتر ہی پیش کرتا ہوں۔ اتھروید کانڈ ۱۱۔ انوواک ۳۔ منتر نمبر ۲ مندرجہ ذیل یہ آدی بھاشہ ہوسکا در برہم چارٹی کے علم کو حاصل کرتا ہوا پران (نفس) لوک (محسوسات) اور پرجاپتی یعنی محافظ مخلوقات اور **مظہر کل** پرمیشور کو عیان اور بیان کرتا ہوا ۱۱ تم اس منتر میں خدا کو مظہر کل یعنی سب چیزوں کا پرکاش کرنیوالا کہا گیا ہے۔ پس وید بھی مثل دیگر اپنے کام کے ہوا۔ ہاں آپکا یہ شبہ کہ وہ سب چیزوں کی طرح قدیمی ہے سو اسکا جواب پہلے عرض کرچکا ہوں ؛

منتر نمبر [illegible] بے مطلب ہے۔ الہام کا کوئی لفظ اس میں نہیں ؛

منتر نمبر ۸ میں بھی کوئی الہام کا ذکر نہیں بقول آپکے صرف اتنا ہی ذکر ہے کہ وید کے کلام کا مالک خدا ہے۔ سو ایک تو آپکا بنایا ہوا ہے لفظی ترجمہ نہیں۔ دوم یہ لفظ بھی کوئی الہام کو نہیں چاہتا۔ دنیا کی کونسی چیز ہے؟ جسکا مالک خدا نہیں ؛

منتر نمبر ۹ و ۱۰ میں وہی "پرکاش" (ظاہر) کا لفظ ہے جسکا جواب کئی دفعہ ہوچکا ؛

منتر نمبر ۱۱ میں بھی وہی لفظ "پرکاش" ہے چنانچہ "اس نمبر سے ستیارتھ پرکاش میں جسکا حوالہ آپ نے دیا ہے اسی عنوان سے لکھا ہے"۔ ایشور ویدوں کا اظہار کرنیوالا ہے" جس کا جواب کئی دفعہ دیچکا ہوں۔ اظہار کرنا الہام کو مستلزم نہیں ؛

منتر نمبر ۱۲ میں بھی "پرکاش" کا لفظ ہے جسکا جواب کئی دفعہ دیچکا ہوں۔ اسی منتر کی ذیل میں آپنے لکھا ہے کہ "انسان میں خود بخود علم ایجاد کرنیکی طاقت نہیں۔ بلکہ ایک انسان دوسرے انسان سے سیکھتا آیا ہے اور سب سے پہلے انسانوں نے اسکو ایشور سے حاصل کیا ہے

اور اسی کا نام الہام ہے۔ بہت خوب! مَیں پہلے بحوالہ وید منتر ثابت کر آیا ہوں کہ وید دنیا کی ابتدا میں نہیں بنے۔ کیونکہ اُن میں پہلے بزرگوں کی چال اختیار کرنیکا حکم پایا جاتا ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ وید کو الہامی دعویٰ کرنیکا حق حاصل نہیں۔ اس سے آگے چلکر آپ نے کچھ وعظ و نصیحت بھی کیا ہے۔ جو مَیں نے اور دیگر سامعین نے بخوبی سُنا ہے (تھینکس)، اس میں کوئی بات جواب طلب نہیں ؛

صفحہ ۲۸ رسالہ جنوری ۱۹۰۰ء (صفحہ ۵۵ کتاب ہٰذا) میں لکھتے ہیں "ایشور ہی سب جگت کو حرکت اور گیان (وید) کا عطا کرنیوالا ہے" اس میں آپنے گیان (علم) کو بریکٹ میں (وید) لکھا ہے آپکو اس میں غلطی ہے کہ جہاں علم کا لفظ آتا ہے۔ آپ وہاں (وید) لکھدیتے ہیں حالانکہ وید کے معنی بھی گو علم کے ہیں۔ مگر وید اس صورت میں کتاب کا نام ہے اور نامونکو جب باعتبار علمی معنے کے لیا جاتا ہے۔ تو ترجمہ نہیں ہوتا۔ کیا آپ رام اور شنکر اللہ کو علمی معنے لیتے ہوئے آپ ترجمہ کرینگے؟ پس اسی پر آپ غور کریں۔ مفصل پہلے کہیں عرض کر آیا ہوں

صفحہ نمبر ۲۹ رسالہ ماہ جنوری ۱۹۰۰ء میں آپنے بڑی کوشش سے ایک منتر لکھا ہے جس سے آپکی سعی اور کوشش کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپنے کتنا کچھ کھینچ تان کر اس دعوے کو نباہنا چاہا ہے مگر کیا مجال کہ قرآن شریف کے برابر کوئی ایک لفظ بھی آپ رکھ سکتے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

"انسانوں کیلئے پرمیشور نے ازلی بے عیب (کلام وید) جس سے کہ وہ کوتاہی (علم) کی اشاعت کر سکیں۔ ازلی علت سے پیدا کیا"۔

کس کھینچ تان سے ازلی بے عیب کی تشریح بریکٹ میں (کلام وید سے) کی ہے بہت خوب اس کوشش سے تو میں آپکا مشکور ہوں ایسی کوشش کے حق میں تو کسی بزرگ نے کہا ہے ع پیرا ان نمی پرسند و مریدان ہمی پرانند آگے اسی صفحہ پر آپنے ایک اور منتر لکھا ہے جس سے بھی الہام کا دعویٰ کا لنا صحیح نہیں۔ کیونکہ اس میں "ویدت" کا لفظ ہے جسکے معنی "علمی بات" کے ہیں۔ منتر کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے دنیا کو علمی باتوں سے راحت بخشی ہے وید کے اصلی معنی بھی گیان اور علم کے ہیں مگر ایک کتاب کا نام ہے۔ ناموں میں اصلی ترجمہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔ بلکہ اُس کی شخصیت ملحوظ ہوتی ہے۔ پس وید کے (جو ایک کتاب کا نام ہے) الہامی ہونے کا دعویٰ [illegible]

فقرہ ہفتم (صفحہ ۷۵ کتاب ہذا) میں آپ لکھتے ہیں "غیر ملکوں کے نبیوں کا نام قرآن میں کیوں نہیں آیا؟" مہربان من! اسکا جواب مختصر یہی ہے۔ کہ اس سے ہمکو مطلب نہ تھا۔ آگے چلکر آپنے اپنے قلم سے سعدی مرحوم کا مشہور فقرہ "گل است سعدی در چشم دشمناں" غارت" تعاوق کر دکھایا۔ آپ کہتے ہیں "خدا کو صرف ایک کہنے سے بزرگی ثابت نہیں ہو سکتی کیا کوئی چور ایک ہو تو اُسکی بزرگی ہے؟" چہ خوش! ماسٹر صاحب! مباحثہ میں سماج کی سی معمولی باتیں نہیں سُنی جایا کرتیں۔ میدان مناظرہ میں زیرہ چست و چالاک ہو کر آنا چاہیئے سمجھکر پاؤں رکھنا میکدہ ہیں ماسٹر صاحب! ؎ یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

بھلا آپنے یہ تو سمجھا ہوتا یا پوچھ لیا ہوتا کہ مسلمان خدا کو ایک کن معنے سے کہتے ہیں صاحب من! مسلمان ان معنی سے کہتے ہیں کہ جمیع صفات کمال موصوف ایک خدا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ صفات خداوندی قرآن سے آپ کو بتلاؤں ناگہاں مجھے یاد آگیا۔ کہ میں پہلے بتلا آیا ہوں جو رسالہ ماہ جنوری ۱۸۹۴ء کے صفحہ ۲۶ (صفحہ ۵۱ کتاب ہذا) میں درج ہیں۔ اُس بتلانے بوجھنے کا کیا نتیجہ ہوا؟ کہ اسکا ہوگا۔ افسوس کہ اُسکے مقابلہ میں وید سے صفات باری دکھا کر مقابلہ کیا ہوتا ہے۔ بجائے مقابلہ دکھانیکے اعتراضات پر کمر باندھنا خوب نسخہ ہے ؛

آگے چلکر ۲۶، ۲۷ رسالہ جون ۱۹۰۰ء (صفحہ ۵۸ کتاب) میں آپنے بالکل اُس قصہ کے مشابہ کیا جو آریہ سماج اور سناتن دھرم کے پنڈتوں کا مباحثہ ہوا تھا۔ ایک گاؤں میں سماجی پنڈت دیا نند (وعظ کہنے لگے) گاؤں والوں نے جو سناتن دھرم ہندو تھے۔ اپنے پنڈت جی کو بلایا۔ سماجی پنڈت نے کہا مہاراج! اچرو۔ ہندو پنڈت نے کہا اُچرو مُچرو ڈھچرو۔ بس اتنا کہنے کی دیر تھی۔ کہ ہندوؤں نے اپنے پنڈت جی کو سر پر اٹھا لیا۔ اور اچھلتے کُودتے چلاتے چلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ مہاراج! ہمارے پنڈت جی مہاراج نے ایک پرشن (سوال) کے تین اُتر (جواب) دیئے۔ وہی حال ہمارے ماسٹر جی کا ہے کہ ایک کے تین دیتے ہیں تھینکس، بھلا اُستاد کیوں کیسی کہی! آپ لکھتے ہیں کیا فطرت بدلگئی؟ صاحب من! فطرت ہی یہی ہے کہ جب کبھی کجرو الہام میں کجروی کریں تو اُنکے کان اینٹھے جائیں ؛

صفحہ ۲۰ (صفحہ ۵۸ اکتاب ہذا) پر لکھتے ہیں "کیا خدا ہوتا ہے؟ کہ اُس سے ڈریں، مہربان من باخدا سے ڈرنے کے معنی وہی ہیں جو آپ نے بھی صفحہ ۲۸ رسالہ جون ۱۹۰۰ء (صفحہ ۱۰۰ کتاب ہذا) پر لکھے ہیں۔ یعنی بُرائی سے ڈرنا یعنی گناہ کے عذاب سے ڈر کر گناہ ہونکا چھوڑ دینا۔ کیونکہ خدا کی ذات کی نسبت تو قرآن اعلیٰ درجہ کی محبت کا حکم دیتا ہے سُنئے اور غور سے سُنئے!

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ | مسلمانوں کو خدا کے ساتھ سب چیزوں سے بڑھکر محبت ہونی چاہیئے"

پس آپ ہی بتلا دیں! کہ عربی شعر کا مطلب صحیح ہے یا نہیں؟ ؎

کم[1] من عائب قولا صحیحا + اٰفته من الفهم السقیم

آگے چلکر صفحہ ۲۸ رسالہ جون ۱۹۰۰ء (صفحہ ۱۰۰ کتاب ہذا) پر آپ نے میری شکایت کی ہے کہ میں نے کل ملکوں کی علمی ترقی کا دو شیخ سعدی کی ایک ہی تک (گلستان سعدی در چشم دشمناں خار است) سے کر دیا" پیارے ماسٹر! در دغ گویم بروئے تو بھی آپ نے کبھی سُنا ہے؟ سعدی مرحوم کا مطلب تو یہ ہے اس امر کے متعلق لکھا تھا۔ کہ آپ نے قرآن کی تعلیم متعلقہ توحید کو ہیچ سمجھکر اُس سے پہلے ملکوں کی ترقی کا ذکر کیا تھا۔ جس سے آپ کی یہ غرض تھی۔ کہ قرآن کی مجموعہ تعلیم ہیچ ہے دیکھیں صفحہ ۲۹ رسالہ دسمبر ۱۸۹۸ء صفحہ ۳۶ کتاب ہذا)۔ کہ کسی ملک کی ترقی یا کسی تاریخی ثبوت کا رد تھا۔

آگے چلکر صفحہ ۲۹ رسالہ جون ۱۹۰۰ء (صفحہ ۱۰۱ کتاب ہذا) پر آپ نے بہت سی "پرستیوں" کا ذکر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ "مولوی صاحب (خاکسار) کو یہ خیال نہ آیا کہ اُن چھ کروڑ مسلمانوں میں سے پونے چھ کروڑ تو قبر پرستی۔ تعزیہ یعنی کاغذ پرستی کعبہ پرستی۔ انسان یعنی حضرت پرستی کے زرخرید غلام بن رہے ہیں" آپ کے اس فقرہ میں بے معنی اور بے محل "پرستی" دیکھ کر مجھے ایک قصہ یاد آیا۔ جو کسی سکھ سردار اور اُسکے ملازم کا ہے۔ سردار صاحب ایک روز ملازم مذکور پر خفا ہوئے

[1] (ترجمہ) کئی لوگ اپنی ہی کج فہمی سے صحیح اور درست باتوں پر بھی اعتراض کیا کرتے ہیں (منیجر)

کہ تو ہمکو "ننگہ" کے لفظ سے نہیں پکارا۔ ملازم نے عرض کیا۔ بہت خوب۔ آیندہ کو خطا نہ ہوگی۔ ایک روز سردار صاحب کے مکان کے سامنے چمن کی گھاس پر کتا پاخانہ پھر گیا۔ ملازم بھاگا بھاگا آکر عرض کرنے لگا۔ بھائی ننگھ جی! کتا ننگھ۔ گھاد گھاس) ننگھ پر گوں (پاخانہ) ننگہ کر گیا۔ سردار صاحب تو اس سے خفا ہونے یا راضی۔ مگر آریہ سماج آپ سے بہت خوش ہوگا۔ کہ آپ نے سلہانوں ہال پیچھے موحدوں کی بہت سی پرستیاں ثابت کیں۔ شاباش ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ آپ ہی کے حق میں کسی نے کہا ہے ؎

نازک خیالیاں میری توڑیں عدو کا دل ✤ میں وہ بلا ہوں شیشہ سے پتھر کو توڑ دوں

چونکہ آپ نے ان پرستیوں[1] پر کسی آیت قرآنی کا حوالہ نہیں دیا۔ اسلئے جواب جب اس دعوٰی پر کسی آیت کا حوالہ دینگے تو جواب عرض کیا جاویگا۔ دونوں فریق متفق

آپ نے میرے اصول مولوی محمد پڑھی خاں صاحب فرمائی کی ہے غنیمت ہے۔ مگر اس سے بڑھکر یہ غنیمت ہے۔ کہ اصول مذکورہ کی تصحیح (وہ بھی اپنی سمجھ کے مطابق) کرکے نتیجہ کی صورت کیلئے وہ اصول موضوعہ قرار دیئے گئے تھے) بصورت سکوت، اطلاع بخشی "تھینکس" شکریہ ہوں۔ مگر میں بڑی محبت سے کہتا ہوں۔ کہ آپ اس تصحیح میں بھی تصحیح طلب ہیں۔ نظر بریں درخواست ہے کہ میرے اصول موضوعہ مندرجہ صفحہ ۱۲ رسالہ نومبر ۱۹۰۸ء (صفحہ ۱۵) میں بغور ملاحظہ فرمادیں اور ماسٹر صاحب کی تصحیح یا تغلیط کریں۔ مجھے اس سے زیادہ بحث نہیں۔ کیونکہ میرا مدعا جس کے لئے میں نے وہ اصول مقرر کئے تھے کہ دیدک تعلیم کی پابندی سے نظام عالم بگڑتا ہے۔ بہرحال ثابت ہے۔ ہاں اصول نمبر ۳ کی بابت جو آپنے لکھا ہے کہ یہ اصول نہیں بلکہ اصول کا نتیجہ ٹھہر سکتا ہے" صفحہ ۳ رسالہ جون ۱۹۰۰ء (صفحہ ۱۶۲) اس کی طرف اہل علم کو خصوصاً توجہ دلاتا ہوں۔ مہربان من گو یہ نتیجہ کسی اور اصول کا ہو۔ لیکن میرے مدعا کیلئے یہ بھی اصول ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو آپ

[1] مسلمان قبر پرستی اور تعزیہ سازی وغیرہ ہونہاری وجہ سے اسلام پر کیا کیا اعتراض ہوتے ہیں آؤ باز آؤ ایسے افعال شنیعہ کو چھوڑ دو۔ ورنہ خدا کو کیا جواب دوگے۔ (ناشر)

کہہ سکتے ہیں۔ کہ تمام لوگوں میں ویدک تعلیم کی پابندی کا ماننا فرض محال ہے اور محال سے محال لازم آئے تو کوئی خرابی نہیں۔ آپ معاف فرماویں کہ اگر میں کہوں کہ ایسے امور سمجھنے کے لئے عربی منطق کی کسی کتاب کا پڑھنا ضروری ہے ؎

فقرہ نہم (جسمیں میں نے قرآنی تعلیم کا جمیع ضروریات انسانی کیلئے کافی ہونا ثابت کیا تھا جو صفحہ ۲۳ رسالہ ماہ دسمبر ۱۸۹۸ء (صفحہ ۴۰) رسالہ جنوری ۱۸۹۹ء تک درج ہے اس کے جواب میں آپ نے بے تکے اعتراضات پر کفائیت کی ہے (صفحہ ۱۶۲) بلا سوچے اسکے مقابلہ میں ویدک تعلیم کا نقشہ دکھانے حالانکہ آپکی فرمائش کے مطابق یہ طریق اختیار کیا گیا تھا۔ دیکھو صفحہ ۳۰ رسالہ نومبر ۱۸۹۸ء (صفحہ ۲۵) مگر باوجود اس درخواست اور دعوٰی کے مقابلہ میں ایک حرف بھی نہ لکھنا قرآن کی ضرورت کو تسلیم کرنے کے برابر ہے ؎

وعدۂ وصل تمہارے نہیں سچے ہوتے ؎ ہاں غلط ہو گئے ہیں آپکے اقرار کئی

اس لئے میں سردست آپ کے کسی معقول سوال کا جواب نہیں دونگا۔ جبتک آپ مقابلہ نہ دکھائینگے۔ ہاں آپکا ایک ہی فقرہ ناظرین کے نمونہ کے لئے نقل کرتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں۔ جہاں لڑنے کا لفظ دیکھا۔ اُس کا نام مولوی صاحب نے محکمہ جنگ رکھدیا۔ جہاں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ وہاں فارن آفس رکھدیا" صفحہ ۲۳ رسالہ جون ۱۹۰۰ء (صفحہ ۱۶۵) ہاں صاحب ٹھیک ہے۔ اگر آپ یہ بھی الزام نہ لگاتے تو آخر کیا کہتے؟ مگر یہ تو فرمائیے اگر پنڈت دیانند جی کی غبارہ بازی اور تار برقی اور علم طب سے جو انہوں نے وید سے نکالے ہیں میرے احکام جنگ یا فارن آفس درجے میں کم تھے جو پسند نہ آئے۔ ذرہ رگوید آدی بھاشہ بھومکا مصنفہ پنڈت جی تو ملاحظہ کیا ہوتا لیجئے! میں ہی بتلاتا ہوں۔ جہاں کہیں تجارتی ترقی کیلئے اسباب طبعیات کے استعمال کا ذکر آیا وہاں "جھانسانی" لکھدیا۔ جہاں بجلی کا بڑے نام نام آگیا۔ اُسکا نام "علم تار برقی کے اصول" لکھ مارا اور جہاں بھولے سے بیماروں کے لئے دوا یا دعا کا ذکر آگیا اُسکو "علم طب کے اصول" بنا لیا۔ کیوں نہ ہو پنجابی مثل "اپنا نینگر بیگانہ ڈھینگر" (اپنا بچہ پیارا دوسرے کا ڈکیارا) اسی ہی کہیں

مگر جہاں سمجھنے والوں سے خالی نہیں ؛

فقرہ دہم (صفحہ ۱۶۵ کتاب ہذا) میں بھی آپنے وہی راگ الاپا ہے جسکا جواب معقول طریق سے کئی دفعہ عرض کرچکا ہوں۔ ہاں ایک افسوسناک بات اس میں یہ بھی ہے۔ کہ کرشن جی کی گیتا کو صرف ہندوؤں کی گیتا لکھکر آریہ سماج کو اس سے بے تعلق کیا گیا حالانکہ کرشن جی سب کے مسلمہ گرو ہیں۔ آخر میں اپنا مدعا مختصر لفظوں میں ظاہر کرکے مضمون کو ختم کرتا ہوں ؛

الہامی کتاب میں یعنی جس کتاب کی نسبت کوئی قوم یا کوئی شخص الہامی ہونیکا دعوے کرے۔ اسمیں دعوٰی الہام صریح لفظوں میں ہونا ضروری ہے۔ اور اُس کتاب کے بتلانیوالے کے حالات زندگی (سوشل لائیف) کا قابل اطمینان ہونا اُسکے دعوٰی کیلئے ایک گواہ ہے اور اُس کتاب کا انسانی ضرورتوں کیلئے کافی ہونا اور نظام عالم کے مطابق ہونا یعنی اُسکی تعلیم کا ایسا ہونا کہ اُسکی تعمیل احکام سے نظام عالم میں خلل نہ آوے۔ دوسرا گواہ ہے۔ وید میں چونکہ دعوٰی الہام صریح لفظوں میں نہیں اور نہ ہی اُس کے ملہموں کے حالات معلوم ہیں۔ اور نہ ہی اُسکی تعلیم کی تعمیل نظام عالم کے مطابق ہے۔ اسلئے وید الہامی نہیں۔ اور اگر پنڈت دیانند جی اور اُنکے چیلوں کی کوشش سے وید میں دعوٰی الہام ہو بھی تو چونکہ دعوٰے ہی دعوٰے ہے گواہ معدوم۔ لہذا نتیجہ معلوم۔ قرآن مجید کو خدا کے فضل سے تینوں باتیں نصیب ہیں۔ پس مدعا ثابت ؛

جمالِ حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے ؛ قمر ہے چاند اور وں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظر انکی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا ؛ بھلا کچھ کر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

واضح ہو کہ کتاب ہذا کا پہلا اڈیشن (طبع اول) جنوری ۱۹۰۱ء میں ہوا تھا اُسوقت سے آج (دسمبر ۱۹۲۳ء) تک بھی جواب نہ پہنچا۔ اسلئے آئندہ کو کسی جواب کی توقع نہیں پس مباحثہ ختم ؛

ناظرین! دونوں صاحبوں کی تقریریں آپ لوگوں کے سامنے موجود ہیں بغور ملاحظہ کرکے نتیجہ سنجیدگی کو اطلاع دیں یا آپ ہی آپ لطف اُٹھائیں آپکا اختیار ہے ہاں یہ درخواست ضروری ہے کہ بعد مناظرین کے حق میں دعا کرتے ہوئے خاکسار کو بھی ضرور شریک کریں ؛

تمت

دینجی